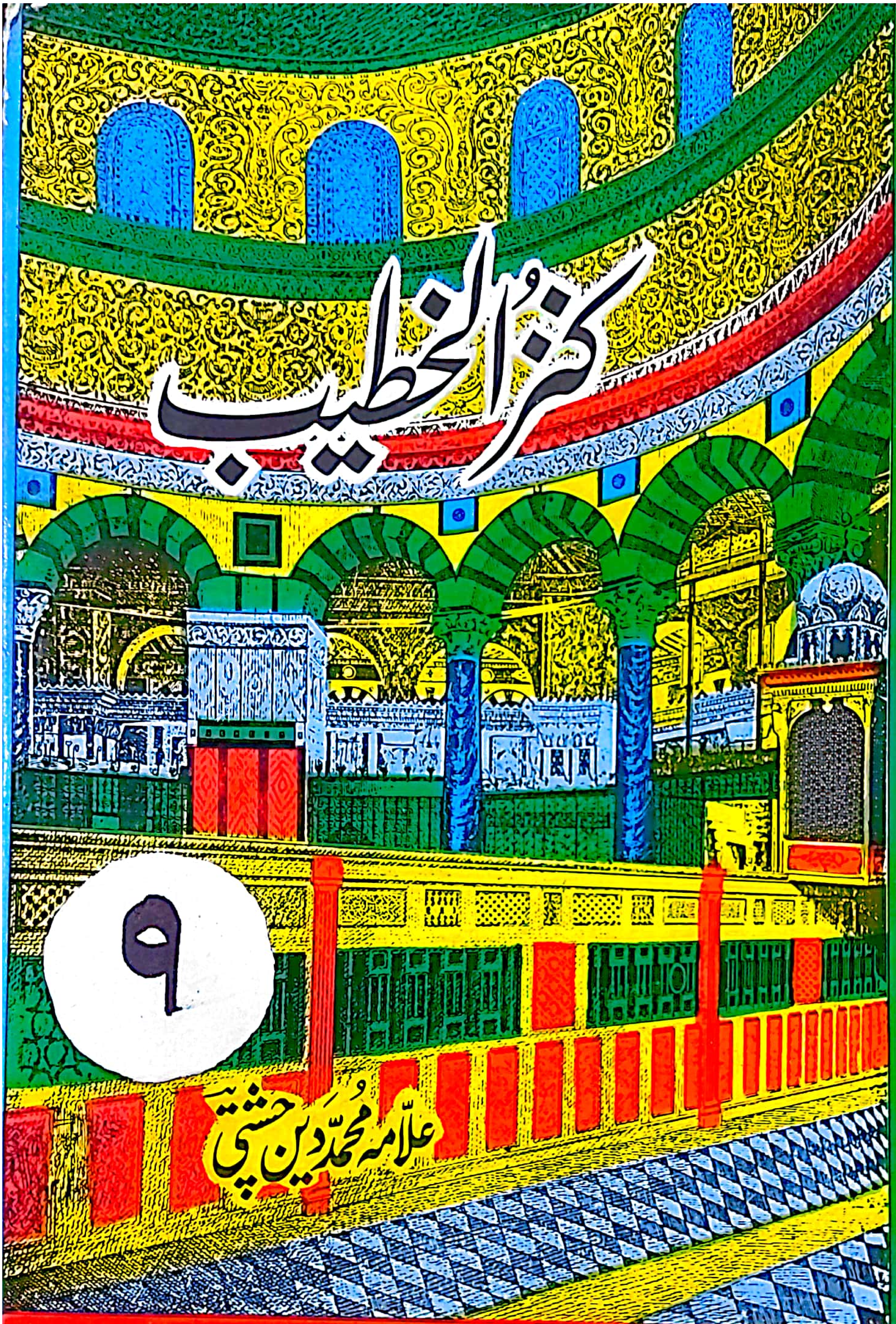

كنز الخطيب

٩

علامہ محمد دین چشتی

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے، فیصل آباد، فون:- ٦٢٢٦٠٤٦

كنز الخطيب

علامہ محمد دین چشتی

مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

9

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کنز الخطیب

ماہ رمضان المبارک

حصہ نہم

— تصنیف لطیف —

علامہ محمد دین چشتی

مکتبہ حامدیہ مہریہ، صدیق آباد گوبندپورہ

گلی نمبر ۱، فیصل آباد، فون ۶۱۵۸۶۴

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب ——— کنز الخطیب (حصہ نہم)
مؤلف ——— علامہ محمد دین چشتی گولڑوی
طابع ——— سید حمایت رسول قادری
کتابت ——— محمد عاشق حسین ہاشمی، چنیوٹ
اشاعت (بار اول) ——— ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۴۲۲ھ
نظر ثانی ——— قاری محمد عمر باسط (ایم اے)
معاون ——— علامہ پروفیسر محمد افضل جوہر اسلام آباد
تزئین و آرائش ——— حکیم حافظ عبد الحفیظ احمد قادری
تعداد ——— ایک ہزار
قیمت ——— ۸۰ روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے فیصل آباد، مکتبہ نوریہ رضویہ، گنج بخش روڈ، لاہور
مکتبہ سعیدیہ، جامعہ قادریہ رضویہ، محلہ مصطفےٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد
مکتبہ البصرہ، حیدر آباد (سندھ) مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی، کراچی
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
نیو القمر بک کارپوریشن، گنج بخش روڈ، لاہور
مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی، ضیاء الدین پبلیکیشنز شہید مسجد کھارادر کراچی
فرید بک سٹال اردو بازار، لاہور، شبیر برادرز، اردو بازار لاہور
مکتبہ چشتیہ، راج ڈیل ریوکے، انگلینڈ

فہرست موضوعات

(۱) ماہ رمضان المبارک ۱۱
رمضان المبارک کی فضیلت ۱۲
رمضان المبارک کی مبارک ساعت ۱۴
رمضان المبارک کے اہم واقعات ۱۵
وجہ تسمیہ ۱۶
(۲) رمضان المبارک کے روزے ۱۸
ایام بیض کے روزے ۲۰
روزے کی تعریف ۲۱
روزے کی حکمتیں ۲۲
حکمت ۲۳
گناہ کی قسمیں ۲۳
تین پردے ۲۴
نفس امارہ کا شکنجہ ۲۴
ایک مثال ۲۵
استقبال رمضان ۲۶
رمضان المبارک کی برکات ۲۹
ایک مثال ۳۱
امت مصطفےٰ کے لئے غم خوار فرشتے ۳۲
روزہ خور کے لئے بددعا ۳۳
قیامت میں روزے داروں کی دعوت ۳۶
امت نبوی کی خصوصیات ۳۶
حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خواب ۴۰
باب ریان ۴۱
روحانی بیماریوں کا علاج ۴۲
ہر رات میں مغفرت ۴۲
دل کی اصلاح ۴۴
روزے دار کے لئے دعائیں ۴۴
صابروں کا اجر ۴۵
دو خوشیاں ۴۶
لقاء پروردگار کے حصول کا ذریعہ ۴۸
رمضان المبارک کی سفارش ۴۸
مغفرت کا ذریعہ ۴۹

تعظیمِ رمضان کی برکت	۵۰
مجوسی کا احترامِ رمضان	۵۰
روزہ ڈھال ہے	۵۱
زبان کا روزہ	۵۲
پیٹ کا روزہ	۵۲
کان کا روزہ	۵۳
ہاتھ اور پاؤں کا روزہ	۵۳
آنکھ کا روزہ	۵۳
دل و دماغ کا روزہ	۵۳
(۳) سحری و افطاری	۵۵
اہلِ اسلام کا روزہ	۵۷
سحری میں برکت	۵۸
سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کن اشیاء سے روزہ کھولتے	۵۹
روزہ افطار کروانے کا ثواب	۶۰
سحری اور نمازِ فجر	۶۰
قضائے عمری	۶۷
صلوٰۃ التسبیح	۶۸
طریقہ نمازِ تسبیح	۷۰
(۴) حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)	۷۲

تاریخِ پیدائش	۷۳
ولادت باسعادت	۷۴
جنتی دائیاں	۷۴
نورانی چمک	۷۵
غسلِ ولادت	۷۷
عظمتِ سیدہ کی بشارت	۷۷
فاطمہ کے نام کی وجہ تسمیہ	۷۸
جنت کی کلی	۷۹
سیدہ کی نشوونما	۸۱
سیدہ شعب ابی طالب میں	۸۳
بوقتِ رحلت حضرت خدیجہ کی وصیت	۸۴
جنتی کفن	۸۶
سیدہ کی شادی کا پیغام	۸۷
سیدہ کا آسمانوں پر نکاح	۸۹
سیدہ کا زمین پر نکاح	۹۰
ولیمہ	۹۱
سیدہ کی رخصتی	۹۲
سیدہ کا جہیز	۹۴
سیدہ سیدنا علی المرتضیٰ کے گھر میں	۹۶
سیدہ کی سخاوت	۹۸

امورِ خانہ داری	۹۸
سیدہ کا فقر و غناء	۱۰۰
سیدہ کا صبر	۱۰۱
سیدہ کا جنتی لباس	۱۰۳
امتِ مصطفیٰ کے لئے سیدہ کی دعا	۱۰۵
سیدہ کی امورِ خانہ داری	۱۱۳
سیدہ کی پردہ داری	۱۱۷
سیدہ کو رحلت کا اشارہ	۱۱۹
سیدہ کی وصیت	۱۲۲
سیدہ کا غسل مبارک	۱۲۲
سیدہ کا وصال مبارک	۱۲۳
سیدہ کا جنازہ	۱۲۳
(۵) سیدنا علی المرتضیٰ (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم)	۱۲۵
ولادتِ باسعادت	۱۲۵
نامِ علی	۱۲۷
پہلی نظر	۱۲۸
پہلا غسل	۱۲۹
کنیت اور القاب	۱۲۹
ہر نقطہ میں نامِ علی	۱۳۰
نامِ علی کا فلسفہ	۱۳۱

جدھر دیکھو علی ہی علی ہے	۱۳۱
علی المرتضیٰ آغوشِ مصطفیٰ میں	۱۳۳
لعابِ دہن کی گھٹی	۱۳۵
پہلا مسلمان	۱۳۶
پہلا نمازی	۱۳۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری	۱۴۰
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی	۱۴۲
ہر درخواست مسترد	۱۴۲
مسجدِ نبوی میں مشورے	۱۴۳
حضرت علی المرتضیٰ سے مشاورت	۱۴۳
حضرت علی المرتضیٰ بارگاہِ رسالت میں	۱۴۵
علم کا دروازہ	۱۴۹
حضرت علی المرتضیٰ کا علم	۱۵۲
یہودی کے سوالات	۱۵۴
حبِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵۶
(۶) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق و عادات	۱۵۸
عبادت و ریاضت	۱۵۹
امانتداری	۱۵۹
سورج کا پلٹنا	۱۵۹

Scanned with CamScanner

سادہ زندگی ١٦٠
حُبِّ رسُولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ١٦١
عدل و انصاف ١٦٢
دشمنوں پر مہربانی ١٦٤
ادبِ رسُول علیہ الصلوٰۃ والسلام ١٦٦
شجاعتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ١٦٧
غزوۂ بدر میں ١٦٨
غزوۂ اُحد میں ١٦٩
غزوۂ خندق میں ١٧٠
غزوۂ خیبر میں ١٧١
مولائے کائنات کا صدقہ ١٧٣
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بے مثل سخاوت ١٧٤
دن رات سخاوت ١٧٥
حالتِ نماز میں سخاوت ١٧٦
فاقہ کشی میں سخاوت ١٧٧
شہادتِ علی المرتضیٰ کی خبر ١٨٠
سیدنا علی المرتضیٰ کے قتل کا مشورہ ١٨١
قاتل کا علم ١٨٣
شہادت کی صبح ١٨٣
شہادت ١٨٤
قاتل کے لئے ہدایت ١٨٤
وصیت ١٨٥
(٧) قرآنِ کریم کی فضیلت ١٨٦
قرآن پاک کا معجزہ ١٨٩
قرآن کی وجہ تسمیہ ١٩٣
قرآن کا ایک اور نام ١٩٧
قرآنِ کریم کیسے نازل ہوا؟ ١٩٨
کلامِ خدا بزبانِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ١٩٩
تدوینِ قرآن ٢٠٠
قرآن پاک کی حفاظت ٢٠٢
قرآنِ کریم کا بھیجنے والا کون؟ ٢٠٣
قرآنِ حکیم کس پر اُتارا گیا؟ ٢٠٤
قرآنِ کریم کب نازل ہوا؟ ٢٠٥
قرآنِ حکیم کس زبان میں نازل ہوا؟ ٢٠٥
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کا سبب ٢٠٦
قرآن پاک شفاء ہے ٢٠٩
سُورۃ فاتحہ شفاء ہے ٢١٠
گھر کی حفاظت کا ذریعہ ٢١٠
(٨) تلاوتِ قرآن کی فضیلت ٢١٣
تلاوتِ قرآنِ کریم پر عطائیں ٢١٥
تلاوتِ قرآن کا ثواب ٢١٧

یادِ الٰہی ٢١٧
قرآنِ کریم کی سفارش ٢١٨
والدین کے لیے نُور کا تاج ٢١٩
تلاوت میں لذت ٢٢٠
شیطان کی خوشی ٢٢٠
قرآنِ کریم دیکھ کر پڑھنے کا ثواب ٢٢١
(٩) لیلۃُ القدر ٢٢٥
وجہ تسمیہ ٢٢٦
شبِ قدر کو کیوں پوشیدہ رکھا گیا؟ ٢٢٧
سُورۃ القدر کا شانِ نزول ٢٢٨
لیلۃُ القدر کیوں عطا کی گئی؟ ٢٢٩
شوقِ جہاد ٢٣٠
اَسّی برس کی عبادت سے افضل ٢٣١
فرشتوں کا نزول ٢٣٢
اُمتِ مصطفےٰ کی خصوصیت ٢٣٢
لیلۃُ القدر کی تلاش ٢٣٣
لیلۃُ القدر کو پوشیدہ رکھنے کی حکمتیں ٢٣٣
ملائکہ کے خدشے کا ازالہ ٢٣٥
آخری عشرہ ٢٣٦
ستائیسویں شب ٢٣٦
لیلۃ القدر کی علامتیں ٢٣٧
صاحب رُوح المعانی کا بیان ٢٣٨
اہلِ ذکر کی تلاش ٢٣٩
لیلۃُ القدر کے نوافل ٢٤٠
(١٠) اعتکاف ٢٤٤
اعتکاف کا حکم ٢٤٦
اعتکاف کی خصوصیت ٢٤٧
جہنم سے دُوری کا ذریعہ ٢٤٨
مسائلِ اعتکاف ٢٤٩
(١١) عید الفطر ٢٥١
مسلمانوں کی عیدیں ٢٥٢
عید کا دن بخشش کا ذریعہ ٢٥٣
عید کے دن کا وظیفہ ٢٥٥
سُبحان اللہ کا وظیفہ ٢٥٥
دُعا کی قبولیت کا دن ٢٥٧
اہل اللہ کی عید ٢٥٨
عید کے دن شیطانی حملے ٢٦٠
مسلمانوں کی پہلی عید ٢٦١
یومِ جزاء ٢٦١
عید کے دن کی سُنتیں ٢٦٢
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بچوں کی عید ٢٦٣

Scanned with CamScanner

عیدگاہ کی طرف روانگی ۲۶۵
عیدگاہ میں نمازِ عید کی اہمیت ۲۶۵
عورتوں کی عیدگاہ میں حاضری ۲۶۷
نمازِ عید سے پہلے نوافل کی ممانعت ۲۶۸
صدقۂ فطر کی اہمیت ۲۶۸
نمازِ عید کے بعد دُعا اور مُلاقات ۲۷۰
(۱۲) جنگِ بدر ۲۷۲
مسلمانوں کی تعداد ۲۷۴
روانگی کا مقصد ۲۷۴
قافلہ کی روانگی ۲۷۵
ابوسُفیان کا مدد طلب کرنا ۲۷۶
ضمضم مکّہ میں ۲۷۷
قریشِ مکّہ کی تیاریاں ۲۷۸
لشکرِ قریش کی روانگی ۲۷۹
صحابۂ کرام کی جاں نثاری کا عہد ۲۸۲
لشکرِ اسلام میدانِ بدر میں ۲۸۵
عریشِ مُبارک ۲۸۶
۱۷ رمضان المبارک کی صبح ۲۸۷
لشکرِ کفّار کی کیفیت ۲۸۹
دُعاءِ رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ۲۹۲
نکتہ ۲۹۳
لشکرِ اسلام کا رُعب ۲۹۴
جنگ کی ابتداء ۲۹۵
عُتبہ کا عبرتناک انجام ۲۹۶
مُسلمانوں اور کافروں کے نعرے ۲۹۷
جنگِ بدر کے پہلے شہید ۲۹۷
گھمسان کی جنگ اور دُعاءِ رسُول ۲۹۹
جوشِ جہاد کی تحریک ۲۹۹
امیّہ بن خلف کا انجام ۳۰۱
ابوجہل کا قتل ۳۰۳
عاشقِ رسُول خاندان ۳۰۶
حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ۳۰۷
ابوجہل کے قتل کا منظر ۳۰۸
حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں ۳۰۹
کھجور کی ٹہنی تلوار بن گئی ۳۱۰
نُصرتِ خداوندی ۳۱۱
جنگِ بدر کے شہداء ۳۱۲
اسیرانِ بدر ۳۱۴
مدینۂ منورہ کی طرف واپسی ۳۱۷

انتساب

بصد ادب و احترام سیّدۃ نساء العالمین، جگر گوشۂ رحمۃ للعالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، اُمّ الحسنین الکریمین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رفیقۂ حیاتِ تاجدارِ ہل اتیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا علی المرتضیٰ (کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) ملکۂ مملکتِ تقدس و طہارت و عصمت، عابدہ، زاہدہ، راکعہ، ساجدہ سیّدہ فاطمۃ الزّہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عبادت و ریاضت، حیاء و پردہ اور زُہد و تقویٰ

کے نام!

خادمِ اہلِ بیت و اصحاب علیہم الرضوان
محمد دین چشتی گولڑوی

الاہداء

بحضور شہسوارِ سلسلۂ عالیہ سُہروردیہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سُہروردی قُدّس سرّہُ العزیز، جن کے فیضانِ گوہر بار سے سلسلۂ سُہروردیہ کا فیض آج تک جاری و ساری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا! (انشاء اللہ تعالیٰ العزیز)

خادمِ اہلِ بیت و اصحاب علیہم الرضوان
محمد دین چشتی گولڑوی

Scanned with CamScanner

تاثرات

از قلم: قائدِ اہلِ سنّت، حق و صداقت کی نشانی، صاحبِ جرأتِ ایمانی
حضرت علامہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم العالیہ
(چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن (ٹرسٹ) پاکستان)

گرامی قدر! محترم جناب علامہ محمد دین چشتی زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

اُمید ہے مزاجِ گرامی مع الخیر ہوں گے!

آپ کی تصنیف لطیف "کنز الخطیب" موصول ہوئی۔ یقیناً آپ نے بہت محنت اور لگن سے عنوانات تیار کئے ہیں اور پھر ان عنوانات کے تحت واقعات کو مختلف جگہوں سے اکٹھا کر کے ایک گلدستے کی شکل میں پیش کیا ہے جو کہ فنِ خطابت سے ناواقف لوگوں کے لئے مفید، ممد و معاون ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم)

والسلام!

فقیر شاہ احمد نورانی صدیقی (چیئرمین)

ماہِ رمضان المبارک

نَحْمَدُهُ اللهَ عَلٰى تَوْفِيْقِهٖ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ الْهَادِيْ اِلٰى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۔ (پ ۱۰، سورۃ توبہ، آیت: ۳۶)

"بے شک مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں۔"

اس آیت مبارکہ میں سال کے بارہ مہینوں کا ذکر ہے۔ ان قمری مہینوں کی تقسیم کار روزِ ازل سے ہی خالقِ ارض و سما، مالکِ یومِ جزا نے محکم نظام قائم فرما دیا تھا۔ ان بارہ مہینوں میں نواں اسلامی مہینہ رمضان المبارک ہے، جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں کا مہینہ بنایا ہے۔ رمضان سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے "گرم زمین سے پاؤں کا جلنا"۔ چونکہ ماہِ رمضان میں نفس کے جلنے اور تکلیف کا موجب ہوتا ہے، اس لئے اس کا نام رمضان رکھا گیا ــــ یا رمضان اس گرم پتھر کو کہتے ہیں، جس پر چلنے سے پاؤں جلیں ــــ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب اس ماہ کا نام رکھا گیا، تو موسم گرم تھا۔ (غنیۃ الطالبین، ج ۲، ص ۵)

اور بعض نے فرمایا کہ رمضان اس لئے نام رکھا گیا کہ:

"یَرْمِضُ الذُّنُوْبَ اَیْ یُحْرِقُهَا۔ کہ (یہ) گناہوں کو جلا دیتا ہے"

اور ایک قول یوں ہے، اَلرَّمَضُ وَهُوَ مَطَرٌ يَأْتِي فِي الْخَرِيْفِ۔

"وہ بارش ہے جو خریف میں آتی ہے اور فصلوں کو دھو ڈالتی ہے"

رمضان گناہوں کو دھو کر دلوں کو پاک کر دیتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۵)

رمضان المبارک کی فضیلت

اُمّتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ رمضان المبارک تمام مہینوں سے افضل ہے

اور اس کی فضیلت میں بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں،

"جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بارہ بیٹوں میں سے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام زیادہ محبوب تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بارہ مہینوں میں سے رمضان المبارک زیادہ پسند ہے۔" (بستان الواعظین علامہ ابن جوزی)

"جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے واسطے گیارہ بھائیوں کی مغفرت فرمادی اسی طرح رمضان المبارک کی برکت سے گیارہ مہینوں کی خطائیں معاف فرما دیتا ہے۔" (نزہۃ المجالس ج ۱، ص ۱۳۶)

رمضان میں پانچ حروف ہیں، ہر حرف اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے،

○ ر:- رضوان خدا سے ○ م:- محاباۃ خدا سے

○ ض: ضمان خدا سے ○ ا:- اُلفتِ خدا سے

○ ن:- نورِ خدا سے (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۹)

تو معلوم ہوا، ر: رحمت، رضوان اور رفعت سے ہے۔

جس نے رمضان کا روزہ رکھا، رحمتِ خداوندی کو دیکھ لیا۔

جس نے رمضان کا روزہ رکھا، رضوانِ الٰہی کو پالیا۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، اُس نے مقامِ رفعت کو پالیا۔

○ م:- محبوب، محاباۃ اور مجلّی سے ہے

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو گیا۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، وہ محاباۃ و خوفِ الٰہی پا گیا۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، وہ گناہوں سے مجلّی ہو گیا

○ ض:- ضمانت اور ضرورت سے ہے۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، وہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہو گیا۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ اُس کی تمام ضرورتیں اور حاجات پوری فرما دیتا ہے۔

○ الف:- اُلفت، اُنس اور اَحسن سے ہے۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، اُس نے اُلفتِ الٰہی کو پالیا۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، اُس نے اُنسِ الٰہی کو پالیا۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، اُس نے عملِ اَحسن کو پالیا۔

○ ن: نور، نعمت اور نار سے ہے:

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، اُس نے نورِ الٰہی کو پالیا۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، اُس نے نعمتِ الٰہی کو پالیا۔

○ جس نے رمضان کا روزہ رکھا، اُس نے نارِ جہنم سے چھٹکارا پالیا۔

؎ اَٹھ دروازے جنت والے پاک نبی فرماوے
روزے داراں دا دروازہ نام ریان سداوے

؎ الٰہی مجھے نیک انساں بنانا بُرائی کا ہرگز نہ رستہ دکھانا
میرے دل میں آباد ہو تیری اُلفت کسی غیر کی آرزو سے بچانا

Scanned with CamScanner

○ ماہِ رمضان بے شمار فضائل رکھتا ہے۔

○ ماہِ رمضان کے آتے ہی آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

○ ماہِ رمضان کے آتے ہی جنّت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

○ ماہِ رمضان کے آتے ہی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

○ ماہِ رمضان کے آتے ہی جہنّم کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔

○ ماہِ رمضان کے آتے ہی شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

○ ماہِ رمضان کے آتے ہی ہر رات ساٹھ ہزار گناہ گاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

○ ماہِ رمضان کے آتے ہی رحمتیں برسنا شروع ہوجاتی ہیں۔

○ ماہِ رمضان کے آتے ہی برکتوں کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کو اُمّتِ مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے گنہ گاروں کے لئے ذریعۂ نجات اور باعثِ بلندیِ درجات بنایا۔

○ اس ماہ کے آتے ہی جنّت آراستہ ہوجاتی ہے۔ حُوریں خوشیاں مناتی ہیں اور اپنے شوہر مردوں سے ملاقات کی آرزو کرتی ہیں۔

رمضان المبارک کی مبارک ساعت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ کے نیچے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے اُس کے قد کی لمبائی ہزار برس کی مسافت ہے۔ اس کے ہزار سر ہیں، ہر سر میں ہزار چہرے ہیں، ہر چہرے میں ہزار منہ ہیں، ہر منہ میں ہزار زبانیں ہیں، ہر زبان پر ہزار گیسو ہیں، ہر گیسو میں ہزار موتی ہیں، ہر موتی پر ہزار نور کے دریا ہیں، ہر دریا میں ہزار نور کی مچھلیاں ہیں۔ ہر مچھلی کا طول سو برس کی مسافت ہے ـــ اس کی پُشت پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)

لکھا ہوا ہے۔ جب یہ فرشتہ تسبیح پڑھنے لگتا ہے تو اس کی اچھی آواز سے عرش گھومنے لگتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے پیدا فرمایا تھا۔ شبِ معراج حضور نبی مکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس فرشتے کو دیکھ کر سلام کیا تو اُس نے جواب دیتے ہوئے دونوں سبز پر پھیلا دیئے، جس سے زمین و آسمان بھر گئے اور حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعظیم کی اور آپ کے دونوں ابروؤں کے درمیان بوسہ دیا اور کہنے لگا "اے محمّد (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم) آپ کو مبارک ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی اُمّت کو رمضان المبارک کی برکت سے بخش دیا ہے۔" (نزہۃ المجالس، ج ۱، ص ۳۲۴)

رمضان المبارک کے اہم واقعات

رمضان المبارک میں مندرجہ ذیل واقعات رُونما ہوئے یا ہوتے ہیں:

یکم [۱] رمضان المبارک کو جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور دوزخ کے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ تین [۳] رمضان المبارک کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحائف نازل ہوئے۔

○ چار [۴] رمضان المبارک کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی۔

○ اٹھارہ [۱۸]: رمضان المبارک کو حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی۔

○ تیرہ [۱۳]: رمضان المبارک کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی۔

○ ستائیس [۲۷]: رمضان المبارک کو حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن نازل ہوا۔

○ دس [۱۰]: رمضان المبارک کو مکّہ مکرّمہ فتح ہوا۔

○ سترہ [۱۷]: رمضان المبارک کو جنگِ بدر میں فرشتوں کے ذریعے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

○ سترہ [۱۷]: رمضان المبارک کو اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔

○ تین [۳]: رمضان المبارک کو اُمّ المومنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔

Scanned with CamScanner

○ پچیس ۲۵: رمضان المبارک کو سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔

○ تیس ۳۰: رمضان المبارک کو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔

○ اکیس ۲۱: رمضان المبارک کو سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی۔

؎ فیض ہے تیرا دوست، دشمن اغیار پر
میں بھی جی رہا ہوں تیری رحمت کے اعتبار پر

وجہ تسمیہ

رمضان ۔ رَمَضٌ سے مشتق ہے ۔
بمعنی جلنے اور جلانے کے ہیں ۔

یُقَالُ رَمِضَتِ الْفِصَالُ اِذَا عَطِشَتْ ۔

"کہا جاتا ہے کہ اُونٹ پیاس کی شدت سے جل گئے۔" (علامہ سخاوی)

"بھوک اور پیاس سے جلنے کی وجہ سے اس کا نام رمضان ہے" (انوار التنزیل)

"مجاہدات اور ریاضتوں کے ذریعے گناہ جل جاتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ روزہ گناہوں کو جلا دیتا ہے ۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے آدم کے بیٹے! ہر عمل کا اجر بڑھایا جاتا ہے ایک نیکی کے بدلے میں دس گنا سے سات سو گنا تک مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا عطا کروں گا۔"

○ روزہ گناہوں کو جلا دیتا ہے ○ روزہ کی جزا معین نہیں ہے۔

○ روزہ گناہوں کو ایسے جلا دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کو جلا دیتی ہے۔

○ روزہ رُوحانیت کی بلندی کا ذریعہ ہے۔

○ روزہ خوشنودیٔ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

○ روزہ: حُسنِ اعمال ہے۔ ○ روزہ: گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے۔

○ روزہ: فرمانِ الٰہی کی تکمیل ہے ○ روزہ: تقویٰ و نیکی کی دلیل ہے

؎ میرا مالک میری سُن رہا ہے فغاں — جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زباں
؎ اب میری راہ میں کوئی حائل نہ ہو — نامہ بر کیا بلا ہے صبا کون ہے؟

برادرانِ اسلام! روزہ بے شمار خوبیوں اور فوائد کا حامل ہے۔ سحری اور افطاری، ذریعۂ حصولِ برکت و رحمت ہے۔

○ اسی ماہِ مبارک میں نزولِ قرآن ہوا۔

○ اسی ماہِ مبارک کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں کی عبادت سے کئی گنا زیادہ درجہ رکھتی ہے۔

○ اسی ماہِ مبارک میں اعتکاف ہے جو ذریعۂ حصولِ برکات ہے۔

○ اسی ماہِ مبارک میں جمعۃ الوداع ہے جو ذریعہ رفعتِ درجات ہے۔

○ اسی ماہِ مبارک میں تراویح و تسبیحات ہیں جو ذریعۂ نجات ہے۔

ان تمام موضوعات کا ان شاء اللہ تعالیٰ آگے تفصیلاً ذکر آئے گا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Scanned with CamScanner

رمضان المبارک کے روزے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَقّٰی قُلُوْبَ صَائِمِیْنَ وَرَوَّحَ الْاَرْوَاحَ الْقَائِمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ پ۲ آیت ۱۸۳)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے کہ فرض کئے گئے تھے تم سے پہلوں پر تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔"

ے دیکھو وہ پھوٹ رہی ہے عظمت ماہِ صیام
آؤ آؤ بٹ رہی ہے نعمت ماہِ صیام

برادرانِ اسلام! اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کا ذکر فرمایا۔ رمضان المبارک کے روزے ۲ سنہ ھ کو مدینہ طیبہ میں فرض ہوئے — اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں کو خطاب فرمایا، اس لئے کہ روزہ صرف ایمان داروں کے لئے نفع بخش ہے۔ اگر غیر مسلم روزہ رکھ بھی لے تو انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا — اور پھر مسلمانوں کی تشفی و تسلی کے لئے ارشاد فرمایا کہ یہ روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں ہیں بلکہ پہلی اُمتوں کے مسلمانوں پر بھی فرض کئے گئے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی اُمت پر ہر ماہ کو تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ کے

روزے فرض تھے۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت پر ہر ہفتے میں سنیچر کے دن کا روزہ فرض تھا اور یوم عاشورا کا روزہ بھی فرض تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت پر اسی ماہِ رمضان کے روزے فرض تھے، مگر جب گرم موسم میں رمضان آئے تو تیس کے بجائے پچاس روزے رکھتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ روزہ اصلی اور قدیمی عبادت ہے۔ کوئی بھی اُمت اس کی فرضیت سے خالی نہیں رہی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک روزہ فرض رہا، لہٰذا یہ گمان نہ کرو کہ یہ مشقت صرف تم پر ہی رکھی گئی ہے۔
(تفسیر عزیزی ج ۱، ص ۳۹)

تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے امتیوں پر روزے فرض فرمائے۔ کسی امت پر ہر ماہ میں تین دن کا روزہ، کسی اُمت پر عاشورا کا روزہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو ماہِ رمضان کے روزے عطا فرما کر اس سعادت سے نوازا تاکہ کوئی اُمت، اُمتِ مصطفےٰ کو چیلنج نہ کر سکے اور پھر تمام اُمتوں پر اُمتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فضیلت دی جائے، پھر لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ فرما کر اس طرف توجہ دلائی گئی:

- روزہ تمہارے جسم کو پاک کر دے گا۔
- روزہ تمہاری رُوح کو قوت دے گا۔
- روزہ تمہارا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط کر دے گا۔
- روزہ تمہیں سرمدی و ابدی نعمتیں دلائے گا۔
- روزہ تمہیں گناہوں سے پاک کر دے گا۔
- روزہ تمہیں صابر و شاکر بنا دے گا۔
- روزہ بھوک اور افلاس کی قدر جاننے والا بنا دے گا۔

Scanned with CamScanner

○ روزہ تمہیں ناداروں کا ہمدرد اور دُوسروں کا غمگسار بنا دے گا۔
○ روزہ تمہیں تمام رذالتوں سے دُور کر دے گا۔

پھر تمہارا جسم پاک، رُوح پاک، تمہارے اندر ملکی اوصاف پیدا ہو جائیں گے اور تمہیں قُربِ الٰہی حاصل ہو گا۔

ایامِ بیض کے روزے

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں دوپہر کے وقت حضور نبی اکرم رسُولِ معظم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کی بارگاہ بیکس پناہ میں سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب ارشاد فرمایا اور فرمایا: یَا عَلِیُّ هٰذَا جِبْرِیْلُ یُقْرِءُكَ السَّلَامَ۔

"اے علی! یہ جبریل (علیہ السلام) تجھے سلام کہتا ہے۔"

عَلَیْكَ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللهِ۔

"یا رسُول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ پر اور جبریل پر سلام ہو۔"

اس پر رسول اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اُدْنُ مِنِّیْ فَدَنَوْتُ مِنْهُ۔

"میرے قریب ہو جا۔ پس میں آپ کے قریب ہو گیا۔"

تو فرمایا "اے علی! جبریل امین تجھے کہہ رہا ہے کہ ہر ماہ کے تین روزے رکھا کرو، تیرے لیے پہلے دن کے روزے کے بدلے دس ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔ دُوسرے دن کے بدلے تیس ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا اور تیسرے دن کے روزے کے بدلے ایک لاکھ سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔"

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم شفیع الاُمم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)

Scanned with CamScanner

هٰذَا الثَّوَابُ لِیْ خَاصَّةً اَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً۔

"یہ ثواب خاص میرے لئے ہے یا کہ عام لوگوں کے لئے بھی ہے۔"

تو حضور اکرم رسُولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ)

یُعْطِیْكَ اللهُ هٰذَا الثَّوَابَ وَلِمَنْ یَعْمَلُ بِعَمَلِكَ بَعْدَكَ۔

"اللہ تعالیٰ یہ ثواب تجھے اور تیرے بعد جو یہ عمل کرے، عطا فرمائے گا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اب میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، وہ کون سے دن ہیں؟ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اَیَّامُ الْبِیْضِ۔ یعنی تیرہ ۱۳، چودہ ۱۴۔ پندرہ ۱۵ تاریخ والے دن ہیں۔"

کسی نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پوچھا: "ان دنوں کو ایام بیض کیوں کہتے ہیں؟" تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا" جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تو دھوپ کی وجہ سے آپ کے جسمِ مبارک کا رنگ سیاہی مائل ہو گیا، تو آپ کی بارگاہ میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا رنگ سفید ہو جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:

فَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَالِثَ عَشَرَ وَرَابِعَ عَشَرَ وَخَامِسَ عَشَرَ۔

"تو آپ ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھا کرو۔"

سیدنا آدم علیہ السلام نے پہلے دن کا روزہ رکھا تو جسم مبارک کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا۔

دوسرے دن روزہ رکھا تو دو حصے جسم مُبارک سفید ہو گیا۔

تیسرے دن روزہ رکھا، تو آپ کا پورا جسم مُبارک سفید ہو گیا۔

اس لئے ان دنوں کا نام ایام بیض ہے۔ (غنیۃ الطالبین عربی ج ۲ ص ۲۵)

روزے کی تعریف

برادرانِ اسلام! روزے کو عربی زبان میں صوم کہتے ہیں۔ صوم کا معنیٰ ہے رُک جانا۔ اور اصطلاحِ شریعت

میں اس کی تعریف یہ ہے کہ: اَلْاِمْسَاكُ عَنِ الْمُفْطِرَاتِ مَعَ اِقْتِرَانُ النِّيَّةِ بِهٖ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ۔ (تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۷۳)

"روزے کی نیت کے ساتھ ہر قسم کے مفطرات یعنی کھانے پینے اور جماع سے رُک جانا۔"

تو معلوم ہوا کہ روزہ کی نیت کے ساتھ طلوعِ فجر یعنی پو پھٹنے سے لیکر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور مُباشرت سے باز رہنے کا نام ہے۔

- روزے کے وقت کی ابتداء پو پھٹنے سے شروع ہو جاتی ہے۔
- روزے کا وقت غروبِ آفتاب پر اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔
- روزے میں کھانا منع ہے۔ ○ روزے میں پینا منع ہے۔
- روزے کی حالت میں ہمبستری کرنا منع ہے۔

روزے کی حکمتیں برادرانِ اسلام! روزے میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکیم اور علیم ہے اور اس کا کوئی کام حکمت و دانائی سے خالی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی انجمن میں ایک بار ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط "میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں" ملائکہ نے عرض کیا: اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا۔ "ایسے کو (نائب) کریگا جو اس میں فساد کرے گا" ارشاد فرمایا: اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (پ ۱ آیت ۳۰ سورۃ بقرہ)

"مجھے معلوم ہے، جو تم نہیں جانتے۔"

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد پر روزہ فرض کیا، اور انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اُن کے اُمتی روزہ رکھتے رہے اور اُمتِ مصطفےٰ کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) پر بھی ایک ماہ کے روزے فرض فرمائے تاکہ ملائکہ کو اس حکمت کا علم ہو جائے کہ میں نے آدم (علیہ السلام) کو کیوں پیدا کیا؟

ملائکہ جن میں کھانے پینے اور شہوت کی طبعی طور پر صلاحیت نہیں ہے۔ ان خواہشات کو انسان میں پیدا کر کے روزہ رکھنے کا حکم دیا تاکہ فرشتوں کو معلوم ہو جائے کہ میرا بندہ خواہشات نفسانیہ کے باوجود بھی فقط میری رضا کے لئے اپنی خواہشات سے رُکا ہوا ہے اور روزہ رکھ کر میرے وصل و قُرب کا طالب ہے۔ حضرت مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حکمت کا یوں ذکر فرماتے ہیں ؎

چوں ملک تسبیح حق را کُن غذا تا رہی ہمچوں ملائک از اذا

"ملائکہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے غذا کر تاکہ تو بھی ملائکہ کی ابذا سے خلاصی پائے"

اندکے زیں شرب کم کُن بہرِ خویش تاکہ حوضے کوثرے یابی بہ پیش

"کچھ تو اس پینے سے کم کر اپنے لئے تاکہ حوضِ کوثر کو تُو پائے اپنے سامنے"

مائدہ عقل است نے نان و شوا نورِ عقل است اے پسر جاں را غذا

"دستر خوان عقل ہے نہ کہ روٹی اور سالن، نُورِ عقل ہے اے لڑکے رُوح کی غذا"

حکمت ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔ اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ - (قرآنِ کریم)

"پاک چیزیں، پاک لوگوں کے لئے ہیں۔"

جنّت پاک ہے، حُور و غلماں پاک ہیں اور اُمتِ مُسلمہ کے لوگ جب تک پاک نہ ہوں جنّت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پاکیزہ میوے نہیں کھا سکتے۔ پاک نہروں یعنی کوثر و سلسبیل کے جام کی لذّتیں نہیں اٹھا سکتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُمتِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روزوں سے نوازا تاکہ اُن کے گناہ جل جائیں اور بھوک اور پیاس کی آگ میں ڈال کر اُن کے وجودوں کو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک و صاف کر دیا تاکہ کل قیامت دوزخ کی آگ سے بچ کر پاک و صاف لوگ جنّت میں داخل ہو کر اس کی پاکیزہ نعمتیں حاصل کر سکیں۔

گناہ کی قسمیں گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں:۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری گناہوں کی معافی کا ذریعہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُمتِ مصطفوی

(علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے نماز کو بنایا۔ ارشادِ ربّانی ہے،

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔

اور باطنی گناہ، مثلاً تکبّر۔ غرور۔ ریاکاری۔ دُنیا کی محبت وغیرہ کے کفارہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے رمضان شریف کا روزہ عطا فرمایا تاکہ میرا بندہ پاک و صاف ہو کر میری رضا حاصل کرلے۔

تین پردے

برادرانِ گرامی! اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے راستے میں تین دیواریں ہیں، جن کی وجہ سے وصُول اِلیٰ اللہ تک پردہ ہے۔ اِن پردوں کو چاک کرکے وصُول اِلیٰ اللہ اور قربِ الٰہی کا ذریعہ روزہ ہے۔

(۱) انسانی بدن کا محبوب، کھانا، پینا اور خواہشاتِ نفسانیہ ہیں۔

(۲) دِل کا محبوب، بہشت اور اُس کے دَرجات و مراتب ہیں۔

(۳) جان کا محبوب، قرُبِ الٰہی ہے۔ مگر جسمانی خواہشات نے دل اور جان پر غلبہ پایا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ دل و جان، اس کے تابع ہو چکے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک ماہ کے روزے عطا فرمائے تاکہ میرا بندہ روزے کے ذریعے ان پردوں سے نِکل کر میرے قرب کو حاصل کرسکے۔

ے پاکیٔ نفس تساڈے کارن روزے لازم آئے
شاید ڈر کے غفلت چھوڑو پاک خدا فرماوے

ے تا غذائے اصل را قابل شوی — لقمہ ہائے نُور را اکل شوی

ے رُوح پرور کوبکو ہے عظمتِ ماہِ صیام
جلوہ افشاں چارسُو ہے طلعتِ ماہِ صیام

نفسِ اَمّارہ کا شکنجہ

آپ حضرات نے بغور مشاہدہ کیا ہوگا کہ جب ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنا ہو تو اسے آگ میں گرم کیا جاتا ہے۔ جب وہ

گرم ہو جاتی ہے، آگ کی حرارت اُس کی رگوں اور ریشوں تک پہنچ جاتی ہے اور اس میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے، تو اسے شکنجے میں رکھ کر کھینچا جاتا ہے تو وہ سیدھی ہو جاتی ہے۔ اس طرح نفس امّارہ جو کہ بُرائیوں اور گناہوں سے آلودہ ہے، اس سرکش کو روزہ کی آگ میں رکھ کر سیدھا کیا جاتا ہے تاکہ انسان منزلِ مقصود تک پہنچ سکے۔

ایک مثال

آپ نے دیکھا ہوگا کہ زرگر (سُنار) چند کوئلے کھٹیالی میں رکھ کر پھونکنا شروع کر دیتا ہے، وہ کالے کوئلے چند لمحات میں آگ سے چمک جاتے ہیں، وہ سونا پگھل جاتا ہے اور اس کا تمام کھوٹ جل جاتا ہے، اور وہ زر اِس قدر خالص ہو جاتا ہے کہ کوئی صراف اس پر کھوٹے ہونے کا عَیب نہیں لگاتا۔ اِس طرح رُوح تمہارا زر ہے، جو بدن میں رکھی گئی ہے اور مختلف طبیعتوں کے چند کالے کوئلے رکھے ہوتے ہیں۔ بھُوک کی آگ نفس کے کوئلوں پر رکھی گئی ہے۔ مجاہدات کی پھُونکنی سے پھونکا لگایا گیا۔ پھر وہ نفس کے کالے کوئلے شریعتِ مطہرہ کے نورُ سے منوّر و مجلّیٰ ہو گئے ؎

خوانِ نعمت ہے بچھا ہر جا صلائے عام ہے
لینے والے لے رہے ہیں برکتِ ماہِ صیام

یا یُوں کہہ دو: "رُوح سونا ہے" اور بدن کھٹیالی ہے۔

نفس و خواہشاتِ نفسانی کالے کوئلے ہیں، روزہ کی آگ نفس پر رکھی گئی ہے۔

ریاضت و مجاہدہ کی پھُونکنی سے اسے پھُونکا گیا ہے۔

نفس کے کالے کوئلے شریعتِ مطہرہ کے نورُ سے مجلّیٰ و مصفا ہو چکے ہیں۔

اور کھوٹے سونے کی طرح تمام عیب جل چکے ہیں اور مالکِ حقیقی یہ فرما رہا ہے:

لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ؕ

علاوہ ازیں روزے کی فرضیت کی کئی اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں، بطورِ نمونہ

Scanned with CamScanner

چند مثالیں پیش کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے اور صحیح معنوں میں روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! یا الٰہ العالمین!

- جیونکر فرض تساں تھیں پہلے آیا حکم قرآنوں
روزے فرض تساڈے اوپر قائم ماہ رمضانوں
- ہے رب سخی نہ خالی موڑے اس دی صفت کریمی
نہ پرواہ کسے دی اُس نوں اوہ جبار قدیمی
- جس کو خود اللہ مل جائے اسے کیا چاہیئے
جانتے صائم ہیں کیا ہے قیمتِ ماہِ صیام

(۱) استقبالِ رمضان

عَنْ سَلْمَانَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ، شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهِ شَيْءٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى تَمْرَةٍ اَوْ عَلٰى شَرْبَةِ

مَاءٍ اَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ، وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهِ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَاَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ۔ (الترغیب والترہیب ص۹۵ ج۲ مشکوٰۃ شریف ص۱۷۳)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان المعظم کے آخری دن میں وعظ فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم پر عظمت والا اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہوا ہے،

وہ مہینہ جس میں ایک ہزار ماہ سے ایک رات افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کیے اور اس کی رات میں قیام کرنا (نماز تراویح پڑھنا) ثواب کی چیز بنائی یعنی سُنّت جو شخص اس ماہ میں ایک نفل پڑھے گا، تو ایسا ہے جیسے اور مہینوں میں فرض ادا کیا۔ یعنی فرض کا ثواب پائے گا اور جو اس ماہ میں فرض ادا کرے تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب (اجر) جنت ہے اور یہ مہینہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے کا ہے اور اس ماہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے، اس کے گناہوں کے لئے مغفرت ہے، اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی اور اس کے افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں سے کچھ کم ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) ہم میں سے ہر ایک وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ دار کا روزہ افطار کرائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا، جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک خرما (کھجور) یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلایا، اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پانی پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوگا۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا اوّل رحمت، اس کا درمیان مغفرت،

Scanned with CamScanner

اور اس کا آخر جہنم سے آزادی ہے، جو آقا اپنے غلام پر اس ماہ میں تخفیف کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرمائے گا"۔

ے کھل جاون آسماناں دے بوہے برکت اس ماہ پاروں
بند ہوون دروازے دوزخ سڑدی ہووے ناروں

ے ہر جو اس مہینے اندر کھانا رج کھواندا
حشر دیہاڑے اس بندے تے مولیٰ رحم کماندا

اس حدیث مُبارک میں حضور نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استقبالِ رمضان کے لئے شعبان کے آخری دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ اِس استقبالیہ خطبے میں ماہِ مکرم کی اہمیت کو بیان فرمایا؛

- ○ ماہِ رمضان انتہائی برکت و عظمت والا ہے۔
- ○ ماہِ رمضان کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔
- ○ ماہِ رمضان میں نماز تراویح کی بڑی فضیلت اور بہت تاکید ہے۔
- ○ ماہِ رمضان کا ایک نفل دُوسرے مہینوں کے فرض کے برابر ہے۔
- ○ ماہِ رمضان کا ایک فرض دُوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔
- ○ ماہِ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر جنت ہے۔
- ○ ماہِ رمضان ہمدردی و غمخواری اور پرہیزگاری کا مہینہ ہے۔
- ○ ماہِ رمضان میں ایثار و محبت کا سبق ملتا ہے۔
- ○ ماہِ رمضان نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔
- ○ ماہِ رمضان میں روزہ افطار کروانے پر ایک روزے کا ثواب ملتا ہے۔
- ○ ماہِ رمضان کا اوّل عشرہ رحمت کا ہے۔
- ○ ماہِ رمضان کا دُوسرا عشرہ مغفرت کا ہے۔

- ○ ماہِ رمضان کا آخری عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے۔
- ○ ماہِ رمضان میں مُلازم پر آسانی کرنے والے کی اللہ تبارک و تعالیٰ مغفرت فرما دے گا۔

ے نامے عملوں درج کریندے نیکی ہر ہر والوں
عیب تمامی بخشے خالق درجہ کامل سالوں

ے ہوگا اُس کی دید کا ارمان خود فردوس کو
جس نے حاصل کی ہے خیر و برکت ماہِ صیام

کس شان سے ماہِ رمضان آتا ہے — پُر نور نظر سارا جہان آتا ہے
افلاک سے جلووں کی برستی ہے پھبن — جب صبح و مسا وقتِ اذان آتا ہے

(۷) رمضان المبارک کی برکات

رُوِیَ عن اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَلَا یُغْلَقُ مِنْھَا بَابٌ حَتّٰی یَکُوْنَ اٰخِرُ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ وَلَیْسَ عَبْدٌ مُؤْمِنٌ یُصَلِّیْ فِیْ لَیْلَۃٍ فِیْھَا اِلَّا کَتَبَ اللہُ لَہٗ اَلْفًا وَخَمْسَ مِائَۃِ حَسَنَۃٍ بِکُلِّ سَجْدَۃٍ وَبَنٰی لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ مِنْ یَاقُوْتَۃٍ حَمْرَاءَ لَھَا سِتُّوْنَ اَلْفَ بَابٍ لِکُلِّ بَابٍ مِنْھَا قَصْرٌ مِنْ ذَھَبٍ مُوَشَّحٌ بِیَاقُوْتَۃٍ حَمْرَآءَ فَاِذَا صَامَ اَوَّلَ یَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ اِلٰی مِثْلِ ذٰلِکَ الْیَوْمِ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ وَاسْتَغْفَرَ لَہٗ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ مِنْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ اِلٰی اَنْ تَوَارٰی بِالْحِجَابِ وَکَانَ لَہٗ بِکُلِّ سَجْدَۃٍ یَسْجُدُھَا فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ بِلَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ شَجَرَۃٌ یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّھَا خَمْسَ مِائَۃِ عَامٍ۔

(الترغیب والترہیب ص ۹۲ ج ۲، جامع ترمذی ص ۸۶ ج ۱)

Scanned with CamScanner

ترجمہ: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ رمضان کی آخری رات تک۔ اور نہیں کوئی بندہ مومن جو نماز پڑھے رمضان کی رات میں، مگر لکھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے پندرہ سو نیکیاں ہر سجدے کے بدلے اور اُس کے لئے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے سُرخ یاقوت سے۔ اور اُس کے لئے ساٹھ دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے ساتھ ایک محل ہے سونے کا اور آراستہ کیا گیا ہے سُرخ یاقوت سے۔ پھر جب پہلے رمضان کا روزہ رکھتا ہے، تو اُس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کی مثل رمضان کے ہر دن کا ثواب دیا جاتا ہے اور استغفار کرتے ہیں، اُس کے لئے ہر دن ستر ہزار فرشتے صبح کی نماز سے سورج غروب ہونے تک اور اس آدمی کے لئے ہر اُس سجدے کے بدلے جو رمضان کے دنوں یا راتوں میں کرتا ہے، ایک درخت لگا دیا جاتا ہے جس کے سائے میں چلنے والے سوار کی مسافت پانچ سو سال کی راہ ہے۔"

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رمضان المبارک آتے ہی اپنے بندوں کو انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ اِسی لئے رمضان میں:

- ○ آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔
- ○ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔
- ○ ہر سجدہ پر پندرہ سو نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔
- ○ جنت میں سونے کا محل بنا دیا جاتا ہے۔
- ○ روزہ رکھنے پر اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں
- ○ ہر روزہ دار کے لئے ستر ہزار فرشتے فجر سے مغرب تک استغفار کرتے ہیں۔
- ○ ہر سجدے پر جنت میں درخت لگا دیا جاتا ہے۔

یہ مبارک اور بابرکت مہینہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم، رسولِ معظم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

- ○ ہمیں دولت ملی مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے
- ○ ہمیں عزت ملی مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے
- ○ ہمیں شہرت ملی مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے
- ○ ہمیں شوکت ملی مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے
- ○ ہمیں اسلام ملا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے
- ○ ہمیں ایمان ملا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے
- ○ ہمیں رحمان ملا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے
- ○ ہمیں قرآن ملا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے
- ○ ہمیں رمضان ملا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے

ے چوں تو خوشنود از قضائے حق شوی   عاقبت از اہلِ رضائے حق شوی

ے نازل ہوون فرشتے سارے دنیا اندر آ دن
مجلس ڈھونڈن نیکاں والی جس جگہ دی پاون

ے لُطف تو صابر ہے جبکہ بڑھ کے پہلو میں تجھے
روزِ محشر پیش داور طاعتِ ماہِ صیام

ایک مثال

جب کوئی دوست کسی دوست کی دعوت کرتا ہے، تو پہلے یہ بات بتا دیتا ہے کہ آپ کی ہمارے ہاں دعوت ہے، کوئی چیز گھر سے کھا کر نہ آئیں۔ میں نے آپ کے لئے طرح طرح کے کھانے تیار کروائے ہیں۔ میرے دسترخوان پر جس طرح آپ کا جی چاہے پیٹ بھر کر کھانا کھا لینا۔ اللہ ربّ العزت نے مؤمنوں کے لئے بہشت کا مہمان خانہ تیار کیا اور حکم دیا کہ چند یوم دنیا میں روزہ رکھو،

Scanned with CamScanner

ہمارے دسترخوان پر تمہارے روزے کی وجہ سے ہر طرح کے کھانے موجود ہیں جو چاہو سو کھاؤ۔ فرمان خداوندی ہے ، وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ

"تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے" (سورۃ حٰم سجدہ، آیت ۳۱)

"یہ لذیذ کھانے جنت میں آراستہ و پیراستہ رکھے ہیں مگر ان لاجواب کھانوں تک پہنچنے کے لئے ذرا صبر تو کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ چند روز بعد ہمارے دسترخوان پر ہماری رضا و لقاء کے ساتھ اپنے روزے افطار کرو۔"

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو روزہ رکھ کر جنت کی اعلیٰ نعمتوں کو پالیتے ہیں اور رب کریم کو بھی راضی کر لیتے ہیں۔

ے جنت نہراں تخت سنہری زیور زینت ناکاں
وچ مکان نورانی ہوون پہن عجب پوشاکاں

ے جامِ دیدار خدا کردم چناں مخمورم
کہ خمارش بہ نشیند بہ بہشت حورم

ے جس کو خود اللہ مل جائے، اُسے کیا چاہیئے
جانتے صائم ہیں کیا ہے قیمتِ ماہِ صیام

اُمتِ مصطفیٰ کیلئے غمخوار فرشتے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا، جس کا آدھا جسم تاریکی اور آدھا نور ہے ـــــ اور ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا، جس کا آدھا جسم برف اور آدھا آگ ہے ـــــ ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا، جس کا آدھا جسم ہوا اور آدھا مٹی سے ہے ـــــ اور یہ سب فرشتے اُمتِ مصطفیٰ کے گناہ گاروں پر روتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اُن کو منع فرماتا ہے کہ تم تو روتے ہو اور وہ فلاں فلاں گناہ کرتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں، مولا کریم! تو نے اُن کے لئے رمضان المبارک فرض نہیں کیا؟

ارشاد ہوتا ہے تم نے سچ کہا بے شک رمضان میں ہر روز پانچ مرتبہ ان پر میری رحمت ہوتی ہے۔ (نزہۃ المجالس ص ۱۳۵ ج ۱)

- ○ اُمتِ مصطفیٰ (علیہ السلام) کے گنہ گاروں پر فرشتے روتے ہیں۔
- ○ فرشتوں کا رونا استغفار ہے۔
- ○ یہ فرشتے اُمتِ مصطفیٰ (علیہ السلام) کے لئے دُعا و استغفار کرتے ہیں۔
- ○ رمضان شریف میں جس پر نظر رحمت ہو اُس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
- ○ رمضان شریف میں اللہ تعالیٰ پانچ مرتبہ نظر رحمت فرماتا ہے۔

ے من نگردم امر تا سودے کنم — بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

ے فضلِ پروردگار ہے روزہ — وجہِ افتخار ہے روزہ

روزہ خور کے لئے بددعا

روزہ نہ رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے وعید فرمائی ہے۔ حدیث پاک میں فرمانِ ذیشان ہے:

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ آمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ آمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ آمِيْنَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ آمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ آمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرُ عِنْدَهُ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ آمِيْنَ۔

(الترغیب والترھیب ج ۲، ص ۹۳)

Scanned with CamScanner

"حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضور نبی اکرم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ، ہم لوگ قریب حاضر ہوگئے۔ پھر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا، آمین! جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا، آمین! پھر تیسرے درجہ پر قدم اقدس رکھا تو فرمایا، آمین!

جب حضور رحمۃ للعالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے، تو ہم نے بارگاہِ اقدس میں عرض کیا: آج ہم نے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سُنی ہے کہ جو پہلے کبھی نہ سُنی تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس وقت جبریل علیہ السلام میرے سامنے آئے ہوئے تھے۔ جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کو پایا اور پھر بھی اُس کی مغفرت نہ ہوتی۔ میں نے کہا، آمین! میں دوسرے درجہ پر چڑھا، تو جبریلِ امین نے کہا: ہلاک ہوجائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور آپ پر درود نہ بھیجے میں نے کہا، آمین! جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا، تو جبریلِ امین نے کہا ہلاک ہو وہ شخص کہ جس نے اپنے سامنے اپنے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ان میں سے ایک کو پایا (اور وہ ان کی خدمت کرکے) جنت میں داخل نہ ہوسکا۔ میں نے کہا، آمین!"

اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ جبرائیل علیہ السلام نے تین قسم کے لوگوں کو بددعا دی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آمین فرما کر قبولیت کی مُہر ثبت کردی، وہ یہ ہیں:

(۱) جس کے سامنے حضور سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ نامی اسمِ گرامی لیا جائے اور وہ درود شریف نہ پڑھے۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ پاک سُن کر دُرود پڑھنا واجب ہے۔
○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا دافع البلاء ہے۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دُرود پڑھنا ذریعۂ رحمت و راحت ہے۔
○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دُرود پڑھنا باعثِ برکت و ذریعۂ نجات ہے۔
○ جو لوگ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سُن کر درود نہ پڑھیں وہ ہلاک ہیں۔
○ جو لوگ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود نہیں پڑھتے وہ رحمت سے محروم ہیں۔
○ جو لوگ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود نہیں پڑھتے وہ بدبخت ہیں۔

(۲) دُوسرا وہ شخص جو والدین یا ان میں سے ایک یا دو کو بڑھاپے میں پائے اور اُن کی خدمت کرکے جنت کو نہ پائے، وہ ہلاک ہوجاتے۔

○ والدین کا نافرمان ہلاک ہے ○ والدین کا نافرمان جہنمی ہے۔
○ والدین کا نافرمان رضائے الٰہی سے دُور ہے۔
○ والدین کی خدمت رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔
○ والدین کی خدمت ذریعہ جنت ہے ○ والدین کی رضا رضائے الٰہی ہے۔
○ والدین کی بڑھاپے میں خدمت زیادہ مقبول ہے۔
○ والدین کو محبت سے دیکھنا حج مبرور کا ثواب ہے۔
○ والدین کی خوشنودی میں خدا تعالیٰ خوش ہے۔
○ والدین کی ناراضگی سے خُدا تعالیٰ ناراض ہے۔ — الغرض:

ے تارک روزہ ساڑیا جاوے اندر دوزخ ناراں
ہکے ونجے دے بدلے سڑسی نوسوسال ہزاراں

(۳) تیسرا وہ شخص ہلاک ہے جو رمضان پائے، مگر اُس کا روزہ نہ رکھے۔

○ رمضان رحمت کا ذریعہ ہے ○ رمضان مغفرت کا ذریعہ ہے۔
○ رمضان گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے ○ رمضان رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔
○ رمضان باعثِ برکت ہے۔ ○ رمضان باعثِ نجات ہے۔

○ جس نے روزہ نہ رکھا، وہ ہلاک ہو گیا۔
○ جس نے روزہ نہ رکھا، وہ رحمتِ الٰہی سے دُور ہو گیا۔
○ جس نے روزہ نہ رکھا، وہ خائب و خاسر ہو گیا۔
○ جس نے روزہ نہ رکھا، وہ جہنم سے قریب ہو گیا۔

قیامت میں روزہ داروں کی دعوت

روایت میں ہے کہ روزہ داروں کے لئے قیامت کے دن عرشِ معلیٰ کے سائے تلے دسترخوان چنا جائے گا اور اس دسترخوان پر بیٹھ کر روزہ دار اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں کو نوشِ جاں فرمائیں گے، جبکہ دوسرے لوگ ابھی امتحان میں مبتلا ہوں گے۔ اِن روزے داروں کو دیکھ کر یہ لوگ حیران و پریشان ہوں گے کہ ہم تو امتحان کی مشکلات سے دوچار ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھا رہے ہیں۔ بارگاہِ لم یزل سے ارشاد ہو گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صبر کر کے روزہ رکھا کرتے تھے اور تم بے صبرے ہو کر روزہ نہیں رکھتے تھے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس واقعہ کو یوں نقل فرماتے ہیں:۔

لب فرو بند از طعام و از شراب — سُوئے خوانِ آسمانی کُن شتاب
"ہونٹوں کو کھانے پینے سے بند کر — تاکہ آسمانی دسترخوان حاصل ہو"

ایں دہان بستی دہانے باز شد — کو خورند لقمہ ہائے راز شد
"اس منہ کو بند کر ایک اور منہ کھل جائے گا، کہ وہ مُنہ راز دار لقمے کھائیں گے"

تا غذائے اصل را قابل شوی — لقمہ ہائے نُور را آکل شوی
"تاکہ اصل غذا کی طرف راغب ہو تُو — نُورانی لقموں کو کھانے والا ہو تُو"

اُمتِ نبوی کی خصوصیات

روزہ دار کے مُنہ کی بُو کستوری سے افضل ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانِ عالی شان ہے:

وَرُوِیَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیَتْ اُمَّتِیْ خَمْسَ خِصَالٍ فِیْ رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَھُنَّ اُمَّۃٌ قَبْلَھُمْ خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ وَتَسْتَغْفِرُ لَھُمُ الْحِیْتَانُ حَتّٰی یُفْطِرُوْا۔ وَیُزَیِّنُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ کُلَّ یَوْمٍ جَنَّتَہٗ۔ ثُمَّ یَقُوْلُ، یُوْشِکُ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ اَنْ یُّلْقُوْا عَنْھُمُ الْمُؤْنَۃَ لَا یَصِیْرُوْا اِلَیْکَ وَتُصَفَّدُ فِیْہِ مَرَدَۃُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَا یَخْلُصُوْا فِیْہِ اِلٰی مَا کَانُوْا یَخْلُصُوْنَ اِلَیْہِ فِیْ غَیْرِہٖ وَیُغْفَرُ لَھُمْ فِیْ اٰخِرِ لَیْلَۃٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَھِیَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ؟ قَالَ، لَا، وَلٰکِنَّ الْحَاصِلَ إِنَّمَا یُوَفّٰی أَجْرَہٗ اِذَا قَضٰی عَمَلَہٗ۔ (الترغیب ج ۲ ص ۳۰۲، کنز العمال ج ۸ ص ۳۰۲)

"حضرت سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو (رمضان شریف کے بارے میں) پانچ چیزیں خصوصی طور پر عطا کی گئیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں:۔

(۱) یہ کہ ان کے مُنہ کی بُو اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک مُشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۲) یہ کہ ان کے لئے دریا کی مچھلیاں دُعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک دُعا کرتی رہتی ہیں۔ (۳) یہ کہ جنت اُن کے لئے ہر روز آراستہ کی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قریب ہے کہ میرے نیک بندے دُنیا کی مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں۔ (۴) یہ کہ اس میں سرکش شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ لوگ ان بُرائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے، جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان شریف کی آخری رات آتی ہے تو روزے داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا" یا رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کیا یہ

Scanned with CamScanner

شبِ قدر ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، نہیں (بلکہ دستور یہ ہے) کہ مزدور جب کام ختم کرتا ہے تو اُسے مزدوری دی جاتی ہے۔“

حضور نبی اکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس حدیث میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے فقط اُمتِ مصطفوی کو عطا فرمائی ہیں اور کسی اُمت کو نہ دی گئیں۔

(۱) روزے دار کے مُنہ کی بدبُو جو کہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک و عنبر سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

○ یہ خوشبو دماغ پرور ہوگی۔ قیامت کے دن جب روزے دار قبروں سے اُٹھائے جائیں گے، تو اُن کی علامت یہ ہوگی کہ اُن کے مُنہ سے خوشبو آتی ہوگی۔ (دُرِّ منثور)

○ روزے دار کے مُنہ سے خوشبو آئے گی۔

○ روزے دار کے مُنہ سے قبروں سے اُٹھتے وقت خوشبو آئے گی۔

○ روزے دار کی علامت، قیامت میں اُس کے منہ سے خوشبو آئے گی۔

○ روزے دار کے مُنہ سے عطر سے اعلیٰ اور عمدہ خوشبو آئے گی۔

اور یہ اس لئے کہ اُس نے رضائے خدا اور اتباعِ مصطفےٰ علیہ السلام کو اپنایا۔ آج اللہ تعالیٰ نے گیسوئے مصطفےٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اُمتِ مصطفےٰ علیہ السلام کو ایسی خوشبو عطا فرمائی جو مشکِ ختن و عدن سے اعلیٰ ہے۔

ے اے حافظ مسکیں چہ کنی مشکِ ختن را   از گیسوئے احمد بستان عطرِ عدن را

ے واللہ! جو مِل جائے، میرے گُل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ چاہے کبھی دُلہن پھول!

ے روزے داروں کے دہن کی بُو ہے خالق کو پسند
مشک و عنبر کیا ہے بیشِ نکہتِ ماہِ صیام

(۲) دریاؤں اور سمندروں کی مچھلیاں روزے داروں کے گناہوں کی معافی کے لئے استغفار کرتی ہیں، یعنی مغفرت کی دُعا کرتی ہیں۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ؕ (پ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۹۷)

”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے (عنقریب) پیدا فرمادے گا خدائے مہربان اُن کے لئے (دلوں) میں محبت۔“

حضرت سیدنا ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو ارشاد فرماتا ہے کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ اب جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتا ہے اور آسمانوں پر آواز دیتا ہے کہ ”فلاں بندہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔“ تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کی مقبولیت زمین میں بھی ہو جاتی ہے ـــــ اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے ناراض ہو کر اُسے ناپسند کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میں فلاں شخص سے ناراض ہوں تو بھی اسے ناپسند کر۔ پھر جبرائیل علیہ السلام اسے ناپسند کرتا ہے اور جبرائیل علیہ السلام آسمانوں پر آواز دیتا ہے ”فلاں بندے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ۔“ پھر زمین و آسمان والے اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۵)

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان المبارک کے روزے رکھنے والوں کے لئے جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے۔

(۴) چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ سرکش شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس لئے شیاطین کو قید کر دیتا ہے کہ میرا بندہ ان کے مکر اور چکر سے بچ کر فقط میری ہی رضا کے لئے رمضان کی نیکیاں کما سکے اور مجھے راضی کر کے جنت کی اعلیٰ نعمتوں کو حاصل کر سکے۔

(۵) رمضان المبارک میں آخری رات کو اُمتِ مصطفےٰ علیہ السلام کی کثرت سے مغفرت ہو جاتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام اُمتوں پر اُمتِ مصطفےٰ علیہ السلام کو فوقیت و درجہ عطا فرمایا، اور پانچ چیزوں پر ایسی خصوصیت عطا فرمائی کہ کسی اور امت کو یہ چیزیں نہ ملیں۔

- روزہ دار کے مُنہ کی بدبُو مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار ہے۔
- روزہ داروں کی قبر میں علامت، اُن کے مُنہ کی خوشبو ہے۔
- روزہ داروں کی حشر میں علامت، اُن کے مُنہ کی خوشبو ہے۔
- روزہ داروں کے لئے دریا کی مچھلیاں دن رات دُعا کرتی ہیں۔
- روزہ داروں کے لئے جنت آراستہ کی جاتی ہے۔
- روزہ داروں کو بُرائی سے بچانے کے لئے شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔
- روزہ داروں کی رمضان کی آخری رات میں کثرت سے مغفرت ہوتی ہے۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خواب

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ رمضان شریف کی پہلی رات مجھ پر نیند نے غلبہ کیا۔ پس میں نے جنت کو دیکھا کہ گویا میں ایک ایسی نہر جو کہ موتی اور یاقوت سے بنی ہے، اُس کے قریب بیٹھا ہوا ہوں۔ میں نے جنت کی حوروں کو دیکھا، سُورج کی طرح اُن کے چہرے چمک رہے تھے۔ مَیں نے پڑھا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ تو انہوں نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا۔ اور کہنے لگیں کہ ہم رمضان شریف میں حمد کرنیوالوں، رکوع کرنیوالوں اور رکوع کرنیوالوں کے لئے ہیں۔"
(دُرّۃ النّاصحین ص۸ مطبوعہ مصر)

حضور سید العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے: جنت چار قسم کے لوگوں کی مُشتاق ہے:

(۱) وَتَالِیُ الْقُرْاٰنِ ۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے
(۲) وَحَافِظُ اللِّسَانِ ۔ اور زبان کی حفاظت کرنے والے
(۳) وَمُطْعِمُ الْجِیْعَانِ ۔ اور بھُوکوں کو کھانا کھلانے والے
(۴) وَالصَّائِمِیْنَ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ : اور رمضان کے روزے رکھنے والے

بابِ ریّان

عَنْ سَھْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ بَابًا یُقَالُ لَہُ الرَّیَّانُ یَدْخُلُ مِنْہُ الصَّائِمُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَا یَدْخُلُ مَعَھُمْ اَحَدٌ غَیْرُھُمْ یُقَالُ اَیْنَ الصَّائِمُوْنَ فَیَدْخُلُوْنَ مِنْہُ فَاِذَا اٰخِرُھُمْ اُغْلِقَ فَلَمْ یَدْخُلْ مِنْہُ اَحَدٌ۔ (مُسلم شریف ج۱ ص۳۶۳)

(بخاری شریف ج۱ ص۲۵۴، الترغیب والترہیب ج۲ ص۸۳)

" حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسُولِ کریم صاحبِ خُلقِ عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بیشک جنت کا ایک دروازہ ہے جس کو ریّان کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس دروازے سے روزہ دار ہی (جنت میں) داخل ہوں گے، دُوسرا کوئی داخل نہ ہوگا۔ کہا جائے گا روزے دار کہاں ہیں؟ پھر اس دروازے سے کوئی بھی شخص داخل نہ ہو سکے گا۔"

"جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں سے ایک دروازے کا نام "باب الریان" ہے۔ یہ دروازہ روزے داروں کے لئے مخصوص ہے۔ اس دروازہ کی یہ خاصیت ہے کہ جو اس سے داخل ہوگا، پیاس ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی یا اُس کو ایسا شربت پلایا جائے گا کہ جس سے پیاس ختم ہو جائے گی۔" (تفسیر عزیزی ص۶۴۳)

Scanned with CamScanner

رُوحانی بیماریوں کا علاج

برادرانِ اسلام! آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی آدمی بیمار ہوجائے اور اُس کا معدہ خراب ہوجائے تو ماہر حکیم سہال (پیچش) کی دوائی دیتا ہے تاکہ فاسد مواد ختم ہوجائے، اور حکیم جب دوائی دیتا ہے تو پرہیز کی نصیحت کرکے کہتا ہے "اگر تم پرہیز نہیں کروگے تو بیماری بڑھ جائے گی، بلکہ جان لیوا ثابت ہوگی"۔ ہم بھی بوجہ خواہشاتِ نفسانیہ کے بیمار پڑے ہوئے ہیں، جس کی دوائی حکیمِ ازلی کی طرف سے مُسہل (صفائی کرنے والی ہے) یعنی ذلت، نخوت اور تکبر و غرور سے نکال کر عزت و رفعت اور پرہیزگاری کی طرف مائل کرنے والی، جس سے انسان کی رُوحانی اصلاح و تربیت ہوجاتی ہے۔ اس کی رُوحانی دَوا توبہ و استغفار اور رمضان کا روزہ ہے اور اس کا پرہیز، کھانے پینے اور جماع اور شہوانی خیالات سے پرہیز ہے۔ دوا استعمال کرکے پرہیز کرلو تو دوا کا اثر رحمت، مغفرت، برکت، اور بابُ الرّیان سے داخل ہوکر حصُولِ جنت ہے۔

آؤ! ہم توبہ و استغفار کی دوا لیں۔ رمضان شریف کے ذریعے روزہ رکھ کر پرہیز کریں، اور صحت یاب ہوکر خدا تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کو پاکر جنت کے اعلیٰ درجات تک پہنچ جائیں۔

ہر رات میں مغفرت

عَنْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ اَوَّلَ لَیْلَۃٍ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجِنَانِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْھَا بَابٌ وَاحِدٌ شَھْرُ کُلَّہٗ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ بَابُ الشَّھْرُ کُلُّہٗ وَغُلَّتْ عُتَاۃُ الْجِنِّ وَنَادٰی مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی انْفِجَا الصُّبْحِ یَا بَاغِیُ الْخَیْرِ یَمِّمْ وَ اَبْشِرْ وَبَاغِیُ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَاَبْصِرْ ھَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ یُغْفَرُ لَہٗ

ھَلْ مِنْ تَائِبٍ یُتَابُ عَلَیْہِ ھَلْ مِنْ دَاعٍ یُّسْتَجَابُ لَہٗ ھَلْ مِنْ سَائِلٍ یُّعْطٰی سُؤْلَہٗ وَلِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عِنْدَ کُلِّ فِطْرٍ مِنْ رَمَضَانَ کُلَّ لَیْلَۃٍ عَتِیْقًا مِّنَ النَّارِ سِتُّوْنَ اَلْفًا فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْفِطْرِ اَعْتَقَ اللّٰہُ مِثْلُ مَا اَعْتَقَ فِیْ جَمِیْعِ الشَّھْرِ ثَلَاثِیْنَ مَرَّۃً سِتِّیْنَ اَلْفًا۔ (زواجر ج ۱ ص ۱۶۱، الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۱۰۲)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، پورا مہینہ — اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا پورا مہینہ — اور شیاطین کو بند کردیا جاتا ہے — اور رمضان کی ہر رات، ایک پُکارنے والا پُکارتا رہتا ہے صبح تک۔ اے خیر کے طلبگار تمام کر، اور خوش رہو — اے شر کے طلبگار رُک جا اور عبرت حاصل کر۔ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اُس کی بخشش کی جائے — ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اُس کی توبہ قبول کی جائے، ہے کوئی دُعا مانگنے والا کہ اُس کی دُعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اس کا سوال پورا کیا جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ رمضان شریف میں ہر روز افطاری کے وقت ساٹھ ہزار گنہ گار دوزخ سے آزاد فرماتا ہے، جبکہ عید کے دن اتنے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے تمام مہینے میں آزاد فرمائے گئے — (یعنی ہر روز، ساٹھ ہزار کے حساب سے)

- رمضان میں جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔
- رمضان میں رحمت کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔
- رمضان میں شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔
- رمضان میں دُعائیں درجہ قبولیت رکھتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

- رمضان میں افطاری کے وقت ساٹھ ہزار جہنمیوں کی مغفرت کی جاتی ہے۔
- رمضان کے بعد عید کا چاند نظر آنے پر پورے رمضان جتنے لوگوں کی مغفرت و بخشش ہوتی ہے۔

ے دوزخ اندر ڈالے جاون کُل شیطان زیانے
آتش پون زنجیراں گلاں وچ ہودن بہت نمانے

دِل کی اِصلاح

برادرانِ اسلام! اگر تیس ۳۰ روزوں کو چوبیس گھنٹوں سے ضرب دی جائے، تو تین سو ساٹھ گھنٹے بنتے ہیں اور بقول اطباء کے انسان کے بدن میں ۳۶۰ رگیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان عطا فرمایا اور فرمایا "اے بندے! تین سو ساٹھ ساعت اپنے نفس کو خواہشات سے دور رکھ تاکہ تین سو ساٹھ رگوں کو اپنی رحمت و عنایت سے پاک فرما کر تیرا وہ دل جو تیرے جسم کی رگوں کا مرکز و محور ہے، اسے اپنی رحمت کا منظر، اپنے نور کا مطلع اور اپنی معرفت کا مخزن بناؤں، اور اپنے قرب کی لذتوں سے سرفراز فرماؤں۔"

روزہ دار کے لئے دُعائیں

حضرت سیدنا جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم شفیعِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان میں کوئی آدمی اپنی نیند سے بیدار ہو اور اپنے بستر پر سے اُٹھ کر اِدھر اُدھر حرکت کرے (یعنی نیند دور کرے) تو ایک فرشتہ کہتا ہے: قُمْ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ وَرَحِمَكَ۔
"اُٹھ! اللہ تعالیٰ تجھے برکتیں اور رحمتیں عطا فرمائے۔"
اور جب نماز کی نیت کر کے بندہ اپنے بستر سے جدا ہوتا ہے تو اُس کے لئے بستر دعا کرتا ہے: "اے اللہ! اسے فرش مرفوعہ (جنتی فرش) عطا فرما۔"
اور جب لباس پہنتا ہے تو لباس دعا کرتا ہے: "اے اللہ! اسے جنت کا لباس عطا فرما۔"

اور جب جوتا پہنتا ہے تو جوتا دعا کرتا ہے: اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَاهُ عَلَى الصِّرَاطِ
"اے اللہ تعالیٰ! اس کے قدموں کو صراطِ مستقیم پر ثابت رکھ۔"
اور جب برتن میں کھانا کھاتا ہے، تو برتن دعا کرتا ہے:
"اے اللہ تعالیٰ! اسے جنت کے برتن عطا فرما۔"
اور جب وضو کرتا ہے، اس کے لئے پانی دعا کرتا ہے:
"اے اللہ تعالیٰ! اسے تمام گناہوں سے بری اور پاک فرما۔"
اور جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو (نماز کا گھر یا مسجد) دعا کرتے ہیں:
اَللّٰهُمَّ وَسِّعْ قَبْرَهٗ وَنَوِّرْ حَضْرَتَهٗ وَزِدْ رَحْمَتَهٗ۔
"اے اللہ تعالیٰ! اس کی قبر وسیع کر دے، اور اس کی قبر کو منور کر دے اور رحمت کو زیادہ کر دے۔"
اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
مِنْكَ الدُّعَاءُ وَمِنَّا الْاِجَابَةُ۔ "تمہاری دعاؤں کو ہم نے قبول کیا" اور تمہارے سوال کو پورا کیا اور تمہارے استغفار پر میں نے اپنے بندوں کو معاف کر دیا۔ (دُرّۃ الناصحین ص ۸)

صابروں کا اجر

اللہ ربّ العزت جلّ شانہٗ کا ارشادِ گرامی ہے: اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورۃ الزمر، آیت ۱۰، پارہ ۲۳)
"ترجمہ: "صابروں ہی کو اُن کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔"
صبر، مصائب و آلام کے برداشت کرنے کا نام ہے، روزہ کی مشقت برداشت کر کے جو شخص روزہ مکمل کر لیتا ہے، وہ صابر ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ صابروں کو بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔

Scanned with CamScanner

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "صبر کا معنیٰ روزہ ہے اور صابر لوگ وہ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں — تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ روزہ داروں کو ان کے روزوں کا ان گنت ثواب دے گا۔ بخلاف باقی عبادتوں کے کہ ان کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا دیا جائے گا، مگر روزہ کا ثواب ان گنت اور بے شمار ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱، ص ۲۳۸)

آگرچہ کسی نعمت کے ملنے پر شکر الٰہی ادا کرنا صبر ہے، مگر اعلیٰ درجے کا صبر یہ ہے کہ سب کچھ ہونے کے باوجود حکم الٰہی کی اطاعت بجا لاتے ہوئے صبر کیا جائے اور ایسے صابرین کے بارے میں حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

دو خوشیاں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃٍ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یَدَعُ شَھْوَتَہٗ وَطَعَامَہٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ عِنْدَ فِطْرِہٖ وَفَرْحَۃٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّہٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ وَالصِّیَامُ جُنَّۃٌ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۵۴ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۳۔ مسلم شریف ج ۱ ص ۳۶۳، الترغیب والترھیب ج ۲، ص ۱۸، التاج الجامع للاصول ج ۲، ص ۴۶)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کا عمل بڑھایا جاتا ہے، ایک نیکی دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک — اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مگر روزہ کہ (اس کا ثواب بے شمار ہے) بے شک وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ دار اپنی خواہش

اور کھانا میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ا۔ ایک خوشی افطاری کے وقت اور ایک خوشی اللہ تعالیٰ کے دیدار کے وقت' اور روزہ دار کے منہ کی خوشبو' اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ ڈھال ہے۔"

ہ افضل درجہ روزے داراں انت حساب آوے
خود ئیں ولوں بدلہ روزے داراں پاک خدا فرماوے

ہ ایک رکعت کا صلہ ملتا ہے ستر سے سوا
اللہ اللہ ہے یہ اجر طاعت ماہ صیام

○ ہر عمل کا بدلہ خلوص نیت کے مطابق دیا جاتا ہے۔
○ ایک نیکی کے بدلے کم از کم دس فیصد ثواب دیا جاتا ہے۔
○ ایک نیکی پر زیادہ سے زیادہ ثواب سات سو گنا دیا جاتا ہے۔
مگر ○ روزے کا ثواب بے حساب دیا جاتا ہے

فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کا مفہوم بہت وسیع ہے — علامہ ابن عیینہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک روزہ دار بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوگا، اُس نے لوگوں کے حقوق دینے ہوں گے، لوگ آئیں گے اپنا حق طلب کریں گے، تو لوگوں کو اُس کی عبادت سے حق دیا جاتے گا۔ کوئی نماز لے جائے گا، کوئی حج، کوئی عمرہ، کوئی صدقہ وخیرات — یہاں تک کہ اب صرف اُس کے پاس روزہ رہ جائے گا، مگر وہ حقدار جن کے حقوق اس کے ذمہ ابھی باقی ہوں گے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اس کی تمام عبادات اس کے کھاتے سے حقداروں کے حقوق پورے کرنے کے لئے دے دی گئی، مگر روزہ کسی کو نہ دیا جائے، کیونکہ یہ صرف میرے لئے ہے اس لئے یہ کسی کو نہ دیا جائے اور اللہ تعالیٰ حق داروں کا حق پورا اپنی عنایت سے فرمادے گا اور اس روزہ دار کو روزہ کے بدلے جنت عطا کرے گا۔

Scanned with CamScanner

○ صدقہ کا بدلہ جنت ○ نماز کا بدلہ جنت
○ حج کا بدلہ جنت ○ زکوٰۃ کا بدلہ جنت

مگر ○ روزہ میرے لئے ہے ـــــ اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا ـ یعنی اس کے بدلے کا تعین نہیں فرمایا ـ مقصد یہ ہے کہ میں جتنا چاہوں گا اس کا بدلہ عطا کروں گا ـ یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے بندے! تونے روزہ میرے لئے رکھا، اس کے صلہ میں، میں تجھے اپنا دیدار کراؤں گا ـــــ جو سب سے بڑا انعام ہے ـ

اَلصَّوْمُ جَزَاءُہٗ لِقَاءِیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ وَیَنْظُرُ اِلَیَّ وَیُکَلِّمُنِیْ وَاُکَلِّمُہٗ بِلَا رَسُوْلٍ ـ (دُرَّۃ النّاصحین ص۱۲)

"روزے کی جزا میری لقا ہے کہ میں روزے دار کو دیکھتا ہوں اور وہ مجھے دیکھے گا اور روزہ دار مجھ سے کلام کرے گا اور میں اس سے کلام کروں گا بغیر کسی قاصد کے"

لقاءِ پروردگار کے حصول کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے جنت میں بے شمار نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں اور ان نعمتوں سے عظیم تر نعمت دیدارِ الٰہی ہے ـ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں پر روزہ فرض فرمایا تاکہ یہ نفسانی خواہشات میں صبر کر کے بھوک اور پیاس کی تلخی کو برداشت کریں، تاکہ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں، رُوحانیت غالب آجائے اور رُوحانی قوت حاصل کر کے جمالِ ربّانی کی لذتوں سے شادکام ہو جائیں اور خوشی و مسرت کے دروازے تم پر کھل جائیں ـ

رمضان المبارک کی سفارش

قیامت کے دن، رمضان المبارک اچھی صورت میں سامنے آئے گا، اور بارگاہِ ربّ العالمین جلّ شانہٗ میں سجدہ کرے گا ـ تو اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:ـ

یَا رَمَضَانَ سَلْ حَاجَتَکَ؟ اے رمضان! اپنی حاجت بیان کر
وَخُذْ بِیَدِ مَنْ عَرَفَ حَقَّکَ ـ اور جس نے تیرا حق پہچانا اُسے پکڑ لے،

تو رمضان محشر کے میدان میں چکر لگاتے گا اور جس نے رمضان کا حق پہچانا (یعنی روزہ رکھا) اسے پکڑ لے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا ہو جائے گا، تو اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: "اے رمضان! بتا تو کیا چاہتا ہے؟" تو وہ کہے گا: "میں ارادہ کرتا ہوں کہ اِس روزے دار کو عزت و وقار کا تاج پہنایا جائے ـ" تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایک ہزار تاج عنایت فرماتے ہوئے ستر ہزار گناہ معاف فرمائے گا اور ایک ہزار حُوریں عطا کرے گا اور ہر حور کے ہمراہ ستر ہزار خادمائیں ہوں گی ـ پھر بُراق پر سوار ہو گا، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: "اب کیا چاہتا ہے اے رمضان"؟ تو وہ عرض کرے گا: "اس روزہ دار کو اپنے نبی مکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جوار میں اتار دیجئے" تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت الفردوس میں اتارے گا ـ تو اللہ ربّ العزت فرمائے گا: "اے رمضان! اب کیا چاہتا ہے؟" تو عرض کرے گا: "اے اللہ! تونے میری حاجت تو پوری کر دی مگر تیری کرامت کہاں ہے؟" تو اللہ تعالیٰ ایک سو سُرخ یاقوت کے شہر عطا فرمائے گا، جس پر زبرجد کا نقش و نگار ہو گا اور ہر شہر میں ایک ہزار محل ہو گا اور اِن محلوں میں روزہ دار ٹھہریں گے ـ (دُرّۃ النّاصحین ص۹ مطبوعہ مصر)

؎ جس کو خود اللہ مل جائے اُسے کیا چاہیے
جانتے صائم ہیں کیا ہے قیمتِ ماہِ صیام

مغفرت کا ذریعہ

حضور سیّد العالمین ختم المرسلین رحمتِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمان ذیشان ہے:ـ

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ـ

(کنز العمال ص۲۹۷ ج۲، بخاری شریف ص۲۷ ج۱)

"جس شخص نے رمضان کا روزہ ایمان اور احتساب سے رکھا، اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

کیسے ہور دے ہتھ میں کیوں ویکھاں بخشنہار جد تیرے سوا کوئی نئیں
تیرا افضل جے شامل حال ہووے کیسے ہور شے دا میتوں چاہ کوئی نئیں

تعظیم رمضان کی برکت

ایک شخص ایسا تھا، جو نماز نہیں پڑھتا تھا البتہ جب رمضان آتا تو خوب تیاری کرتا، اچھا لباس پہنتا اور روزے رکھتا، گزشتہ کو قضا کرتا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو اس نے کہا، هٰذَا الشَّهْرُ التَّوْبَةِ وَالرَّحْمَةِ وَالْبَرَكَةِ عَسَى اللّٰهُ عَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنِّيْ بِفَضْلِهٖ "یہ توبہ اور رحمت و برکت والا مہینہ ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے معاف فرما دے گا۔"

پھر یہ شخص مر گیا۔ کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا: "اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟" تو کہنے لگا، غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ بِحُرْمَةِ تَعْظِيْمِيْ رَمَضَانَ۔ "اللہ تعالیٰ نے میرے گناہوں کو رمضان کی تعظیم کی وجہ سے معاف کر دیا۔"

(درۃ الناصحین، ص۹ مطبوعہ مصر)

اور حضور نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد مبارک ہے:

اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۲۹)

"روزہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی ڈھال ہے۔"

یعنی جس طرح تلوار کا حملہ ڈھال کے ذریعے بچایا جاتا ہے۔ اسی طرح بندہ روزے کے ذریعے عذاب الٰہی سے بچ جاتا ہے۔

مجوسی کا احترام رمضان

بصرہ شہر میں مجوسی (آتش پرست) کا لڑکا مسلمانوں کے بازار میں رمضان المبارک میں کھانا

کھا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر باپ نے اس لڑکے کے منہ پر طمانچہ مارا اور سخت ناراض ہوا۔ لڑکا کہنے لگا: "ابا جی! تم بھی تو رمضان میں روزانہ کھانا کھاتے ہو؟" باپ کہنے لگا، "یقیناً میں روزہ نہیں رکھتا، مگر گھر میں بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں۔ لوگوں کے سامنے اس لئے کھانا نہیں کھاتا تاکہ مسلمانوں کے روزے کی بے حرمتی نہ ہو۔" چنانچہ اس شخص کے مرنے کے بعد بخارا کے کسی نیک آدمی نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ٹہل رہا ہے۔ پوچھا: "تو جنت میں کیسے آگیا؟" تو وہ کہنے لگا: "میں مجوسی تھا، مگر جب موت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے رمضان کے احترام کی برکت سے اسلام عطا فرمایا اور میں مسلمان ہو کر مرا اور رمضان کے احترام کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گیا۔"

(نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۳۶، درۃ الناصحین ص ۹)

روزہ ڈھال ہے

جس طرح دوران جنگ تلوار کے وار کی روک تھام ڈھال ہے، اسی طرح شیطان کے وار سے بچاؤ کی ڈھال روزہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: قَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الصِّيَامُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا۔ (نسائی شریف ج ۱، ص ۲۴۱)

"حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اس کو پھاڑا نہ جائے۔"

یعنی جس طرح میدان جنگ میں دشمن سے ڈھال کے ذریعے اپنی جان کی حفاظت کی جاتی ہے، اس طرح روزہ کے ذریعے شیطان کے مکر سے ایمان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یا یوں کہہ سکتے ہو کہ "روزہ دوزخ میں جانے سے بچنے کا ذریعہ ہے جو دوزخ کی آگ سے بچانے کی ڈھال ہے۔"

Scanned with CamScanner

عرض کی: "یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے؟"
تو ارشاد فرمایا: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ
حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۷۶)
"جو شخص جھوٹی بات اور برے عمل نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اُس کے کھانے پینے کے چھوڑنے میں کوئی حاجت نہیں ہے۔"

تو معلوم ہوا روزہ پورے جسم کا ہے نہ کہ بھوکے پیاسے رہنے کا نام روزہ ہے۔

زبان کا روزہ زبان کا روزہ یہ ہے کہ تلاوت کی جائے، ذکرِ الٰہی کیا جائے، قرآنِ مقدس پڑھا جائے، درود پاک کا ورد کیا جائے۔ لغو گفتگو، بکواس، گالی گلوچ سے بچا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "جس کا روزہ ہو بیہودہ نہ بکے اور نہ چیخے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑے تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔" (مشکوٰۃ شریف ص۱۷۳)

برادرانِ گرامی! جھوٹ کا تو ہر آدمی کو پتہ ہے، مگر غیبت کیا ہے یہ بتلانا ضروری ہے؛ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگر کسی آدمی میں کوئی عیب ہو اور اُس کی پیٹھ کے پیچھے کہا جائے تو غیبت ہے اور اگر عیب نہ ہو اور عیب کہا جائے تو بہتان ہے، جو اس سے بڑھ کر گناہ ہے۔" (مسلم شریف ج ۱، ص ۱۲۱)

پیٹ کا روزہ پیٹ کا روزہ یہ ہے کہ رزقِ حلال کھائے اور روزہ رکھے اور رزقِ حلال سے روزہ افطار کرے۔ جو لوگ رزقِ حرام سے (یعنی کم تول کر، کم ناپ کر، رشوت لے کر اور دھوکہ دے کر کمائی کرتے ہیں) روزہ رکھتے ہیں، اُن کا حال اُس شخص کی طرح ہے، جو بوجہ بیماری کے دوائی تو کھا لیتا ہے مگر اس میں تھوڑا سا زہر ملا دیتا ہو۔ ایسی دوائی ہرگز مؤثر ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ جان لیوا ہو سکتی ہے، خواہ وہ کتنی ہی اعلیٰ دوائی کیوں نہ ہو۔

کان کا روزہ روزے کی حالت میں اپنے کان سے نیک اور اچھی باتیں سنی جائیں جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، گانا بجانا ہرگز نہ سنا جائے اور جھوٹ اور غیبت کے سننے سے باز رہا جائے۔ حضور سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے: اَلْمُغْتَابُ وَالْمُسْتَمِعُ شَرِيْكَانِ فِي الْاِثْمِ ۔ (احیاء العلوم ج ۱، ص۲۴۲)
"غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔"

ہاتھ اور پاؤں کا روزہ ہاتھ اور پاؤں کا روزہ یہ ہے کہ قرآن پاک، احادیثِ مبارکہ اور کتبِ فقہ کو ہاتھوں سے پکڑا جائے۔ مشائخِ عظام و علماءِ کرام سے مصافحہ کرے، یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے، کم نہ تولے، کم نہ ناپے، ہاتھ سے کسی پر ظلم نہ کرے، پاؤں سے مسجد کی طرف چل کر جائے اور گناہ کے کاموں کی طرف چل کر جانے سے اپنے پاؤں روکے۔

آنکھ کا روزہ آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک، احادیثِ مبارکہ، کتبِ اسلامی کا مطالعہ کرے۔ غیر محرم عورتوں کو نہ دیکھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے: "آنکھ کی نظر ابلیس ملعون کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔ جو شخص اس سے بچے گا اللہ تبارک و تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے ایسا ایمانی نور عطا فرمائے گا کہ اس کی لذت اپنے دل میں محسوس کرے گا۔" (احیاء العلوم ج ۱، ص۲۴۲)

دل و دماغ کا روزہ دل و دماغ میں حیا کا حسن ہو، عبادت کا خیال ہو، ایمانی نور کا جمال ہو، وصالِ اِلٰہ العالمین کا خیال ہو، ہر گناہ، ہر لغو، ہر بیہودگی، ہر بُرائی سے دل و دماغ خالی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:
كَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاۗءُ وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ ۔ (مشکوٰۃ ص۱۷۷، ترمذی ص)
"بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ سوائے پیاس کے انہیں کوئی ثواب نہیں، اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ جن کو جاگنے کے سوا کچھ فائدہ نہیں۔"

○ روزہ دار سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا۔

○ روزہ دار کو اللہ تعالیٰ دیدار عطا فرمائے گا۔

○ روزہ دار کو نورانی تاج پہنایا جائے گا۔

○ روزہ دار کو جنت الفردوس میں محل دیا جائے گا۔

○ روزہ دار کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں ○ روزہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔

○ روزہ زبان کا ذکر الٰہی ہے ـــــ گالی گلوچ، غیبت سے پرہیز کرنا ہے۔

○ روزہ پیٹ کا رزق حلال ہے ـــــ حرام کے رزق سے بچنا ہے۔

○ روزہ کان کا، اچھی باتیں سننا ہے ـــــ گالی اور فحش گوئی سے بچنا ہے۔

○ روزہ ہاتھ کا، دین ہاتھ میں پکڑنا ہے ـــــ کم تول، کم ناپ اور ظلم سے بچنا ہے۔

○ روزہ پاؤں کا، نیک کام کی طرف چل کر جانا ہے ـــــ گناہ کی طرف چل کر جانے سے بچنا ہے۔

○ روزہ آنکھ کا، قرآن پاک و دینی کتب کا پڑھنا ہے ـــــ غیر محرم پر نظر کرنے سے بچنا ہے۔

○ روزہ دماغ کا، نیکی کی فکر کرنا ہے ـــــ اور گناہ کے خیال سے بچنا ہے۔

○ روزہ دل کا، دل میں نیک کام کو جگہ دینا ہے ـــــ اور برائی کو جگہ دینے سے بچنا ہے۔

ـہ معنی روزہ کھادن پیون، وطیوں ترک سنائیں
شروع صبح صادق تھیں روزہ مغرب ویلے تائیں

ـہ چشماں، بینی، گوش، زبانوں تے ہتھ پیراں تائیں
بند کرے سب حرص ہوا ساں پاوے فضل عطائیں
کھاناں پیناں حشر دیہاڑے اول روزے داراں
سایہ عرش معلیٰ ہوسی پاون عیش بہاراں

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سحری و افطاری

نَحْمَدُهٗ وَنَشْكُرُهٗ عَلٰى اِبْقَانَا اِلٰى شَهْرِ رَمَضَانَ وَمَا اَدْرٰكَ مَا شَهْرُ رَمَضَانَ شَهْرٌ تُفَتَّحُ فِيْهَا اَبْوَابُ الْجَنَّةِ لِلْعٰلَمِيْنَ وَتُغْلَقُ اَبْوَابُ النَّارِ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (سورۃ بقرہ، آیت ۱۸۷)

"اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے۔ سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر، پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔"

برادرانِ اسلام! اسلام میں اولاً یہ حکم تھا کہ روزہ افطار کر کے سونے سے پہلے جو کھا لیا سو کھا لیا، سوتے ہی کھانا پینا حرام ہو جاتا تھا۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ روزے کا وقت صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ سحری و افطاری کے فضائل اور مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خیط الابیض و خیط الاسود سے مراد دو دھاگے ہیں جو سیاہ اور سفید کے ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

ارشاد فرمایا: لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ

"نہیں اس سے مراد رات کی تاریکی اور دن کی روشنی ۔"

صبح کے وقت ایک روشنی بلندی سے پستی کی طرف پھیلتی ہے جو چند لمحات بعد غائب ہو جاتی ہے۔ یہ صبح کاذب ہے، اس کا وقت رات میں شامل ہے۔ چند لمحات بعد ایک روشنی دائیں بائیں سے پھیلتی ہے، اس کا نام صبح صادق ہے۔ اب روزے کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ آجکل تو سارا معاملہ انتہائی آسان ہو چکا ہے، اس لئے اوقات کا نقشہ بن گیا ہے، اور سورج غروب ہونے تک روزے کا وقت ہے ۔۔۔ سحری اور افطاری ذرا غور و فکر سے کریں اور سحری روز کھائیں، اس میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار رحمتیں اور برکتیں رکھی ہوئی ہیں ۔۔۔

ہے تراویح سحر و افطار کے اوقاتِ خاص
رحمتِ ماہِ صیام و برکتِ ماہِ صیام

اس آیتِ مقدسہ کا شانِ نزول مفسرین کرام علیہم الرضوان یوں بیان کرتے ہیں: ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ رات کو جب تک بیدار رہے، کھا پی سکتا ہے اور افطاری سے سونے تک کھانے پینے اور جماع کرنے کے اُمور سر انجام دے سکتا ہے، مگر جب بھی سو جائے روزے کا وقت شروع ہو جاتا تھا۔ اب نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے اور نہ جماع کر سکتا ہے کیونکہ اب روزے کا وقت ہو گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ روزہ سو جانے سے شروع ہو جاتا تھا اور ابتدائے وقت سونے سے شروع ہو جاتا تھا، چاہے رات کے کسی حصے میں سو جاؤ۔

حضرت صرمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ ایک دن کام کر کے شام کو تھکے ہارے گھر آئے اور بیوی سے پوچھا کہ کھانے کو کچھ ہے؟ جواب ملا کہ ابھی تو کچھ بھی نہیں، میں تو آپ کا انتظار کر رہی تھی کہ آپ آئیں آٹا لائیں اور میں پکا کر حاضر کر دوں۔ پھر کہا "میں ابھی جاتی ہوں اور کسی سے اُدھار آٹا لے کر آتی ہوں۔" اب ان کی زوجہ تو آٹا

لینے چلی گئیں اور حضرت صرمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تھکے ہارے تھے سو گئے۔ واپس آ کر دیکھا کہ شوہر نامدار تو سو گئے ہیں، سخت پریشان ہوئیں کہ اب یہ رات اور کل کا دن بھوکے پیٹ کیسے گزرے گا؟ اُن کی آنکھ لگنے سے تو اُن کا روزہ شروع ہو چکا ہے۔ اب دن چڑھا تو حسبِ دستور اپنی کھیتی باڑی میں مصروف ہو گئے۔ آدھا دن گزرا، بھوک پیاس نے ستایا تو بیہوش ہو گئے۔ حضور سید العالمین، جانِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں صحابہ کرام نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ "اب تمہارے روزے کی ابتداء رات سے نہیں، بلکہ طلوعِ فجر سے ہو گی۔" جب صحابہ کرام نے اس آیتِ کریمہ کو سُنا کہ رات کو کھانے پینے کی چھٹی مل گئی ہے اور یہ حکم ملا ہے کہ روزے کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہوتا ہے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان بہت خوش ہوئے۔

صحابہ کرام کو روزے سے کس قدر پیار تھا کہ نہ بھوک کی پرواہ کی نہ پیاس کی اور نہ بیہوش ہونے کی فکر۔ فکر ہے تو صرف یہ کہ حکمِ ربُّ العالمین جلّ شانہٗ کی تکمیل ہو جائے۔

بس ایک صحابی کا بیہوش ہو جانا اُمتِ مصطفےٰ علیہ السلام کے لئے وسیلۂ رحمت بنا اور قیامت تک مسلمانوں کو رات کے کھانے پینے اور بیوی سے قربت کی اجازت مل گئی اور اب سحری کو مسلمانوں کی امتیازی علامت قرار دے دیا گیا۔

اہلِ اسلام کا روزہ

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اُكْلَةُ السَّحَرِ۔

(مشکوٰۃ شریف ص۱۷۵، مسلم شریف ص ۔)

"ہم اہلِ اسلام اور اہلِ کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا کھانا ہے۔"

یعنی مسلمان سحری کھا کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کرتے ہیں اور اہلِ کتاب اس سعادت سے محروم لوگ ہیں۔

Scanned with CamScanner

سحری میں برکت

سرکارِ دوعالم نبی اکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ السُّحُوْرَ بَرَکَۃٌ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۵۵)

"سحری کھایا کرو، بے شک سحری کھانے میں برکت ہے۔"

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت پر کمالِ شفقت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَجِّلُوا الْاِفْطَارَ وَاَخِّرُوا السُّحُوْرَ۔ (کنز العمال ج ۸ ص۳۲۶)

"افطار میں جلدی کرو اور سحری میں تاخیر کرو۔"

یعنی سورج غروب ہوتے ہی افطار اوّل وقت میں کرو اور سحری آخری وقت میں، تاکہ دن بھر تمہیں مشقت نہ ہو۔

؎ ساری دنیا کی نعمتیں کھاؤ — شکرِ اللہ کا تم بجا لاؤ

اور آپ نے ارشاد فرمایا: لَا یَزَالُ الدِّیْنُ ظَاھِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی یُؤَخِّرُوْنَ۔ (مشکوٰۃ ص۱۷۵، سنن ابی داؤد ص۳۲۱)

"ہمیشہ دینِ اسلام غالب رہے گا، حتیٰ کہ لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہودی اور نصرانی افطار میں دیر کرتے ہیں۔"

اس حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جس طرح سحری آخری وقت کھانا زیادہ ثواب ہے۔ اسی طرح افطاری میں جلدی کی جائے، لیکن جلدی سے مراد افطار کا وقت ہونے کے بعد جلدی کی جائے، اور اگر وقت ابھی نہ ہوا تھا کہ کسی نے روزہ کھول لیا، تو دن بھر کی محنت اور روزہ ضائع ہو جائے گا۔ الحمد للہ! ہم سُنّی حنفی پورے وقت پر افطاری کرتے ہیں۔ کچھ لوگ تو اتنی جلدی افطاری کرتے ہیں کہ وقت شروع ہونے سے پہلے ہی اذان دے کر روزہ کھول دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی آذان پر جس قدر لوگ روزہ کھولتے ہیں، اس کی ذمہ داری آذان دینے یا اعلان کرنے والوں پر ہے۔ اس طرح بعض لوگ بہت

دیر سے روزہ کھولتے ہیں، اُن کا روزہ مکروہ ہو جاتا ہے، اس لئے افطاری کے وقت نہایت احتیاط سے روزہ افطار کرنا چاہیے تاکہ روزہ ضائع نہ ہو جائے اور ان لوگوں میں سے نہ ہوں، جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرماکر ارشاد فرمایا ہے: "حضور نبی مکرم رسولِ محترم شفیعِ مُعظّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے بازو سے پکڑ کر پہاڑ کے پاس لے گئے اور کہنے لگے: آپ اس پہاڑ پر چڑھیں۔ میں نے کہا کہ میں اس پر نہیں چڑھ سکتا، تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے لئے آسان کر دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ اور جب میں درمیان میں پہنچا تو مجھے کچھ آوازیں سُنائی دیں۔ میں نے پوچھا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ جہنمیوں کی آواز ہے۔ پھر وہ مجھے آگے لے گئے، جہاں میں نے دیکھا کہ ایک قوم کو گردن کے بل لٹکایا ہوا ہے اور اُن کی باچھیں چیری جا رہی ہیں جن سے خون جاری ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ سخت عذاب میں ہیں۔ وجہ دریافت کی تو بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے روزہ افطار کر لیا کرتے تھے۔" (کتاب الزواجر، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان روایات و احادیث سے معلوم ہوا کہ سحری و افطاری میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے تاکہ روزے میں کسی قسم کی خرابی نہ آئے، اور پورا پورا ثواب مل جائے۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کن اشیاء سے روزہ کھولتے؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا محبوبِ کبریا رشہ ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء تازہ کھجوروں سے روزہ کھولتے تھے۔ اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو پھر خشک کھجوروں سے روزہ کھولتے۔ اور اگر خشک بھی نہ ہوتیں اور دوسری کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو چند گھونٹ پانی سے ہی روزہ افطار فرما لیتے۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص۸۸، سنن ابی داؤد ج ۱ ص۳۲۱)

روزہ افطار کروانے کا ثواب

حضرتِ زید بن خالد بن جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا۔ (جامع ترمذی ج ۱، ص۱۰۰)

"جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کروایا اسے بھی روزہ دار جتنا ثواب ملے گا، اور روزہ دار کے اجر و ثواب سے کوئی نیکی کم نہ ہوگی۔

؎ روزے کھلوانے سے بھی ملتا ہے روزے کا ثواب
مردِ مومن پا رہے ہیں قیمت ماہِ صیام

اور جو لوگ اس بابرکت ماہِ صیام میں روزہ کی سعادت سے محروم ہیں اور دانستہ روزہ نہیں رکھتے، ان کے بارے میں شریعت کا جو حکم ہے، شاعر اس طرح بیان کرتا ہے۔

؎ بے عذر رمضان مہینے جو کوئی روزہ کھاوے
وچ شریعت اس بندے دا قتل کرایا جاوے

؎ کھاون پیون، پکاون والا ہور جو مدد کریسی
وچ عذاب برابر سارے دوزخ نار سڑیسی

؎ حشر دیہاڑے غلبہ گرمی وچ حساب نہ آوے
وچ پسینے بے فرماناں غرق کرایا جاوے

؎ بھکھ پیاس زیادہ ہووے بو مرداراں آوے
پھر بھر پیون خون پیلے گرمی ہوش بھلاوے

خداوند کریم تمام مسلمانوں کو پابندی سے روزہ رکھنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق دے اور عذابِ نار سے محفوظ و مامون فرمائے۔

سحری کا انتہائی وقت

سحری کے ختم ہونے کا وقت کونسا ہے اور کب تک ہے؟ یہ مسئلہ قابلِ توجہ ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فجر کی اذان کے دوران کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، اس وقت تاخیر سے اٹھنے کی وجہ سے وہ کھانے پینے کو جائز سمجھتے ہیں اور من گھڑت مثالیں پیش کرتے ہیں، یہ سب کچھ غلط فہمی پر مبنی ہے اور جہلاء کا طریقہ کار ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اذان نماز کے وقت سے پہلے نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لئے وقت کا ہونا ضروری ہے تب اذان دی جا سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہر نماز کی اذان، نماز کے وقت میں دی جاتی ہے جو پہلے دی جائے وہ واجب الاعادہ ہے۔ جب فجر کی اذان شروع ہوئی صبحِ صادق ہو چکی اور سحری کا وقت ختم ہو گیا، فجر کا وقت شروع ہو گیا، اس لئے اذان کے وقت، اور دوران اذان کھانا پینا جائز نہیں، بلکہ روزہ توڑنے کے مترادف ہے، اس لئے کہ روزے کا وقت صبحِ صادق سے ختم ہو چکا ہے۔ اذان شروع ہوتے ہی منہ میں جو لوالہ ہو اُسے پھینک دینا چاہیئے اور اچھی طرح کلی کر لی جائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ "میری اُمت اُس وقت تک خیر میں رہے گی، جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرے گی" (بخاری شریف ج۱ ص۱۶۳) افطار میں جلدی سے مُراد اوّل وقت ہے جس میں یہود و نصاریٰ کی مماثلت یعنی زیادہ تاخیر نہ ہو جب سورج غروب ہونے کا یقین کامل اور پوری تسلی ہو جائے، تب روزہ افطار کرے اور اگر سورج کے غروب ہونے میں شک تھا اور روزہ افطار کر لیا، تو یہ صریحاً حرام ہے اور روزہ ٹوٹ گیا۔ سحری میں دیر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ آخر وقت میں اُس وقت تک کھائے پیئے، جب تک کہ صبحِ صادق (پو پھٹنے) کا اندیشہ نہ ہو اور جب صبحِ صادق کا یقین ہو جائے، تو کھانا پینا چھوڑ دے۔ اذانِ فجر یقیناً صبحِ صادق کے وقت میں ہوتی ہے لہٰذا اس وقت میں ہرگز ہرگز نہ کھائے پیئے، ورنہ روزہ باطل ہو جائے گا۔ اکثر لوگ احتیاط نہیں کرتے اور صبحِ صادق اور صبحِ کاذب کا فرق نہیں سمجھتے۔

Scanned with CamScanner

حضور نبی اکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہاتھ مبارک کا اشارہ فرماتے ہوئے تعلیم فرمائی کہ شرقاً، غرباً، جو سفیدی پھیلی ہوتی ہے، صبحِ کاذب ہے اور جنوباً شمالاً اُفق پر پھیلنے والی سفیدی صبحِ صادق ہے اور صبحِ صادق شروع ہوتے ہی سحری ختم ہو جاتی ہے اور فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، لہٰذا جب اذان دی جائے (یا اعلان ہو جائے) تو کھانا پینا چھوڑ دے، ورنہ روزہ نہ ہوگا۔

امامِ اہلِ سُنّت، مجدّدِ دین و ملّت علامہ الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے "فتاویٰ رضویہ" میں صبحِ کاذب اور صبحِ صادق کا وقت نہایت ہی تفصیل، مثالوں، اور نقشوں کے ذریعے بیان فرمایا ہے۔ ایسی تفصیل اور تمثیل فقیر راقم الحروف نے نہ کہیں دیکھی نہ کہیں پڑھی۔ "فتاویٰ رضویہ" سے کچھ حصّہ ملاحظہ فرمائیں:

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۵۷۵ تا ۵۷۳)

"بعض کتب میں واقع ہوا کہ صبح رات کا ساتواں حصّہ ہے، اسے لوگ ہر موسم میں، ہر مقام کے لئے عام سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ جن عالم نے ایسا فرمایا، وہ اُس موسم اور اُس عرض بلد کے لئے خاص تھا، ورنہ یقیناً صبح ہمارے بلاد میں رات کے چھٹے حصے سے دسویں حصے تک ہوتی ہے، جس کی مفصل جدول فقیر نے اپنے فتاویٰ میں لکھی ہے۔ اِس ماہِ مبارک میں بھی صبح رات کے نویں حصے سے دسویں حصے تک ہے۔ جو لوگ ساتواں حصّہ لگائیں گے، وہ آپ ہی رات کو دن بنائیں گے۔ اَب ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ صبحِ کاذب کے شروع سے صبحِ صادق کے انتشار تک جو صورتیں اُس سپیدی کی پیش آتی ہیں، اُن کا واضح بیان کرتے ہیں، جو آج تک کسی کتاب میں نہ لکھا گیا، جو ہمارا برسوں کا مشاہدہ ہے، اور جسے بغور سمجھ لینے والا اِن شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد صبحِ کاذب و صبحِ صادق میں امتیاز کا ملکہ پیدا کر سکتا ہے:۔

(۱) اُفق سے کئی نیزے بلندی پر جانبِ مشرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو، اُس کی

سیدھ میں یعنی دائرۂ منطقۃ البروج کی سطح کرۂ بخار پر رات کی اندھیری میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے، جسے چاروں طرف سے رات کی اندھیری گھیرے ہوتے ہے اس انداز پر [۱ہ] یہ صبحِ کاذب کی بنیاد پڑتی ہے۔

(۲) جُوں جُوں آفتاب کے اُفق کے نزدیک آتا جاتا ہے، یہ سپیدی ترقی کرتی رہتی ہے مگر معکوس یعنی اُوپر سے نیچے کو بڑھتی جاتی ہے، پہلے اُفق سے بہت اونچی چمکی تھی اور نیچے دُور تک اندھیرا تھا، اب وہ اُونچی سپیدی تو اپنی رہتی ہے اور اس کے سپیدی اور اس میں ملتی جاتی ہے، یہاں تک کہ شدہ شدہ اُفق کے قریب تک آنے کو ہوتی ہے، مگر ان سب حالتوں میں وہ ایک طولانی ستون کی حالت میں ہوتی ہے، گویا ایک سفید چادر اوپر سے نیچے لٹکائی گئی ہے کہ اسی کی حد تک سپیدی ہے، اور آس پاس بالکل اندھیرا ہے، ان شکلوں پر۔

۴ہ ۳ہ ۲ہ

(۳) ان تمام اشکال کے بعد اس عمود کے حصّۂ زیریں کے دونوں پہلوؤں پر نہایت تھوڑی دیر تک ایک خفیف بھورا پن خاکستری رنگ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی تمیز میں آتا ہے، اور معاً نگاہ کے نیچے سے نکل جاتا ہے، اس طرز پر۔

اَب یہ وہ وقت کہ صبحِ صادق اپنے رُخِ روشن سے نقاب اُٹھایا چاہتی ہے مگر ہنوز صبح نہیں کہ اُس کے لئے تبیّن شرط ہے، اور یہ متبیّن نہیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: حَتّٰی يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (القرآن ۲/۱۸۷)

"اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔ یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا، سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر۔"

اِن تمام حالتوں تک صبحِ کاذب ہی ہے اور نمازِ عشاء اور سحری کھانے کا وقت بالاتفاق باقی ہے

(۴) اس کے بعد وہ دونوں پہلو سپید ہو جاتے ہیں، اگرچہ ان کی سپیدی مائل بہ تیرگی ہوتی ہے اور جنوباً شمالاً اس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے۔ اس وضع پر یہ ابتدائے صبح ہے، اور اس وقت میں ہمارے مشائخ کرام کو اختلاف ہے، بعض نے اسے صبح قرار دیا اور یہی احوط ہے، اور بعض نے بلحاظ شرط استطارہ وانتشار اسے بھی صبح کاذب کے حکم میں رکھا اور یہی اوسع ہے۔ اِن جمیع حالتوں میں عمود کے تمام بالائی حصے کے آس پاس نری سیاہی ہوتی ہے۔

(۵) اس کے بعد دونوں پہلوؤں کی یہ سپیدی آناً فاناً جنوباً شمالاً پھیلنا شروع ہوتی ہے، اور ایک خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے اس طور پر یہ یقینی اجماعی صبحِ صادق ہے، اور ہنوز وہ عمود بدستور باقی، اور اس کے تین طرف سیاہی ہوتی ہے، مگر یہ سچی سپیدی، جیسی جیسی جنوب شمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے برعکس سپیدی کاذب کے کہ اوپر سے نیچے بڑھتی آتی تھی کہ اب وہ عمود سپید رفتہ رفتہ اِس منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوتے فنا ہو جاتا ہے، یعنی اُس کے اطراف کی ساری سیاہی کو سپیدی گھیر لیتی ہے اور اب اس عمود کی صورت متمیز نہیں اِن صورتوں پر:-

(۶) اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھی، زمین کی جانب بھی متوجہ ہوئی، اور صحن و بام کو روشن کر دیتی ہے، یہ وقت اسفار ہے کہ نمازِ صبح کا مستحب وقت ہے اور اِس سے پہلے پڑھنی خلافِ مستحب۔

سحری اور نمازِ فجر

برادرانِ اسلام! سحری آخری وقت میں کھانا، اور افطاری میں زیادہ دیر نہ کرنا سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور سحری کھانے کے بعد رمضان شریف میں فجر کی نماز جلد ادا کرنی چاہیے، اگرچہ رمضان شریف کے علاوہ دیر سے نماز فجر ادا کرنا اور زیادہ سفیدی میں ادا کرنا سُنّت ہے، مگر رمضان شریف میں چونکہ لوگ باجماعت نماز کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اگر دیر کرو گے تو لوگ جماعت چھوڑ دیں گے یا سو جائیں گے، اس لئے رمضان شریف میں فجر کی نماز، اذانِ فجر کے بعد جلد ادا کرنی چاہیے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسولِ خدا محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سحری کھاتے، اور نماز فجر کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ راوی نے پوچھا "سحری کھانے (یعنی سحری کا وقت ختم ہونے) اور نماز فجر کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا"، تو انہوں نے فرمایا "پچاس آیات جتنا وقفہ ہوتا تھا"۔

(صحیح مسلم شریف ص ۳۵۰ ج ۱، جامع الترمذی ج ۱ ص ۸۸)

؎ ایک رکعت کا صلہ ملتا ہے ستر سے سوا!
اللہ اللہ ہے یہ اجرِ طاعتِ ماہِ صیام

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے عام دنوں پر یومِ جمعہ کو فضیلت عطا فرمائی۔ حضور نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "بہترین دن، جس پر سورج طلوع کرتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن سیدنا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل کئے گئے۔ اسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت قائم نہ ہوگی، مگر جمعہ کے دن۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۹)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور پاکی

Scanned with CamScanner

حاصل کرے اور تیل لگائے اپنے تیل سے، اور اپنی خوشبو لگائے پھر نکلے مسجد کی طرف، اور دو شخصوں کے درمیان تفریق نہ کرے (یعنی گردن نہ پھلانگے) پھر نماز پڑھے جو اس کے لئے مقرر کی گئی ہے، پھر چپ ہو جائے، جس وقت امام خطبہ پڑھے تو بخشے جاتے ہیں اس کے وہ گناہ جو درمیان اس کے اور درمیان اگلے جمعہ کے ہوں۔" (مشکوٰۃ شریف ص۱۲۳)

علاوہ ازیں جمعۃ المبارک کی بہت سی احادیث مبارکہ میں فضیلت پائی جاتی ہے:-

- **جمعہ کا دن سید الایام ہے** ○ **جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے۔**
- جمعہ کا دن ایک ہفتے کے لئے سلامتی کا دن ہے۔
- جمعہ کا دن ہفتہ بھر کے لئے رحمت و برکت کا ذریعہ ہے۔
- جمعہ کی وجہ سے آفات و بلیات سے ہفتہ بھر نجات ہوتی ہے۔
- جمعہ کا دن مومنوں کے لئے عید کا دن ہے۔
- جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے ○ جمعہ کے دن حجامت کروانا سنت ہے۔
- جمعہ کے دن اجلا لباس پہننا سنت ہے ○ جمعہ کے دن خوشبو لگانا سنت ہے
- جمعہ کی ایک ساعت قبولیت دعا کا ذریعہ ہے۔
- جمعہ کی یہ مبارک ساعت اذان اول سے ادائیگی جمعہ تک ہے۔
- اگر سال بھر کے عام جمعوں کی فضیلت اس قدر زیادہ ہے تو رمضان المبارک کے
- ماہ مکرم کے جمعہ اور پھر جمعۃ الوداع کی فضیلت کیا ہوگی؟
- جس ماہ مبارک میں رحمت (جنت) کے دروازے کھلے ہیں۔
- جس ماہ مبارک میں دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔
- جس ماہ مبارک میں شیطان قید ہو جاتے ہیں۔
- جس ماہ مبارک میں فسق و فجور سے نجات مل جاتی ہے۔
- جس ماہ مکرم کی ہر گھڑی اتنی عظمت والی ہے، اس ماہ مقدس کے جمعۃ المبارک کے

دن کی کتنی فضیلت ہوگی؟ پھر جمعۃ الوداع کس قدر بلند مرتبہ والا ہوگا؟

جب لوگ جامع مسجد کی طرف نکلتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فرشتے انہیں جھرمٹ میں لے لیتے ہیں اور حریم ناز سے رحمت و مغفرت کی بارش ہوتی ہے اور سال بھر کے جمعوں میں سے یہ جمعہ زیادہ رحمت و برکت والا ہے اور اس کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے۔

ایک طرف تو یہ جمعۃ المبارک توجہ دلاتا اور پیغام لاتا ہے کہ لوگو! وہ ماہ مکرم جس میں تم نے کثرت سجود سے اپنی پیشانیوں کو مزین کیا ــــ جس میں تم نے کثرت تلاوت قرآن کریم سے اپنے سینوں کو منور کیا ــــ جس میں تم نے خواہشات نفسانیہ کا قلع قمع کیا۔ عنقریب وہ برکتوں، رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ اور مغفرتوں کا خزینہ تم سے رخصت ہو رہا ہے ــــ باقی چند یوم کی ساعتوں میں چشم تر مانگ لو ــــ درد دل مانگ لو ــــ حسن نظر مانگ لو ــــ مانگ لو رزق مانگ لو ــــ صحت بدن مانگ لو ــــ ترقی روح مانگ لو ــــ حب خدا مانگ لو ــــ اور حب رسول مانگ لو ــــ غرضیکہ جو مانگنا ہے مانگ لو ــــ اس کی رحمت بار بار پکار رہی ہے۔

اور دوسری طرف توجہ دلاتا ہے کہ عید آ رہی ہے ــــ روزہ رکھنے والو ــــ تراویح پڑھنے والو ــــ عید کی تیاریاں کر لو ــــ جمعۃ الوداع میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیشمار برکتیں عطا فرمائی ہیں ــــ انہیں حاصل کر کے اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش کریں۔

قضائے عمری

حضرات محترم! بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جمعۃ الوداع کو نماز جمعہ کے بعد دو رکعت نفل ادا کرنے سے عمر بھر کی قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں، یہ خیال بالکل غلط اور فاسد ہے۔ جمعۃ الوداع سے قضا عمری کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ قضا شدہ نمازوں کے ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اندازہ لگایا جائے کہ میری عمر میں کل کتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں۔ پھر جلد از جلد ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر مصروفیت کاروبار کی وجہ سے زیادہ وقت نہیں ملتا، تو ہر نماز کے ساتھ ایک ایک نماز قضا کرتا جائے۔

Scanned with CamScanner

اسی طرح ایک دن کی اکھٹی پانچ پڑھ لے اور اُس وقت تک پڑھتا رہے، جب تک کہ تخمینہ پورا نہ ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قضا نمازیں ادا کرنے اور بقیہ زندگی بروقت باجماعت پڑھنے کی سعادتیں نصیب فرمائے ۔ آمین ثم آمین!

صلوٰۃ التسبیح

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے، وہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ کسی دن کسی رات، مجھے یاد کرکے غفلت کے اندھیروں سے نکل کر نورِ ہدایت پا کر میرا قرب حاصل کرلے۔ اسی لئے شبِ معراج، شبِ برات، پھر رمضان المبارک، لیلۃ القدر جیسی راتیں اور دن عطا فرمائے اور نماز فرض، نمازِ تراویح اور نمازِ تہجد بھی اسی قربِ خاص کا ذریعہ اور نمازِ تسبیح کو فضیلت دے کر اپنے بندوں کو لمبے سجدوں کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔ نماز تسبیح نفل نماز ہے، اگرچہ اس کی ادائیگی کا کوئی مخصوص وقت یا مخصوص مہینہ نہیں ہے تاہم لوگ جہاں رمضان المبارک میں کبھی تہجد، کبھی تسبیح و تہلیل اور نماز تراویح کے ذریعے برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ عموماً نماز تسبیح بھی رمضان شریف میں زیادہ پڑھتے ہیں۔ اس مناسبت سے اکثر نمازِ تسبیح کو رمضان المبارک کے حصے میں شامل کیا جاتا ہے۔

جانِ کائنات: رُوحِ کائنات اصلِ کائنات فخرِ موجودات حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دن حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے چچا! کیا میں تم کو عطا نہ کروں، کیا میں تم کو بخشش نہ کروں، کیا میں تم کو تحفہ نہ دوں، کیا میں تمہارے ساتھ احسان نہ کروں۔؟ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اگلا پچھلا، پُرانا نیا، جو بھول کر کیا اور جو قصداً کیا چھوٹا اور بڑا پوشیدہ اور ظاہر، اس کے بعد صلوٰۃ التسبیح کی تعلیم فرمائی۔ پھر فرمایا اگر تم سے ہو سکے تو روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرو، اور اگر روزانہ نہ کرو تو ہر جمعہ میں ایک بار، اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو ہر مہینے میں ایک بار، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک بار، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم عمر میں ایک بار ضرور پڑھے ۔ (جس کے بے شمار فوائد و فضائل اور بے پناہ برکات ہیں)۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۱۱٦)

○ تو معلوم ہوا کہ :-
○ نمازِ تسبیح سے چھوٹے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔
○ نمازِ تسبیح سے بڑے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔
○ نمازِ تسبیح سے اگلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔
○ نمازِ تسبیح سے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔
○ نمازِ تسبیح سے ظاہری گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔
○ نمازِ تسبیح سے پوشیدہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔
○ نمازِ تسبیح: روزانہ پڑھ لیا کرو تو بہتر، ورنہ، ہر جمعہ کو
○ نمازِ تسبیح: مہینے ایک بار ضرور پڑھ لیا کرو۔
○ نمازِ تسبیح: سال میں ایک بار پڑھ لیا کرو۔ نہیں تو کم از کم
○ نمازِ تسبیح: پوری زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں۔
○ نمازِ تسبیح: قُربِ حق و رحمتِ حق کا ذریعہ ہے۔
○ نمازِ تسبیح: گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔
○ نمازِ تسبیح: مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز ہے۔
○ نمازِ تسبیح: خداوند کریم جل شانہٗ کی پسندیدہ نماز ہے۔
○ نمازِ تسبیح: اہل بیت عظام علیہم الرضوان کی نماز ہے۔
○ نمازِ تسبیح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نماز ہے۔
○ نمازِ تسبیح: تابعین علیہم الرضوان کی نماز ہے۔
○ نمازِ تسبیح: اولیائے کاملین رحمہم اللہ تعالیٰ کی نماز ہے۔
○ نمازِ تسبیح: مؤمنین و صالحین کی نماز ہے۔
○ نمازِ تسبیح: مؤمنات و صالحات کی نماز ہے۔

طریقہ نمازِ تسبیح

نمازِ تسبیح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو دو رکعت کی نماز کی نیت کرے۔ اگر رات کا وقت ہے تو چار رکعت کی بھی نیت کر سکتا ہے۔ نیت کرنے کے بعد اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کہہ کر پھر ثناء پڑھے۔ ثناء پڑھنے کے بعد پندرہ ۱۵ دفعہ یہ تسبیح پڑھے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ (مکمل) اور سورۃ فاتحہ پڑھیں۔ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر دس ۱۰ بار یہی تسبیح پڑھے پھر رکوع کرے اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھ کر (تین بار) پھر دس ۱۰ بار یہی تسبیح پڑھیں پھر رکوع سے سر اُٹھائے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنے کے بعد دس ۱۰ بار یہی تسبیح پڑھے پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں کم از کم تین ۳ بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھے۔ پھر دس ۱۰ بار یہی تسبیح پڑھے، پھر سجدہ سے سر اُٹھا کر دس ۱۰ بار یہی تسبیح پڑھے۔ پھر دوسرے سجدے میں سجدے والی تسبیح کے بعد دس بار یہی تسبیح پڑھے۔ اِس طرح ایک رکعت میں پچھتر بار اور چار رکعتوں میں کُل تین سو بار تسبیح پڑھی جائے۔ (مشکوٰۃ شریف ص)

(۱) یہ بات یاد رہے کہ دوسری رکعت میں پندرہ دفعہ تسبیح پڑھ کر اعوذ اور بسم اللہ پڑھیں اور پھر الحمد شریف۔

(۲) اگر چار رکعت کی اکٹھی نیت کی ہے تو درمیانہ التحیات (قعدہ) میں درود دعا مکمل پڑھی جائے۔

(۳) تیسری رکعت سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ سے شروع کی جائے۔

(ماخوذ از فتاویٰ شامی ج ۱، ص ۶۴۳)

مسئلہ: تسبیح انگلیوں پر نہ گنے، بلکہ دل میں شمار کرے۔ ہاں البتہ انگلیاں اپنی جگہ پر رکھتے ہوئے دبا سکتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ:-

- ○ نمازِ تسبیح قربِ خدا کا ذریعہ ہے
- ○ نمازِ تسبیح خوشنودیٔ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذریعہ ہے
- ○ نمازِ تسبیح مسجد میں یا گھر میں پڑھیں
- ○ نمازِ تسبیح صبح و شام پڑھیں
- ○ نمازِ تسبیح دن اور رات پڑھیں
- ○ نمازِ تسبیح ہر حال میں پڑھیں
- ○ نمازِ تسبیح مقبول عبادت ہے
- ○ نمازِ تسبیح اعلیٰ عبادت ہے
- ○ نمازِ تسبیح: درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے۔
- ○ نمازِ تسبیح: برکات کے حصول کا ذریعہ ہے۔
- ○ نمازِ تسبیح: نزولِ رحمت کا وسیلہ ہے۔
- ○ نمازِ تسبیح: صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) کا طریقہ ہے۔
- ○ نمازِ تسبیح: اولیائے عظام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا وظیفہ ہے۔
- ○ نمازِ تسبیح: نفلی عبادت، باعثِ بخشش و مغفرت ہے۔
- ○ نمازِ تسبیح: اگلے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔
- ○ نمازِ تسبیح: پچھلے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔
- ○ نمازِ تسبیح: ممکن ہو تو روزانہ پڑھیں۔
- ○ نمازِ تسبیح: ہفتے میں ایک بار ضرور پڑھیں۔
- ○ نمازِ تسبیح: مہینے میں یا پھر سال میں ایک بار ضرور پڑھیں۔
- ○ نمازِ تسبیح: کم از کم زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں۔

حمد ہزاراں بابجھ شماراں پاک منزہ تائیں
بے مانند مثال نہ اُسدی پالنہار اسائیں

اللہ ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

Scanned with CamScanner

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ طَہَّرَ اَھْلَ بَیْتِ نَبِیِّنَا مِنْ کُلِّ رِجْسٍ وَّاٰتَاھُمْ مِنْ لَّدُنْہُ فَضْلًا کَبِیْرًا وَّالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمَبْعُوْثِ بِاَکْرَمِ فَضِیْلَۃٍ وَّعَلٰی اٰلِہِ الْاَشْرَافِ السَّادَۃِ وَاَصْحَابِہِ الْاَئِمَّۃِ الْقَادَۃِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (سورۃ الاحزاب پ ۲۲ آیت ۳۳)

"اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو، اے نبی کے گھر والو، اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی پاکی کا ذکر فرمایا۔ اہل بیت کون ہیں "کنز الخطیب" کے حصہ اول میں گزر چکا ہے۔ یہاں صرف حضرت سیدہ نساء العالمین خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کرنا مقصود ہے، اس لئے آپ کے حالات کا ذکر کیا جاتا ہے:

ملکۂ ملکِ سخاوت، مطلعِ چرخِ کرامت، سرچشمۂ صبر و رضا، امِّ شہیدانِ وفا سیدہ زہراء طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانِ کائنات رحمتِ عالم، نبی مکرم حبیبِ کبریا جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی ہیں۔

پیر سید نصیر الدین گولڑوی مدظلہ العالی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں اس طرح نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں:

کیوں کر نہ ہو معیارِ سخا، حضرتِ زہرا — ہیں دخترِ محبوبِ خدا حضرتِ زہرا
ہیں نورِ محمد بخدا حضرتِ زہرا — محشر میں ہیں رحمت کی گھٹا حضرتِ زہرا
نادر ہیں وہ زینب کی، حسین اور حسن کی — ہیں آلِ محمد کی ردا حضرتِ زہرا
اوصافِ حمیدہ میں وہ ممتاز ہیں سب سے — ہیں جملہ خواتین سے جدا حضرتِ زہرا
دیتا ہے وجودِ حسنین اس کی شہادت — ہر لمحہ تھیں راضی برضا حضرتِ زہرا

اب تو ہے نصیر اُن سے عقیدت کا یہ عالم
ہر حال میں ہے وِرد میرا، حضرتِ زہرا

سَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھَا

تاریخ پیدائش

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے، مگر زیادہ تر صحیح قول یہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کے اکتالیسویں سال اور نبوت کے پہلے سال سیدہ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔

وُلِدَتْ فَاطِمَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سَنَۃَ اِحْدٰی وَاَرْبَعِیْنَ مِنْ مَّوْلِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

(المستدرک ص ۱۶۱ ج ۳، حاشیہ بخاری ص ۵۳۲، الاصابہ ص ۳۶۵ ج ۴، الاستیعاب ص ۲۰۲ ج ۵)

اور یہ قول مبارک اس لئے بھی درست ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف تقریباً چوبیس ۲۴ سال تھی۔

خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر — اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ — حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

ولادت باسعادت

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت ہونے والی تھی۔ ملائکہ کی نگاہیں عقیدت و احترام سے جھکی ہوئی تھیں۔ حوریں، سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ کے باہر پرے باندھے ہوئے تھیں۔ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکیلی تھیں اور ان سے رنجیدہ تمام سہیلیاں تھیں اور رنجیدہ ہونا اس لیے تھا کہ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امیر ترین عورت ہونے کے باوجود قریش کے امرآ کے پیغامات و خواہشات کو ٹھکرا دیا تھا اور تمام مال و منال سیدالانبیاء محبوب کبریاؑ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود میں ڈال دیا تھا اور قریش کو رد کرتے ہوئے حضورِ انور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے نکاح فرما کر قریشیوں کی خواہشات کو تار تار کر دیا تھا۔ سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت مبارک کا وقت قریب آیا تو سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قریش کی بیگمات کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا، تو ان عورتوں نے آنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگیں؛

"اے خدیجہ تو در ما عاصی شدی، و قولِ ما قبول نہ کردی،
و زنِ یتیم ابوطالب شدی و در ویشی بر توانگری اختیار کردی۔" (روضۃ الشہداء، ص ۱۳۴)

"اے خدیجہ! تو ہمارے نزدیک گنہگار ہو گئی ہے، تو نے ہماری بات کو قبول نہیں کیا ہے اور ابوطالب کے یتیم (بھتیجے) سے نکاح کر لیا ہے اور دولت و توانگری سے بہتر سمجھ رکھا ہے۔" اس لئے ہم میں سے کوئی بھی تمہارے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

جنتی دائیاں

جب قبیلہ قریش کی دائیوں نے جواب دے دیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذرا سوچ میں پڑ گئیں۔ پریشانی کے عالم میں گردن کو جھکا دیا۔ اللہ ربّ العزت جل شانہٗ نے جنتی دائیوں کا انتظام فرما دیا۔

حضرت سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نگاہ کو اٹھایا تو اچانک سامنے چار جنتی عورتوں کو پایا اور جب یہ بولیں تو انہوں نے بنی ہاشم کی عورتوں کی طرح مخاطب کیا۔ سیّدہ غمزدہ ہوئیں، تو یہ بول کر کہنے لگیں "گھبرائیں نہیں، ہم تو آپ کی خادمائیں ہیں ہم جنّت سے آئی ہیں۔" اب تعارف شروع ہو گیا۔ ایک بولی اور کہنے لگی "میں حضرت اسحاق علیہ السّلام کی والدہ سارہ ہوں۔" دوسری نے کہا "میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی والدہ مریم ہوں۔" تیسری نے پکار کر کہا "میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی بہن کلثوم ہوں۔" چوتھی بولی "میں فرعون کی بیوی آسیہ ہوں۔" تعارف ختم ہوا تو ایک بی بی سیّدہ خدیجہ کے دائیں، دوسری بائیں، تیسری آگے اور چوتھی پیچھے بیٹھ گئی تو جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) (روضۃ الشہداء، ص ۱۳۴)

؎ سیّدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ — جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
؎ جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

نورانی چمک

جب سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس جہانِ آب و گل میں قدم مبارک رکھا تو آپ کا نورِ مقدس درخشاں ہوا اور مکہ مکرمہ کے مکانوں کو آپ کے نور نے گھیر لیا اور مشرق و مغرب میں کوئی جگہ ایسی نہ رہی جو آپ کے نور سے منور نہ ہوئی ہو۔

(روضۃ الشہداء فارسی از مُلّا حسین واعظ کاشفی حنفی متوفی ۹۱۰، ص ۱۳۵)

؎ تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

حضور سیدالعالمین خاتم المرسلین رحمتِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں فرمانِ ربّ العالمین ہے: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (سورۃ مائدہ)
"بے شک تمہارے پاس آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور۔" (آیت: ۱۵)

Scanned with CamScanner

اور سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:-

خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ "مجھ سے نور نکلا"

حضور سید عالم رسولِ مکرم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

- ○ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔"
- ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نور بنا کر بھیجنے والا!
- ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور بن کر آنے والے!
- ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سراج منیر بنا کر بھیجنے والا۔
- ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سراج منیر بن کر آنے والے!
- ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد پر کائنات منور ہوئی۔
- ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ معظمہ نے کائنات کو اسی نور میں ملاحظہ فرمایا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا: قَالَ فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِّنِّیْ۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۸۵)

"فرمایا: فاطمہ (سلام اللہ تعالیٰ علیہا) میرے گوشت کا ٹکڑا ہیں۔"

فاطمہ گوشت پارہ من است و سبکی (علیہ الرحمہ) استدلال کردہ است بایں کہ ہر کہ دشنام کرد فاطمہ را کافر شود۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸۵)

"فاطمہ (سلام اللہ تعالیٰ علیہا) میرے گوشت کا ٹکڑا ہیں۔ امام سبکی علیہ الرحمہ اس حدیث کو دلیل پکڑتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو شخص سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو گالیاں دے، کافر ہے۔"

علاوہ ازیں "مواہب لدنیہ" ص ۲۳۶ پر بھی یوں ہی نقل ہے۔

- ○ سیدہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مطہر کا حصہ ہیں۔
- ○ سیدہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مطہر کی مظہر ہیں۔

- سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نور کا روئے زمین کو روشن کرنا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا نور ہے۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا — سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

غسلِ ولادت

سیدۃ النساء العالمین شہزادیِ کونین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تشریف آوری ہو چکی ہے۔ انوار و تجلیات سے در و دیوار روشن اور تاباں ہیں۔ چاروں طرف سے بیٹھنے والی جنتی دائیاں مرحبا کہتے ہوئے نورانی جبینِ اقدس کو بوسہ دے رہی ہیں۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے جنت سے سیدہ کے غسل کے لئے دس حوروں کو بھیجا، جن کے ہاتھوں میں نور کے زریں طشت تھے۔ سروں پر کوثر کے مٹکے اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ حوریں سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوئیں۔ ادب و احترام سے سلام پیش کیا، ہدیۂ تہنیت اور مبارکباد پیش کی، سیدہ زہرا کو سیدہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی گود سے اٹھالیا اور پھر سیدہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اٹھا کر طشتِ نور میں بٹھالیا اور باری باری سیدہ فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو غسل دینے لگیں اور جب سب فارغ ہو گئیں تو جنت کی عبا آپ کو پہنا دی اور جنتی رومال کو سر پر باندھ دیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں رکھ کر عرض کرتی ہیں:- لو! سیدہ خدیجہ! طیب و طاہرہ اور برکت والی کو لے لو۔ یہ تمام مقدس بیبیاں مع سابقہ چاروں کے ادب و احترام سے سلام عرض کرتی ہیں اور اجازت لے کر واپس چلی جاتی ہیں۔ (روضۃ الشہداء ص ۱۳۵)

عظمتِ سیدہ کی بشارت

اب سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اضطراب ختم ہو چکا ہے۔ مسرت و شادمانی سے ہشاش بشاش ہیں۔ دل ہی دل میں مسکرا رہی ہیں کہ چند لمحے گزرنے کے

Scanned with CamScanner

بعد تاجدارِ انبیاء شہنشاہِ ارض وسما حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء جلوہ افروز ہوئے حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود اقدس میں دے دیا۔ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچی کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور پیشانی انور پر بوسہ دے کر ارشاد فرمایا۔

"اے خدیجہ! یہ تیری بچی دُنیا کی عظیم عورتوں میں سے ہے"

سیّدہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر مسکرا رہی ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔

سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چہرۂ والضحیٰ پر نگاہیں جمائے ہوئے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رُخِ زہراء سلام اللہ تعالیٰ علیہا کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

حجرۂ حضرتِ خدیجہ مثلِ جنت زار ہے ۔ رحمتیں ہی رحمتیں ہیں مطلعِ انوار ہے
مخزنِ انوار و رحمت منبعِ برکات ہے ۔ ہو رہی ہر سو مسلسل رحمت کی برسات ہے
آج کی ہے رحمتِ ربِ دو عالم جوش میں ۔ نور کا ٹکڑا ہے صائم نور کی آغوش میں

فاطمہ نام کی وجہ تسمیہ

حضور سیّد العالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام فاطمۃ زہراء رکھا۔ بنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام فاطمہ ہے، اور فاطمہ کا معنیٰ ہے چھڑانے والی۔

وَالْفَاطِمَةُ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الْفَطْمِ وَهُوَ الْقَطْعُ اَیِ الْمَنْعُ (ابن درید)

"فاطمہ فطم سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے چھڑانا۔ روکنا، منع کرنا۔

عرب کے محاورے میں کہا جاتا ہے: فَطَمَتِ الْمَرْءَةُ الصَّبِیَّ۔

"عورت نے بچے کا دودھ چھڑا دیا" (مصباح اللغات)

(اسعاف الراغبین علیٰ ہامش نور الابصار ص۸۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام "فاطمہ" اس لئے رکھا گیا کہ:

فَاطِمَةَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اللّٰهُ وَذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ۔ (الصواعق محرقہ ص۱۸۸)

"سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پاکدامنی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کی اولاد پر آگ کو حرام کر دیا۔"

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رسولِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ فَطَمَهَا وَذُرِّيَّتَهَا عَنِ النَّارِ (ذخائر العقبیٰ ص۲۶)

"بے شک اللہ عزوجل نے فاطمہ اور اُن کی اولاد کو جہنم سے دُور کر دیا ہے"

جنت کی کلی

اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بیٹی فاطمہ جب میرے بطنِ اطہر میں تھی۔ ہر روز جنت کی خوشبو سونگھا کرتی تھی اور ایامِ حمل کے دوران دنوں میں یہ خوشبو آتی رہی۔ پھر وہ جنت کی کلی سیّدہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری آغوش میں آگئی۔

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہراء ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

حضور سیّد العالمین ختم المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کے سرِ انور کو سونگھا کرتے تھے، کیونکہ وہاں سے جنت کی خوشبو آتی تھی اسی لئے آپ کو زہراء کہا جاتا ہے

مہک فردوس کی مکہ کی گلیوں میں چلی آئی
جب آغوشِ مادر میں وہ جنت کی کلی آئی

حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل میں حضرت علامہ محمد اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

Scanned with CamScanner

اِبْنَتَهٗ فَاطِمَةُ اَنَّهَا كَانَتْ لَا تَحِيْضُ -

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیض سے پاک تھیں"

وَكَانَتْ اِذَا وَلَدَتْ طَهُرَتْ مِنْ نَفَاسِهَا بَعْدَ سَاعَةٍ -

"اور بچے کی ولادت سے ایک ساعت بعد آپ پاک ہو جاتیں -"

یہاں تک کہ آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی -

وَكَذَالِكَ سُمِّيَتْ اَلزَّهْرَاءَ "اس لیے آپ کا نام زہرا ہے" (اشرف المؤید)

حضور رحمۃ للعالمین سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ ابْنَتِیْ فَاطِمَةَ حُوْرَاءُ اٰدَمِيَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمُثْ -

"یہ میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہیں — اور حیض و نفاس سے پاک ہیں"

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسم مبارک سے خوشبو آتی تھی -
○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر انور سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خوشبو لیتے تھے -
○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انسانی حور ہیں -
○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیض و نفاس سے پاک تھیں -
○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت کی کلی ہیں -
○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا طیبہ طاہرہ تھیں -

ہیں نورِ محمد بخدا حضرتِ زہراؑ
محشر میں ہیں رحمت کی گھٹا حضرتِ زہراؑ

اور خوشبو کیوں نہ آتے، یہ اس عظیم باپ کی صاحبزادی ہیں کہ ،

○ جن کا جسمِ اطہر معطّر ○ جن کا پسینہ مبارک معطّر
○ جسمِ اطہر سے لگنے والا کپڑا معطّر ○ حضور کا جس گلی سے گزر ہو وہ گلی معطّر
○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک جس عورت کو ملا اُس کی سات پشتیں معطّر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جن صحابہ سے ہاتھ ملائیں اُن کا ہاتھ معطّر
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بستر اور چٹائی مبارک معطّر

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول — لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول
واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ — مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو کا یہ عالم ہے تو اُن کی پیاری صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ معطّر ہوں گی ؟

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

سیدہ کی نشوونما

سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یوں تو ساری عمر مبارک رنج و محن درد و الم مصائب و آلام میں گزری، مگر بچپن دکھوں اور مصیبتوں کے ماحول میں انتہائی کٹھن گزرا۔

سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریفہ تبلیغ اسلام کا کام اعلانیہ شروع ہوا تو عرب کے مشرکین نے توحید و رسالت کا اعلان سنتے ہی دشمنی کی ٹھان لی، اور چند نو مسلم صحابہ کرام کو ستانا شروع کر دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کا گلی گلی اعلان کیا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے پر اُمیہ بن خلف مشرک نے ظلم و تشدد کی آندھیاں چلائیں، کبھی کپڑے اتروا کر دوپہر کے وقت گرم ریت پر گھسیٹے جاتے تھے۔ کبھی بھوکا پیاسا رکھ کر گلے میں رسی ڈال کر بچوں سے گھسٹوایا جاتا تھا، کبھی مار مار کر چور چور کر دیا جاتا تھا اور پھر پوچھا جاتا تھا، بتاو بلال! دامنِ مصطفےٰ کو چھوڑتے ہو یا نہیں — ؟ پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی سنتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غم و الم اور ظلم و ستم بھول جاتے تھے۔ عشقِ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بھٹی میں جلنے والے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک سرد آہ بلند فرماتے اور نعرۂ رسالت لگاکر محبوب کی محبت کا دم بھرتے تھے۔ اُمیّہ کے حواری تنگ آکر پوچھتے تھے "اے بلال! ہم تو مار مار کر تھک گئے مگر تم مار کھا کے بھی نہیں تھکتے۔ تم محمّد (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) سے کیوں نہیں مُنہ موڑ لیتے"؟ تو حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں "عشقِ رسُول میں چُور چُور ہونے والوں کے جسم پر تمہاری مار کا کب اثر ہوسکتا ہے؟"۔

شاد باد اے عشقِ خوش سودائے ما — اے طبیبِ جملہ علّتہائے ما

توڑ دے گر ہڈّیاں میری سبھی — دامنِ احمد نہ چھوڑوں گا کبھی

ابوجہل حضرت عمّار اور اُن کے والد حضرت یاسر اور اُن کی والدہ حضرت سمیّہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو اذیّتیں دے رہا ہے۔ الغرض ہر کافر و مشرک مسلمانوں کی مخالفت پر اُترا ہُوا ہے۔ رسُول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے غلاموں کو اذیّتیں دی جارہی ہیں؛ اور محبوبِ مکرّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اب ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے،

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (پ۱۴ سورۃ حجر آیت ۹۴)

(اے محبوب! علیک الصّلوٰۃ والسّلام) "کھول کر بیان کردو جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اور مُشرکین سے الگ ہو جائیں۔"

اِس حکم کے بعد تبلیغِ اسلام اِعلانیہ شروع ہوگئی۔ کفّار و مشرکین نے ہولناک مصائب و آلام کا دروازہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لئے کھول دیا، بس پھر کیا تھا،

- ○ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مکان پر پتھر برسائے جاتے تھے۔
- ○ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔
- ○ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے جسمِ اطہر پر پتھر پھینکے جاتے تھے۔
- ○ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچا گیا۔

اور ڈھائی سال کی عمر میں آنکھ کھلتے ہی، ہوش سنبھلتے ہی سیّدہ زہرا رضی اللہ عنہا

اپنے باپ کی دشمنی کا عالم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔ عُتبہ بن ابی مُعیط نے دورانِ نماز اُونٹ کی اوجھڑی لاکر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے شانوں کے درمیان رکھ دی۔ حضور انور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سجدہ میں ہی رہے۔ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر ہوئی تو آپ آئیں اور اوجھڑی کو اُتار کر دُور پھینک دیا۔

(ماخوذ از مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۲)

سیّدہ شعبِ ابی طالب میں

اسلام کی اشاعت کا کام آگے بڑھا تو کفّار و مشرکین نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے مکمل سوشل بائیکاٹ کو تحریر کرکے مطلع کرنے کے لئے کعبۃ اللہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیا اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور آپ کے صحابہ کرام مع حضرت ابُوطالب کے شعب ابی طالب میں بند کردیا۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ شعبِ ابی طالب میں سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ اور اُن کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی محصور تھیں۔ خوراک ختم ہوچکی تھی، جنگلی بوٹیوں اور پتّوں پر گزارہ ہو رہا تھا اور یہ سب ماحول سیّدہ زہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا ملاحظہ فرما رہی تھیں۔ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کٹھن امتحان میں برابر کی شریک ہیں۔ آٹھ نو سال کی بچّی اپنے والدین کے ساتھ ہے اور ان تمام اذیّتوں کو کمال صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ طلبِ دودھ، بھُوک پیاس اور تمام ہولناک مصائب کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے برداشت کیا۔ اور کبھی اپنے والدین سے دُودھ، روٹی اور پانی کا مُطالبہ کیا اور نہ ہی بھُوک پیاس کی کبھی شکایت کی۔

راحتِ جانِ سُلطانِ ہر دوسرا — نُورِ چشم جنابِ حبیبِ خُدا

عینِ لختِ دلِ سرورِ انبیاء — اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفےٰ

حجلہ آرائے عفّت پہ لاکھوں سلام

Scanned with CamScanner

بوقتِ رحلت حضرت خدیجہ کی وصیت

فاطمہ زہرا تمہیں کہتے ہیں سب!
بنتِ شاہِ انبیاء تم پر سلام

نبوت کے ساتویں سال ماہِ محرم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ہمراہیوں کو شعب ابی طالب کی محصوری و بندش سے رہائی ملی۔ ظالمانہ حصار ٹوٹ جانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فریضۂ رسالت بہت زیادہ سرگرمی سے ادا کرنا شروع کیا۔ ابھی آرام و سکون سے ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ مہربان چچا ابوطالب داغِ مفارقت دے کر عالمِ جاودانی کو سدھارے۔ قلب و جگر کو پارہ پارہ کرنے والے اس صدمہ کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی فردوسِ بریں کی طرف سدھاریں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو انتہائی رنج ہوا۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر غم و الم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

ماں بیٹی کا پیار لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا، ذرا اندازہ لگائیں:

- ماں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ تھیں، بیٹی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا تھیں
- ماں بیٹی سے انتہائی محبت کرتی تھی، بیٹی اپنی ماں کی بے مثل محبت کا دم بھرتی تھی
- ماں شفقت میں بے مثال تھی، بیٹی ادب و محبت میں بے مثال تھی۔
- ماں خلوص و پیار میں بے مثل تھی، بیٹی صداقت و اقرار میں بے مثل تھی۔
- ماں بیٹی کے دو دماغ تھے، لیکن خیال ایک تھا۔

ماں بیٹی دے پیار عظیم والی، ملدی نئیں مثال سارے جہان اندر
روح زہرا سی اَمی دے جسم اندر، ماں دی جان سی دھی دی جان اندر

ماں دے وِچ خیالاں دے ہوے بیٹی، ماں دھی دے ہو دے دھیان اندر
اِکو ہے سَن خدیجہ تے پاک زہرا، صرف فرق سی نام گُمان اندر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شدتِ مرض کی شکایت کی تو حضور رحمتِ عالم شفیعِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے اور دُعائے خیر فرمائی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دامنِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھام کر عرض گزار ہوئیں، "آپ رحمۃ للعالمین ہیں میری گزارش ضرور قبول فرمائیں گے" فرمایا: "کہو کیا بات ہے؟" عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)، باقی بیٹیوں کی شادیاں میں نے اپنی مرضی سے کردی ہیں، سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی کے امور آپ خود سرانجام دیں۔"

سیدہ سے ماں کی آخری خواہش

اُمّ المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت کا وقت قریب آیا تو بارگاہِ رسالت میں عرض کی، یا رسول اللہ (علیک الصلوٰۃ والسلام) کچھ دیر آپ میرے سامنے ہی تشریف فرما رہیں تاکہ میں آپ کا دیدار کرلوں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سامنے تشریف فرما اور جلوہ گر ہوئے، تو عرض کرتی ہیں: یا رسول اللہ (علیک الصلوٰۃ والسلام) زندگی آپ کی خدمتِ اقدس میں بسر کی ہے، اب ملک الموت آنے والا ہے اور میں جا رہی ہوں، التماس ہے کہ قیامت کے دن بھی مجھے اپنے ساتھ رکھنا اور سفارش و شفاعت فرمانا، اگر آپ کی خدمت میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف فرما دینا، اور عرض کرتی ہیں کہ میں دل میں ایک بات کی تمنا رکھتی ہوں، مگر آپ کو بتا نہیں سکتی، فاطمہ کو بتا دیتی ہوں، وہ آپ کی خدمت میں عرض کردے گی۔ اب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آنسو بہاتے ہوئے سرہانے سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اندر آکر اپنی والدہ مکرمہ کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ ماں نے بیٹی سے فرمایا، بیٹا! اپنے والد کی خدمت میں عرض کرو کہ اپنی چادر مبارک جو نزولِ وحی کے وقت زیبِ تن فرماتے ہیں میرے کفن کے لئے عطا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مجھ پر نزولِ رحمت فرمائے۔

حضرت زہرا علیہا السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور اپنی امی جان کی خواہش بیان کی تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے وہ چادر مبارک بیٹی کو عطا فرمائی، اور ارشاد فرمایا "بیٹی! یہ چادر اپنی امی کو دکھا دو تاکہ وہ خوش ہو جائیں"۔ (روضۃ الشہدا صفحہ ۵۷)

؎ نہیں کچھ غم مجھے سرتاج اپنی جان جانے کا — ہے غم بس آپ کے دن رات صدمے اٹھانے کا
؎ نہ جانے آپ پر کیا کیا مصیبت اور آئے گی — ستم پرور جفا دنیا کتنے ستم اور ڈھائے گی
؎ یا پھر میں اس لئے اے سرورِ کونین روتی ہوں — کہ اب محبوب کے نعلینِ پا سے دور ہوتی ہوں

؎ میں باندی آپ کی ہوں بھول نہ جانا میرے آقا
شفاعت حشر کو باندی کی فرمانا میرے آقا

جنتی کفن

اِدھر سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی والدہ کی خدمت میں چادر مبارک پیش کی، اُدھر حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور انور محبوبِ داور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ اپنی چادر مبارک سنبھال لیں اور فرمایا ہے کہ سیدہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنا سب کچھ میری راہ پر قربان کر دیا ہے، اب اس کا کفن ہمارے ذمہ ہے ہم اسے اپنے کرم کی پوشاک پہنائیں گے ـــــ ہم سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے جنت الفردوس سے کفن عطا فرمائیں گے"۔ بس سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چہرۂ والضحیٰ پر نظر فرما رہی ہیں اور رخِ زیبا کو تکتی ہوئی آنکھیں ٹھنڈی کر رہی ہیں اور کبھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہیں اور چہرۂ والضحیٰ کی خیرات مانگتے مانگتے جنت الفردوس کو سدھاریں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بعثت کا دسواں سال تھا ـــــ رمضان المبارک کا مہینہ تھا ـــــ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک پینسٹھ سال تھی ـــــ سیدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی پچیس ۲۵ سال تک رفیقۂ حیات رہیں، جو داغِ مفارقت دے کر جنت الفردوس کو سدھاریں۔ مقام حجون میں آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔ (روضۃ الشہدا صفحہ ۵۴)
(یہ جگہ قبرستان جنت المعلیٰ کے آخر میں ہے۔ فقیر راقم الحروف محمد دین چشتی کو بارہا دفعہ زیارت کا موقع ملا۔ اکثر دروازے کو تالا لگا رہتا ہے۔ اگر آپ دیوار سے اندر جا کر زیارت کرنا چاہیں تو نمازِ فجر کے فوراً بعد وہاں چلے جائیں۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ موقع مل جائے گا۔ چشتی)

؎ وہ انیس مونسِ بےکساں — وہ سکونِ دلِ مالکِ انس وجاں
وہ شریکِ حیاتِ شہِ لامکاں — سیتما پہلی ماں کہفِ امن و اماں
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

؎ خدیجہ طاہرہ یعنی نبی کی باوفا بی بی
شریکِ راحت و اندوہ پابندِ رضا بی بی

سیّدہ کی شادی کا پیغام

حضور نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کافروں نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ طائف میں آپ پر پتھر برسائے گئے اور بدنصیبوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمسخر اڑایا۔ بدمعاشوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سایہ میں جلوہ فگن ہوئے تو ٹھنڈی سانس لی اور عرض کی، مولا کریم! تو جانتا ہے کہ میں یہاں کسی ذاتی کام کی غرض سے نہیں آیا، تیرے حکم کی تعمیل کے لئے آیا ہوں۔ یا اللہ! تو انہیں ہدایت عطا فرما، اور مجھے استقامت مرحمت فرما۔

؎ الٰہی رحم کر طائف کی بستی کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

Scanned with CamScanner

آخر کار تین سال کے بعد یہ رنج و غم درد و الم اور ظلم و ستم کا یہ دَور ختم ہوگیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکی زندگی مشقت ہی مشقت تھی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا اور آپ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ جلوہ فرما ہوگئے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر حضور سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام دن رات تبلیغِ اسلام فرماتے تھے۔

غزوۂ بدر کے بعد ۲ھ میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ملے اور فرمایا: "اے علی! تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتے کی درخواست کیوں نہیں پیش کرتے؟ جبکہ سب کی درخواستیں مسترد ہوچکی ہیں" حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے یہ بات سُنی تو آنکھیں لبریز ہوگئیں اور فرمایا آرزو تو ہے، مگر حیا مانع ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافی دیر تک شیخین کے مشورے پر سوچتے رہے۔ بالآخر اُٹھے اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوگئے۔ سلام عرض کیا اور گردن جھکا کر بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علی کیسے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟ عرض کی "آقا! جو چاہتا ہوں حیا کی وجہ سے کہہ نہیں سکتا۔" بس یہ کہنا تھا کہ رنگ زرد پڑ گیا اور آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔ حضور سرورِ عالم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "علی گھبراؤ نہیں اور جو بات دل میں ہے صاف صاف کہہ دو۔" اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھارس بندھ گئی اور عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ کے مجھ پر بے شمار احسانات ہیں۔ میں آپ کے ٹکڑوں پر پلا ہوں ۔۔ یا رسول اللہ! (علیک الصلوٰۃ والسلام) میں چاہتا ہوں کہ سیدہ کا رشتہ مجھ سے کر دیا جائے۔" یہ الفاظ ڈرتے ڈرتے کہے اور خاموش ہوگئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ہم تمہارا یہ سوال

قبول کرلیں تو بتاؤ فاطمہ کے نکاح کے لئے تمہارے پاس کیا ہے؟" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، علی کی مالی حالت کا آپ کو بخوبی علم ہے کہ میرے پاس صرف ایک زرہ ایک گھوڑا اور ایک تلوار تھی۔"

اب حضور سیدِ عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم بیٹھو اور آپ اندر تشریف لے گئے اور فرمایا: "اے بیٹی! علی نے تمہارے نکاح کا پیغام دیا ہے" اللہ تعالیٰ کی بھی یہی رضا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی بھی یہی مرضی ہے۔" اب تم اپنی رضا بھی بتا دو۔" سیدہ نے یہ سُن کر حیا سے گردن جھکا دی اور ابا حضور کی بارگاہ میں خاموش کھڑی رہیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی کو رضا پر محمول فرمایا اور واپس آکر ارشاد فرمایا: علی! تمہیں مبارک ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول کے داماد بن رہے ہو۔ اور فرمایا: علی! تلوار اور گھوڑے کی تمہیں جہاد کے لئے ضرورت ہے۔ زرہ بیچ دو کہ اس کے بغیر بھی گزارہ ہوسکتا ہے اور شادی کا سامان خرید لو۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش خوش گھر آئے، چار سو اسی درہم میں زرہ فروخت کی اور رقم حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کردی۔ (روضۃ الشہداء، طبقات ابن سعد، مدارج النبوۃ)

وہ صبحِ نورِ چشم رحمۃ للعالمین زہرا
نگینِ خاتمِ تسکینِ ختم المرسلین زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

وہ زہرا جو شبیہ اسوۂ سرکارِ عالی تھی
علی سے آج زہرا کی شادی ہونے والی تھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سیدہ کا آسمانوں پر نکاح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جبریلِ امین علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور عرض کی "یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے، آج سیدہ فاطمہ کا نکاح ان کی والدہ کے محل میں ہوا ہے۔ اسرافیل علیہ السلام نے خطبہ پڑھا۔ جبرائیل و میکائیل علیہما السلام گواہ بنے اور اللہ رب العزت ولی ہوا اور شوہر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے۔"

(نور الابصار ص۴۶ ۔ نزہۃ المجالس ج۲ ص۲۲۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں ہی تھے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا:

"هٰذَا جِبْرِيْلُ يُخْبِرُنِيْ اَنَّ اللّٰهَ زَوَّجَكَ فَاطِمَةَ وَاسْتَشْهَدَ عَلٰى تَزْوِيْجِهَا اَرْبَعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ" ۔ (ذخائر العقبیٰ ص۳۲)

(نزہۃ المجالس ج ۲ ص۲۲، معارج النبوۃ رکن سوم ص۳۳)

"یہ جبریل ہیں مجھے خبر دیتے ہیں کہ اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرا نکاح سیدہ فاطمہ سے کر دیا اور اس نکاح پر چالیس ہزار فرشتے گواہ ہیں۔"

سیدہ کا زمین پر نکاح

صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گرداگرد نہایت ادب و احترام سے بیٹھے ہوئے ہیں، تقریب سعید منعقد ہے، حضور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَكَ فَاطِمَةَ عَلٰى اَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالٍ فِضَّةٍ اَرَضِيْتَ بِذٰلِكَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيْتُ بِذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ

(اشرف المؤید ص۱۱۳، نزہۃ المجالس ج۲ ص۲۲۵)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ (اے علی!) میں تیرا نکاح فاطمہ سے چار سو مثقال کے عوض کر دوں۔ کیا تو راضی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، میں راضی ہوں یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)"

؎ زرہ بیچی علی نے چار سو اسی دراہم میں
بقول شبلی مرحوم اس سے بھی بہت کم میں

؎ تھی شادی فاطمہ کی سادگی کا طرفہ نظارا
ولیمہ بھی اسی میں اور اسی میں مہر بھی سارا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی سے رضامندی دریافت فرمائی تھی، جیسا کہ قبل ازیں گزر چکا ہے۔

الغرض سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رضامندی سے چار سو مثقال حق مہر پر عقد مبارک کر دیا گیا۔ ایجاب و قبول کے بعد خطبہ بھی پڑھا گیا۔ خطبہ مکمل ہونے کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرداً فرداً حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو تہنیت و مبارک باد پیش کی۔ چھوہارے تقسیم کئے گئے اور یہ تقریب اختتام پذیر ہو گئی۔

ولیمہ

اس شادی مبارک پر صحابہ کرام علیہم الرضوان بہت خوش ہوئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولیمہ کے لئے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مینڈھا پیش کیا اور دوسرے انصار و مہاجرین صحابہ نے بھی حسب استطاعت مختلف اجناس سے حصہ ڈالا۔ پھر نہایت اہتمام سے کھانا پکایا گیا۔ اکثر صحابہ کرام نے اس ولیمہ میں شرکت کی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رقم بھی اس ولیمہ میں شامل تھی۔ صحابہ کرام جب کھانا کھا کر چلے گئے تو حضور سرور عالم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمام امہات المومنین کو کھانا دیا اور ایک پیالے

میں کچھ کھانا ڈال کر فرمایا: یہ فاطمہ و علی کا حصہ ہے۔ جب سب لوگ فارغ ہو گئے، تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو بلوایا اور پھر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس بلوایا۔ جب آپ آئیں تو حضور سیدِ عالم رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پیشانی چومی اور انتہائی شفقت و محبت سے بٹھایا، اور پانی منگوایا اور اس پیالے پر دم فرمایا اور دونوں کے سینوں پر پانی کے چھینٹے دیئے اور باقی پانی دونوں کو پلا دیا۔ پھر وہ پیالہ کھانے والا منگوایا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کھانا کھا کر فارغ ہو گئے اور اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ تو باقی ماندہ کھانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی کو عطا فرمایا۔ سیدہ نے کھانا تناول فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دیر تک اپنی بیٹی سے مشفقانہ گفتگو فرماتے رہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا گیا وعدہ آج پورا ہو گیا۔

(روضۃ الشہداء فارسی ص۱۴، نور الابصار ص۴۶، طبقات ابنِ سعد ج۸ ص۲۱)

(معارج النبوۃ ج ۲ ص۳۹)

نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا
ولی تھے شاہِ مرداں اور وہی مردانہ چہرہ تھا

ہوا یہ عقد عالی شان معمولی طریقے سے
ہوئے تقسیم خرمے غیر معمولی سلیقے سے

زمیں سے آسماں تک بس گئے نغماتِ روحانی
کہ خود قرآنِ ناطق نے پڑھیں آیاتِ قرآنی

سیدہ کی رخصتی

رمضان المبارک سنہ ۲ھ میں غزوۂ بدر سے واپسی کے بعد یہ نکاح ہوا۔ اس وقت سیدہ کی عمر پندرہ (۱۵) سال اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اکیس (۲۱) سال تھی۔ نکاح کے تھوڑے عرصے کے بعد حضور نبی رحمت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہ (علیک الصلوٰۃ والسلام)، میں ایک کام سے آئی ہوں اور وہ کام یہ ہے کہ میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا پیغام لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حیا کی وجہ سے خود عرض نہ کر سکے، اس لئے مجھے بھیجا ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی رخصتی فرما دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس درخواست کو قبول فرمایا، اور ارشاد فرمایا: جاؤ علی کو ساتھ لے آؤ۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا واپس چلی گئیں، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواجِ مطہرات کو حکم دیا کہ آج فاطمہ کی رخصتی ہے، ان کی رخصتی کے انتظامات مکمل کر لو۔ جب رخصتی کے انتظامات مکمل ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی والدہ مکرمہ یاد آ گئیں، ایک کونے میں بیٹھ کر چپکے چپکے سے رونے لگیں۔ روتے روتے آپ کا آنچل تر ہو گیا۔ بیٹی کی رخصتی کے وقت ماں کے کیا کیا ارمان ہوتے ہیں ــــــ اور بیٹی اور ماں کے کیا کیا راز ہوتے ہیں!

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تسلی دے رہے ہیں۔ شہزادیٔ رسول سیدہ بتول کے دل میں غموں کا طوفان ہے۔ ماں کی یاد اور سسرال کے گھر کا خوف، سب کچھ سینے میں دبائے ہوئے آپ رخصت ہو گئیں۔

بہت احساس تھا حیدر کی ناداری کا ہادی کو!
کہا ہے کچھ تمہارے پاس اخراجاتِ شادی کو

تھی شادی فاطمہ کی سادگی کا طرفہ نظارا
ولیمہ بھی اسی میں اور اسی میں ہے مہر سارا

ارادہ آپ نے اب رخصتِ زہرا کا فرمایا
محبت سے جنابِ مرتضیٰ کو پاس بلوایا

سیّدہ کا جہیز

سُلطانِ انبیاء، محبوبِ کبریا، شبِ اسریٰ کے دُولہا، امام المرسلین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی لاڈلی صاحبزادی خاتونِ جنت سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو جہیز عطا فرمایا، اُس کی تفصیل کتبِ سِیَر میں یوں ہے؛

ایک چادر۔ ایک چکی۔ سادہ کپڑوں کا ایک بستر۔ اعلیٰ کپڑے کی ایک قمیص۔ مٹی کے دو۲ گھڑے، کھجور کے پتوں کی ایک چٹائی۔ گلاس چار۔ تانبے کا ایک لوٹا۔ کپڑوں کا ایک جوڑا۔ چاندی کے دو۲ بازو بند۔ موٹے کپڑے کے تکیے چار۔

مندرجہ بالا سامان کے علاوہ چمڑے پر لکھی ہوئی قرآن مقدس کی چند سورتیں بھی تھیں۔ سیرت کی کتب میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ سامان یہی تھا جو مذکور ہوا۔ (صواعق محرقہ ص۱۷۲، معارج النبوۃ رکن چہارم)

؎ بیٹی کا حصّہ باپ کے گھر میں ہے بالیقیں
لیکن ہے یہ بھی شرط کہ قائم ہو اعتدال

؎ حسرت سے دیکھتی ہے جو بیٹی غریب کی
ہو کچھ تو صائم اس کے جذبات کا خیال

- حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتے کا سوال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتے کا مشورہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو دیا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سوال سے مطلع فرمایا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آسمانوں پر ہوا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرنے کا حکم، اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیا۔

- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطلع فرمانے پر خاموشی اختیار فرمائی۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رضامندی کا اظہار فرمایا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ ارشاد فرمایا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر صحابہ کرام نے مبارک و تہنیت کو پیش کیا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جہیز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختصر سامان عطا فرمایا۔
- حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے دعوتِ ولیمہ کا انتظام فرمایا۔
- صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولیمہ کا کھانا تناول فرمایا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رخصت فرمایا۔
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارکہ بوقتِ نکاح پندرہ ۱۵ سال تھی۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی عمر شریفہ بوقتِ نکاح اکیس ۲۱ سال تھی۔

؎ مہاجر اور انصار اور اکابر تھے جمع سارے
اُتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں سارے

؎ جہیز اُن کو ملا تھا کچھ شہنشاہِ دو عالم سے
ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخرِ آدم سے

؎ متاعِ دنیوی جو حصّہ زہرا میں آئی تھی
کھجوری کھردرے سے بان کی اک چارپائی تھی

؎ مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں
ملی تھیں چکیاں دو۲ تاکہ آٹا پیس لیں گھر میں

؎ گھڑے مٹی کے دو۲ تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا
نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بد زیب و بھدا تھا

؎ بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے
یہ وہ سامان تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیدنا علی کے گھر میں

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی ہوئی تو حضور سیدِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ازواجِ مطہرات اور مہاجرین و انصار کی عورتوں کو ارشاد فرمایا: میری بیٹی کی رخصتی پر تم تکبیر و تحمید اور تسبیح پڑھتی ہوئی ساتھ ساتھ چلو۔ سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا مستورات کے درمیان ہیں۔ الحمدللہ اور سبحان اللہ کی صدائیں آرہی ہیں۔ سیدہ کو حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے گھر میں لایا جا رہا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر بھی قریب تھا۔ اِس طرح اس ڈولی کو پہنچایا گیا۔ حیدرِ کرّار کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا گھر ایک کچا سا کوٹھا تھا، مینڈھے کی کھال کی جائے نماز۔ کھجوروں کے پتّوں سے بھرا ہوا تکیہ تھا۔ ایک مشکیزہ پانی بھرنے کے لئے اور ایک رومال ستون کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ ایک کونے میں مٹّی کا گھڑا پیالے سے ڈھانپا ہوا ہے۔ بس یہ تھا مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کل کائنات — فقر تھا — صبر تھا — سادگی تھی — وجاہت تھی — وقار تھا — عزت تھی — محبت تھی۔ جہیز کا سامان نہایت سلیقہ سے ایک طرف رکھ دیا گیا اور سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کو کھجور کی چٹائی پر بٹھا دیا گیا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد، ج ۸، ص ۲۴)

عشاء کے وقت حضور نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم گھر تشریف لائے تو سیدہ ابا حضور کے استقبال کے لئے شرماتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ حضور انور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بیٹی کو پیار دیا۔ اُمّ ایمن کو گھر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سامنے ادب سے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ حضور نبی اکرم نے بیٹھنے کا حکم فرمایا اور جناب علی کو دائیں طرف اور سیدہ کو بائیں طرف بٹھایا اور دُعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْھِمَا وَبَارِكْ عَلَیْھِمَا وَبَارِكْ لَھُمَا فِیْ نَسْلِھِمَا اَللّٰھُمَّ بِنْتِیْ وَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اَخِیْ وَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَكَ وَلِیًّا بِكَ حَفِیًّا وَبَارِكْ فِیْ اَھْلِهٖ۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب دُعا سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: "اے فاطمہ! میں نے تیرا نکاح دُنیا کے سب سے بہترین شخص کے ساتھ کیا ہے۔ تیرا شوہر میرے تمام خاندان میں سے بہتر ہے۔ تیرا شوہر دُنیا و آخرت کا سردار ہے۔ تم اپنے شوہر کی خوب تابعداری کرنا۔" پھر آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا: "اے علی! تم رسُولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کی بیٹی اور دُنیا کی بہترین عورت کے شوہر ہو۔ اے علی! فاطمہ میرا (گوشت کا) ٹکڑا ہے۔ اسے خوش و خرم رکھنا۔" پھر آپ نے دونوں کو ارشاد فرمایا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔" پھر پانی کا پیالہ لیا اس پر دم کیا پانی کا کچھ حصّہ جنابِ سیدہ کے سینہ مبارک پر اور کچھ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے کندھوں کے درمیان چھڑک دیا اور باقی پینے کا حکم دیا اور دُعائیں دیتے ہوئے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام واپس چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۴، معارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴)

؎ علی المرتضیٰ نے آج تاجِ ھَل اَتیٰ پایا!
دُلہن کی شکل میں اک پیکرِ صدق و صفا پایا
پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہرا اپنے گھر آئی
توکل کے خزانے، دَولتِ مہر و وفا پائی
عشاء پڑھ کر چلا بیٹی کے گھر ہادی زمانے کا
درِ بیتِ علی پر اذن مانگا اندر آنے کا

بشفقت سادہ پانی کا پیالہ ایک منگوایا — دُعا کر کے خود تھوڑا سا پانی نوش فرمایا
دیئے پانی کے چھینٹے سینہ و بازوئے حیدر پر — یہی پانی رسُول اللہ نے چھڑکا پاک دُختر پر
محبت اور شفقت سے بٹھا کر پاس دونوں کو — دُعا کی اے خدا یہ عقد آئے راس دونوں کو
ہو ان کی نسل یا رب دو جہاں میں خیر کا باعث — یہ عقدِ خیر ہو کون و مکان میں خیر کا باعث
خدا وندا انہیں پاکیزہ سے پاکیزہ تر کر دے — عمل میں اثر ہو ان کے ارادے خیر سے بھر دے

سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخاوت

صبح ہوئی تو سویرے سویرے کسی سائل نے صدا لگائی کہ اہلِ بیت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کپڑے کا سوال ہے ۔؟ دل میں خیال آیا کہ کون سا کپڑا دیا جائے نیا یا پرانا ؟ پھر قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ سامنے آئی۔۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ (سورۃ آل عمران آیت ۹۲)

"تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے، جب تک خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی سب سے پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو گے۔"

○ بس قرآن کریم کی اس معروف آیتِ مبارکہ کے یاد آتے ہی جہیز میں ملنے والی اعلیٰ قیمتی قمیص سائل کو عطا فرما دی ۔ (معارج النبوۃ ج ۴، ص ۱۷۰)

امورِ خانہ داری

اب سیدہ صادقہ، طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دینے لگیں۔ کچے سے مکان کو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جنت کی طرح سجا رکھا تھا۔ گھر میں موجود ہر چیز کو نہایت عمدگی سے آراستہ کر رکھا تھا ۔

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چکی میں دانے اپنے ہاتھوں سے پیستی تھیں،

○ کام کاج کی مشقت سے ہاتھوں پر چھالے پڑجاتے تھے ۔

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جھاڑو اپنے ہاتھوں سے دیا کرتی تھیں ۔

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کپڑے اپنے ہاتھوں سے دھوتی تھیں ۔

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا اپنے ہاتھوں سے پکاتی تھیں ۔

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام امورِ خانہ داری خود سرانجام دیتی تھیں

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگ جلانے وقت چولہا خود پھونکتی تھیں ۔

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پانی کا مشکیزہ خود بھر کر لاتی تھیں ۔

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنڈیا خود پکاتی تھیں ۔

○ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنور پر روٹیاں خود لگاتی تھیں ۔

؎ اوصافِ حمیدہ میں وہ ممتاز ہیں سب سے
ہیں جملہ خواتیں سے جدا حضرتِ زہرا

؎ رشتۂ آیینِ حق زنجیرِ پا است — پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفےٰ است

اللہ اللہ ! سیدہ عارفہ، زاہدہ، حبیبِ کبریا سرورِ انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی تمام امورِ خانہ داری خود سرانجام دیتی ہیں مستورات کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور گھر کے سب کام کاج خود کرنا چاہیے ۔

○ گھر کا کام وفا کی علامت ہے ○ گھر کا کام شعار کی علامت ہے

○ گھر کا کام شوہر کی خوشنودی کی علامت ہے ○ گھر کا کام سیدہ کی سنت ہے

○ اے بیبیو ! اگر تم کنیزِ فاطمہ بننا چاہتی ہو ـــــ قیامت میں سیدہ کا سایۂ دامن حاصل کرنا چاہتی ہو ـــــ سیدہ کی شفاعت چاہتی ہو تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طریقہ کار اپناؤ ـــــ وفا شعار بنو ـــــ شوہر کی وفادار بنو۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معجزہ پڑھنے والی ماؤ ! بہنو !! معجزہ فاطمہ پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں اور معجزہ بھی من گھڑت، جبکہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے کرامت ولی کی ـــــ کوئی فائدہ نہیں بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نفل پڑھنے کا جب تک سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کے کردار کو نہ اپناؤ !

○ والدین کی دعا چاہتی ہو تو گھر کے کام کرو ۔

○ شوہر کی رضا چاہتی ہو تو گھر کے کام کرو ۔

○ رحمتِ خدا (جل شانہٗ) چاہتی ہو تو گھر کے کام کرو ۔

○ خوشنودیٔ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثناء) چاہتی ہو تو گھر کے کام کرو ۔

Scanned with CamScanner

○ محبت و شفقت اور شفا چاہتی ہو تو گھر کے کام کرو۔

○ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غلام بننا چاہتی ہو تو گھر کے کام کرو

گھر کے کام میں عظمت ہے ـــ برکت ہے ـــ رحمت ہے ـــ عزت ہے ـــ خدمت ہے ـــ وفا ہے ـــ عطا ہے ـــ دعا ہے ـــ اور اللہ تعالیٰ اور محبوب کبریا (علیہ التحیۃ والثناء) کی رضا ہے۔

سیدہ کا فقر و غنا

سید العالمین ختم المرسلین رحمت کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک تعالیٰ نے مالکِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ بنا دیا۔ زمین و آسمان، بلکہ سب جہانوں کے خزانوں کی چابیاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کر دیں۔ اس کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ "فقر میرا فخر ہے"۔

مالکِ کونین ہیں، گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں، اُن کے خالی ہاتھ میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شہزادی کی پرورش فرماتے ہوئے فقر و غنا کی تعلیم و تربیت بچپن ہی سے کر دی تھی۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بچپن فقر و غنا میں گزرا۔

○ سیدہ کی جوانی فقر و غنا میں ○ سیدہ کی زندگانی فقر و غنا میں

پھر فقر ہی فقر تھا نہ بھوک کی شکایت تھی نہ تکلیف نہ تنگدستی میں پریشانی، نہ راحت میں خوشی ـــ بس صبر تھا، غنا تھا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تھا ـــ

سیدہ زہرا طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لب ہائے مقدس سے کبھی سوال نہ ہوا۔

شہزادیٔ رسول صابرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صبر کا یہ حال تھا کہ ابھی شادی کو چند ہی دن گزرے تھے کہ ایک دن جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کچھ کھانے کو مانگا۔ آپ فرمانے لگیں،

"اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تین دن سے گھر میں جَو کا ایک دانہ بھی نہیں" حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سُنا تو پریشان ہو گئے ـــ دل میں سوچنے لگے کہ میں تو فاقوں کا عادی تھا ہی، یہ کیا ہو گیا کہ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تین دن سے فاقے سے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرمانے لگے "سیدہ! تو نے مجھے کیوں نہ بتایا، میں کچھ نہ کچھ آپ کے لئے انتظام کر لیتا"۔ سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: "اے میرے سرتاج! مجھے کچھ مانگنا آتا ہی نہیں، اور ابا جان نے مجھے رخصتی کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ بیٹی! علی کو پریشان نہ کرنا اور اس سے مانگ کر اسے شرمندہ نہ کرنا۔"

ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو دیکھا کہ سیدہ آٹا گوندھ رہی ہیں اور ساتھ ہی تلاوت قرآن کریم فرما رہی ہیں اور جسم اطہر پر اونٹ کی کھال پہنی ہے، جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی کو اس حال میں دیکھا تو آنسو آ گئے اور فرمایا: "اللہ تجھے اور بھی صبر عطا فرمائے۔ بیٹی! تیرے دکھوں کو دیکھ کر باپ کے دل پر ضرور چوٹ پڑتی ہے مگر ہم نے یہ سب کچھ خود ہی اختیار کیا ہے اور دنیا کے بدلے ہم نے آخرت کو قبول کیا ہے اس لئے افلاس و غربت کے صدمے تو اٹھانے ہی پڑیں گے۔

ردائے صبر بھی حاصل تھی، توفیق عبادت بھی
کہ ہونا تھا اسے سرتاج خاتونِ جنت بھی

سیدہ کا صبر

ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدہ کے گھر تشریف لائے تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چہرہ اُترا ہوا نظر آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا "اے بیٹی کیا بات ہے کہ تمہارا چہرہ اُترا ہوا ہے؟" عرض کی "ابا جان! اور تو کوئی ایسی بات نہیں البتہ تین دن سے کھانا نہیں کھایا"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مَازَاغ چشم میں آنسو اُتر آئے اور فرمایا:

Scanned with CamScanner

بیٹی! تیرا باپ بھی تین دن سے فاقہ سے ہے، ایک لقمہ بھی نہیں کھایا۔ بیٹی! صبر کرو، اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔ صبر کا دامن داغدار نہ ہونے دینا، تیرا باپ سارے رسولوں کا سردار ہے۔ تیرا شوہر دُنیا و آخرت کے مَردوں کا سردار ہے اور تُو دونوں جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔ بیٹی! فقر ہم نے خود اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر و استغنا عطا فرمائے۔ آمین! سیدہ والدِ گرامی کی گفتگو سُن کر مطمئن ہوگئیں، چہرے کی نقاہت اُتر گئی اور پریشانی کے آثار ختم ہوگئے۔ (نزہتہ المجالس ص ۲۲۳ ج ۲)

؎ آں ادب پروردۂ صبر و رضا — آسیا گرداں و لب قرآں سرا

ترجمہ:

○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صبر بے مثال تھا۔
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھوک پر صبر بے مثال تھا۔
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تین دن بھوکا رہنے پر بھی کوئی سوال نہ تھا
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو والدِ گرامی کا وصیت نامہ یاد تھا۔
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے شوہر سے کوئی سوال نہ تھا۔
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھوک سے نڈھال پھر بھی صبر کمال تھا۔
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ گر ہوئے
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اُترا چہرہ دیکھ کر حضور علیہ السلام پریشان ہوئے
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آٹا گوندھتے وقت قرآن پڑھ رہی ہیں
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پکاتے وقت قرآن پڑھ رہی ہیں
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جسم پر اُونٹ کی کھال پہنے ہوئی تھیں
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا چمڑے والے لباس پر پیوند لگاتی تھیں
○ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر مشکل اور مصیبت پر صبر فرماتی تھیں۔

سیدہ کا جنتی لباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایک دن انصار و مہاجرین کی خواتین ایک جگہ جمع ہوئیں اور انہوں نے التجا کی کہ سیدہ سلام اللہ علیہا بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائیں۔ چونکہ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس مجلس میں جانے کے لئے کوئی مناسب لباس نہ تھا، اس لئے آپ نے وہاں جانے کے لئے توقف فرمایا۔ حضور نبی اکرم سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بیٹی جاؤ، اس لئے کہ کسی کو مایوس نہیں کرتے" سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر تشریف لے گئیں۔ واپس اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے آئیں تو مناسب لباس نہ ہونے کی وجہ سے رنجیدہ تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا، اس اجتماع سے ایک عورت کو طلب کیا جائے تاکہ مجمع کا حال معلوم کیا جائے۔ چنانچہ عورت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے کہنے لگی: جب سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس مجمع میں گئیں تو تمام عورتیں آپ کا لباس دیکھ کر ششدر رہ گئیں اور ایک دوسری سے کہنے لگیں: اے اللہ! اس قسم کے کپڑے کہاں سے آئے ہوں گے؟ سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے جب اس عورت کی گفتگو سُنی تو عرض کی: "ابا حضور! مجھے وہ کپڑے کیوں نظر نہ آئے؟" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "بیٹی! تجھے ان کپڑوں نے زیبائش نہ دی بلکہ ان کپڑوں کو تمہارے زیبِ تن ہونے کی وجہ سے زیبائش حاصل ہوئی۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۰۵)

اس طرح کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں:۔

ایک یہودن کی شادی تھی، یہ یہودن بہت زیادہ مالدار تھی۔ مدینہ طیبہ کی چند یہودی عورتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی ہمارے گھر میں شادی ہے۔ ہم نے بہت سے لوگوں کو بُلایا ہوا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کی صاحبزادی بھی اس شادی میں شرکت فرمائے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا: ہم وقت مقررہ

Scanned with CamScanner

پر اپنی بیٹی کو تمہارے گھر بھیج دیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیّدہ کے گھر تشریف لائے اور اس شادی میں جانے کا حکم فرمایا۔ دراصل اِس شادی میں یہودی عورتوں کا سیّدہ کو بُلانے کا مقصد یہ تھا کہ اُنہیں معلوم تھا کہ سیّدہ کے لباس میں کئی کئی جگہ پیوند لگے ہوئے ہیں، جب سیّدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس حالت میں آئیں گی تو ہم اُن کا مذاق اڑائیں گی کہ یہ ہے مسلمانوں کے نبی کی بیٹی جس کے لباس پر اتنے پیوند لگے ہیں۔ سیّدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے ابھی دل میں یہ خیال فرمایا ہی تھا کہ کہیں یہودی عورتیں میرا مذاق نہ اڑائیں؟ کہ اتنے میں جبریل امین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسُول اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم) اللہ تعالیٰ نے یہ جنتی جوڑا آپ کی صاحبزادی کے لئے بھیجا ہے کہ اسے پہن کر شادی میں شامل ہو جائیں۔

فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ بِحُلَّۃٍ مِّنَ الْجَنَّۃِ فَلَمَّا لَبِسَتْھَا۔

جب سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ لباس پہن کر یہودی عورتوں کے پاس گئیں جو کہ پہلے سے مذاق کے لئے تیار کھڑی تھیں، انہوں نے سیّدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کا جنتی لباس دیکھا تو اُن کے رنگ اُڑ گئے۔ جب آپ اُن کے درمیان جا بیٹھیں، تو وہ پوچھنے لگیں؛

مِنْ اَیْنَ یَا فَاطِمَۃُ۔	اے فاطمہ یہ جوڑا کہاں سے منگوایا؟
فَقَالَتْ مِنْ اَبِیْ۔	سیّدہ نے فرمایا: ابّا جان نے دیا ہے۔
مِنْ اَیْنَ لِاَبِیْکِ۔	تمہارے والدِ محترم نے کہاں سے منگوایا ہے؟
قَالَتْ مِنْ جِبْرِیْلَ	جبریل (علیہ السّلام) سے۔
مِنْ اَیْنَ جِبْرِیْلَ۔	جبریل کہاں سے لاتے؟
قَالَتْ مِنَ الْجَنَّۃِ۔	فرمایا: جنّت سے لاتے ہیں۔

فَقُلْنَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ۔

کہنے لگیں، "ہم گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم) اللہ کے سچے رسول ہیں۔"

اِن عورتوں میں سے جس عورت کا شوہر مسلمان ہو گیا وہ اُس کے پاس رہی اور جس کا شوہر مسلمان نہ ہوا، وہ اس سے الگ ہو گئی اور اُس نے مُسلمان مرد سے نکاح کر لیا۔ (نزہتہ المجالس، ج ۲، ص ۲۴۶)

اُمّتِ مُصطفٰے کے لئے سیّدہ کی دُعا

حضور سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر اس آیتِ کریمہ کا نزول ہوا؛ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْھَا جِثِیًّا۔ (سورۃ مریم، آیت ۷۱ تا ۷۲)

ترجمہ: "اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں، مگر اس کا گزر دوزخ پر سے ہو گا اور یہ آپکے رب پر لازمی ہے اور اللہ کا فیصلہ ہو چکا ہے، پھر ہم نجات دیں گے پرہیزگاروں کو اور رہنے دیں گے ظالموں کو دوزخ میں۔"

یہ آیتِ کریمہ نازل ہوتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سخت غمگین ہو گئے اور غم اُمّت میں اشکباری فرمانے لگے اور بغیر بتائے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جبل سلاح کے دامن میں تنگ و تاریک غار میں تشریف فرما ہو گئے۔ سجدہ میں سرِ انور رکھ کر بارگاہِ الٰہی میں زاری کرنے لگے۔ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاش میں نکلے۔ ہر طرف غم کے طوفان اُمنڈ آئے۔ شمعِ رسالت کے پروانے گلی گلی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش کرنے لگے۔ بیقرار نگاہیں محبوب کی تلاش میں بے چین ہیں، ہر جگہ چھان مارا، مگر کہیں سے بھی پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر نہ ملی۔

سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت پریشان تھیں، دروازے تک آتیں شاید کوئی خبر مل جائے، نہ دن کو سکون، نہ رات کو آرام، آنکھوں میں اشک، دل میں غم، لبوں پر دعا تھی۔ صحابہ کرام صبح سے شام تک اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش کرتے مگر خبر نہ پاتے۔ تین دن اِسی حال میں گزر گئے۔ ایک صحابی نے ایک چرواہے کو

دیکھا تو پوچھا: "اے بھائی! تم نے ہمارے آقا و مولیٰ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اِدھر کہیں دیکھا ہے؟" - چرواہا: "نہیں بھائی! میں تمہارے آقا علیہ الصلوٰۃ کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟" - صحابی: "وہ والضحیٰ کے چہرے والے ہیں ــــ یداللہ کے ہاتھوں والے ہیں ــــ اللہ تعالیٰ کے محبوب، اور ہمارے آقا، نبی اور رسول ہیں -"

چرواہا: "نہیں بھائی! میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا - میں انہیں نہیں جانتا"

اب صحابی پریشان ہوکر لوٹنے ہی والے تھے کہ چرواہا بولا: "بھائی! یہ سامنے کی جو تنگ و تاریک غار ہے، اس میں ایک شخص تین دن سے آہ وزاری کر رہا ہے"

صحابی: - "وہ کیا کہتا ہے؟" چرواہا بولا: "وہ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ کی صدائیں بلند کرتا ہے - اس کی دردناک آوازیں سن کر میرے جانوروں نے چرنا چھوڑ دیا ہے - یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس رونے والے کی آواز پہچان کر جانور بھی رو رہے ہیں -"

حضرت عارفِ رومی علیہ الرحمہ اس واقعہ کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں: -

؎ گفت چوپاں کہ مرا معلوم نیست ــــ بل محمدؐ را نمی دانم کہ کیست

"چرواہے نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں بلکہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟"

؎ ایں قدر دانم کہ اندر نیزد غار ــــ زار مے نالد اندر لیل و نہار

"میں بس اتنا جانتا ہوں کہ اندھیری غار میں کوئی دن رات زار و قطار رو رہا ہے"

؎ مے کُند با گریہ ہر ساعتی ــــ نالہ یَا اُمَّتِیْ یَا اُمَّتِیْ

"وہ رونے کے ساتھ ساتھ ہر گھڑی یا اُمتی یا اُمتی پکار رہے ہیں"

؎ جانور از نالہ اُو خستہ اند ــــ از چرا کردن دہن پا بستہ اند

"جانور ان کے رونے سے پریشان ہیں اور چرنے سے منہ اور پاؤں بندھے ہوئے ہیں"

جب چرواہے سے یہ نشانیاں سنیں، تو صحابہ کرام کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور وہ کہنے

لگے: "چرواہے بھائی! وہی تو ہیں ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام! جن کی جستجو میں ہم گلی گلی پھر رہے تھے" - اب اُن صحابیوں نے تیز تیز قدم اٹھائے اور اُٹھ کر غار کے دہانے پر پہنچ گئے اور محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبانہ آواز سُنی:

؎ زار مے نالید و مے گفت اے الٰہ ــــ تا نہ بخشد اُمتانم را گناہ

"آپ زار و قطار رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے الٰہ العالمین! جب تک تو میری اُمت کے گناہ نہیں معاف کرتا، میں زاری کرتا رہوں گا"

؎ من نہ بردارم سرِ خود از زمیں ــــ تا بروزِ حشر باشم ایں چُنیں

"میں اپنا سر زمین سے نہیں اٹھاؤں گا، روزِ حشر تک اسی طرح رہوں گا"

؎ ایں چنیں مے گفت و مے نالید زار ــــ با دلِ پُر درد و چشم اشکبار

"یہ کہتے اور زار و قطار روتے تھے، دِل میں درد تھا اور آنکھیں اشکبار تھیں"

بر در آمد اے خدائے مصطفےٰ ــــ بندہ تو با ہزاراں التجا

"تیرے در پر اے اللہ مصطفےٰ آیا ہے، جو تیرا بندہ ہے ساتھ ہزاروں التجا کے"

بر در آمد مصطفےٰ زاری کناں ــــ معذرت خواہ گناہِ اُمتاں

"تیرے دروازے پر روتے ہوئے مصطفےٰ آیا ہے اور اُمت کے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں"

بر در آمد اے گدائے کوئے تو ــــ اے عنانِ خلق در قابوئے تو

"تیرے دروازے پر تیری گلی کا گدا آیا ہے ــــ تمام مخلوق کی لگام تیرے قابو میں ہے"

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تین دن سے چشم تر ہیں، جب روتی ہیں تو دوپٹے کا آنچل بھیگ جاتا ہے - شہزادگانِ بتول غمِ رسول میں نڈھال ہیں -

؎ دردِ دلِ من کمتر از یعقوب نیست ــــ اُو پسر گم کردہ و من پدر گم کردہ ام

"میرے دِل کا درد حضرت یعقوب علیہ السلام (کے درد) سے کم نہیں ہے اُن کا بیٹا (یوسف علیہ السلام) گم ہوا تھا اور میرے ابا جان گم ہیں -"

Scanned with CamScanner

اتنے میں دُوسرے صحابی بھی تلاشِ محبوب میں وہاں پہنچ جاتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی آہ وزاری اور بیقراری سے بیقرار و مضطرب ہوجاتے ہیں۔ آخر کار دل سنبھال کر عرض گزار ہوتے ہیں، اے بے کسوں کے کس، اے بے بسوں کے بس، اے غمخوار آقا! اپنا سرِ مبارک اٹھایئے اور اپنے فقیروں پر رحم فرمایئے تاکہ رُخِ زیبا، چہرۂ وَالضُّحیٰ کی زیارت ہوجائے ؎

اے تماشا گاہِ عالم رُوئے تو — تو کجا بہرِ تماشا مے روی

"تمام جہانوں کی جلوہ گاہ آپ کا چہرہ مقدس ہے آپ کس کی تلاش میں سر بسجود ہیں"

صحابہ کرام علیہم الرضوان عرض گزار ہیں کہ یارسُول اللہ (علیک الصّلوٰۃ والسّلام) ساری زندگیاں آپ کی جُدائی میں ویران ہیں آقا رحم فرمایئے اور چہرہ وَالضُّحیٰ کا جلوہ عطا فرمایئے۔ مگر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے سرِ انور نہ اٹھایا اور برابر اشکباری فرماتے رہے۔ صحابہ کرام میں سے بعض نے مایوس ہوکر تمام حالات سے آگاہ کرنے کے لئے حجرۂ سیّدہ پر حاضر ہوئے، اور حضرت سیّدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی اے شہزادیِ رسول! آپ کی بات حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہرگز نہیں ٹالیں گے آپ جائیں اور آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو ساتھ لے آئیں۔ سیّدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بات سُن کر تیاری فرماتی ہیں۔ اُونی کمبل جو جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا، اسے اپنے اوپر لیا، پردہ کیا، جسمِ اطہر کو اس طرح لپیٹا کہ جسم کا پہنا ہوا کپڑا بھی کمبل میں نظر نہ آتا تھا صحابیات بھی آپ کے ساتھ ہولیں۔ صحابیات کے درمیان آپ اس غار پر جلوہ افروز ہوئیں۔ ابا حضور کو دیکھا کہ اب بھی اسی طرح گریہ وزاری فرمارہے ہیں۔ آپ بیقراری کے عالم میں عرض کرنے لگیں؛ (عارف رُومی علیہ الرحمہ اس طرح فرماتے ہیں:)

؎ اے رخت را ماہِ تاباں بندہ — وے بہ بہشت مہر سر افگندہ

"اے (اباجی) آپ کے رُخِ انور کا چاند غلام ہے، آپ کے سامنے سورج نے سر جھکایا ہوا ہے"۔

؎ اے فروغ نورِ یزداں رُوئے تو — وے بہارِ باغِ رضواں کوئے تو

"اے نورِ ربّ العالمین کے روشن چہرے والے! جنت کے باغ کی بہار آپ کی گلی ہے"

؎ اے پدر ہستی چرا اندوہگیں — اے پدر بردار سر را از زمیں

"اے ابا حضور! آپ کیوں پریشان ہیں، اے ابا حضور! سر کو زمین سے اٹھاؤ"

؎ اے پدر جانم فدائے نامِ تو — اے پدر رُوحِ روانم دامِ تو

"اے ابا حضور! میری جان آپ کے نام پر قربان ہے۔ اے ابا حضور میری رُوح آپ کے دام میں ہے۔"

سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں: ابا حضور! سجدے سے سر اٹھایئے، اُمت پر اس قدر غم نہ کھایئے۔ قیامت کے دن میں آپ کی گنہ گار اُمت کے اعمال کے پلڑے میں حسن (علیہ السّلام) کا زہر آلو جامہ رکھ دوں گی۔ اگر پھر بھی پورا نہ ہوا تو حُسین (علیہ السّلام) کا خون آلود جامہ رکھ دُوں گی۔ اگر پھر بھی پورا نہ ہوا اور کمی رہی، تو اس پلڑے میں اپنی زلفیں تراش کر رکھ دوں گی۔ ابا حضور! اب آپ سرِ مبارک اُٹھایئے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی صاحبزادی کی یہ دردناک گفتگو سُنی تو بے قرار ہوکر فرمایا؛ "جانِ پدر فاطمہ! تیری اس بات سے تیرے باپ کے دردِ دل کی دوا نہیں ہوسکتی!" سیّدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب مشفق و مہربان والد گرامی سے یہ بات سُنی تو بارگاہِ ربّ العالمین جلّ شانہٗ میں عرض کی: "یا اللہ! تیری اس بندی کے سر کا ایک بال بھی کبھی ننگا نہیں ہوا، مگر آج میں سر سے چادر اتار کر دعا کرتی ہوں کہ میرے ابا حضور کی اُمت کی مغفرت فرما اور امت کے گنہ گاروں کو بخش دے"۔ جنابِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کہہ کر ابھی اپنا ہاتھ چادر کی طرف اٹھایا ہی تھا کہ جبریلِ امین نے حاضر ہوکر عرض کیا؛ "یارسُول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم) اپنی صاحبزادی کا ہاتھ پکڑلیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرماکر آپ کی اُمت

کی بخشش کا وعدہ فرمالیا ہے۔" حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

پھر مولا کریم جل شانہٗ کی طرف سے ندا آئی۔

؎ پس ندا آمد ز یزداں کائے رسول — من دعائے فاطمہ کردم قبول

"پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اے رسول (علیک الصلوٰۃ والسلام)
میں نے فاطمہ کی دعا کو قبول فرمالیا ہے۔"

؎ گر طلب کردی زمین و آسمان — جملہ بخشیدیمش در یک زمان

فاطمہ اگر زمین و آسمان طلب فرماتی تو تمام کے تمام بخش دیے جاتے۔"

فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اِنَّ اللّٰہَ یَقْرَءُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ لَکَ قُلْ لِفَاطِمَۃَ یَفْعَلُ بِاُمَّتِکَ مَا تُحِبُّ فَاطِمَۃُ۔ (نزھۃ المجالس ص—)

"پس جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: قیامت کے دن آپ کی امت کے ساتھ وہی سلوک کرے گا، جو فاطمہ بنت محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی خواہش ہوگی۔"

اور نزہۃ المجالس میں ہے، فَاَخْبَرُوْا فَاطِمَۃَ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) بِذٰلِکَ فَجَاءَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ مَا یُبْکِیْکَ؟ فَاَخْبَرَہَا بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا فَبَکَتْ بُکَاءً کَثِیْرًا وَتَوَجَّھَتْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَتْ یَا شَیْخُ اَنَّھَا حِیْنَ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنْ مِّنْکُمْ الاٰیَۃَ فَھَلْ لَکَ اَنْ تَکُوْنَ فِدَاءَ الشُّیُوْخِ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ سَاَلَتْ عَلِیًّا اَنْ یَّکُوْنَ فِدَاءَ الشَّبَابِ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ سَاَلَتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَا فِدَاءَ اَئِمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَا نَعَمْ ثُمَّ جَعَلَتْ نَفْسَھَا فِدَاءَ النِّسَاءِ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۲۲۲)

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، تو آپ غم زدہ ہوگئے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔" لوگوں نے یہ خبر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی تو سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے ابا حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر پریشانی کی وجہ پوچھی آپ نے آیت پڑھ کر سنادی۔ جب سیدہ علیہا السلام نے یہ آیت سنی تو آپ بہت روئیں اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اے شیخ المہاجرین اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ کیا آپ امت کے بوڑھوں پر فدا ہونا پسند فرمائیں گے؟" آپ نے فرمایا "ہاں!" پھر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو یہ حقیقت بتاکر پوچھا: "آپ امت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوانوں پر قربان ہونا پسند فرمائیں گے؟" انہوں نے فرمایا "جی ہاں!" پھر آپ نے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا "کیا آپ امت کے بچوں پر قربان ہونا پسند کریں گے؟" انہوں نے فرمایا "جی ہاں!" پھر آپ فرمانے لگیں "میں ابا جی کی امت کی عورتوں پر نثار ہوتی ہوں تو جبریل امین نے حاضر ہوکر عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ اپنی بیٹی سے فرمادیں کہ وہ غم نہ کرے، آپ کی امت کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو فاطمہ کی خواہش ہوگی۔"

برادران اسلام! واقعات کی ترتیب جو بھی ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ:

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے لئے تنگ و تاریک غار میں جلوہ گر ہوتے۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام: غار میں امت کی بخشش کے لئے سجدہ ریز ہوتے۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام: غار میں شب و روز روتے رہے۔

Scanned with CamScanner

- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس نماز میں سجدہ فرمایا وہ نمازِ سجدہ کہلاتی ہے۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سیدہ (سلام اللہ تعالیٰ علیہا) حاضر ہوئیں۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سر مبارک اٹھانے کے لئے عرض کرنے سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غار میں تشریف فرما ہوئیں۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشکباری سے زمین تر ہو گئی۔
- سیدہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پردے نے امت کی لاج رکھ لی۔
- سیدہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواہش قیامت کے دن پوری ہوگی۔

؎ اے امینِ نعمت، آئینِ حق　　　　در نفسہائے تو سوزِ دینِ حق

؎ وہ زہرا ہاں وہی زہرا، رسول اللہ کی بیٹی
وہی زہرا وجہِ رشکِ مہر و ماہ کی بیٹی

؎ رحمت ہے عام کس کی؟ بنتِ رسول کی　　　　حوریں غلام کس کی؟ بنتِ رسول کی

؎ جس کو جو بھی لینا ہو صاحبِ حضور سے　　　　کرنا طلب ہے پڑتا زہرا بتول سے

سیدہ کی امورِ خانہ داری

سیدہ زہرا بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا شب و روز گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی تھی۔ ایک دن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مشورہ دیا کہ چکی پیستے پیستے آپ کے مبارک ہاتھوں میں چھالے پڑ چکے ہیں آپ کے ابا حضور کے ہاں کافی غلام اور کنیزیں آئی ہوئی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں ضرورتمندوں میں تقسیم فرما رہے ہیں، آپ جائیں اور ایک غلام یا لونڈی لے آئیں تاکہ کام کاج میں آپ کا ہاتھ بٹا سکے۔ سیدہ علیہا السلام یہ سُن کر پریشان ہوئیں کہ میں ابا جان سے کیسے سوال کروں؟ جبکہ میں نے آج تک کسی قسم کا سوال کیا ہی نہیں، مگر شوہر کا حکم تھا۔ آپ با پردہ حضرت اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تشریف لے گئیں، مگر

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر نہ تھے۔ تھوڑی دیر بعد بیٹھ کر اٹھنے لگیں، تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں "کوئی کام ہو تو بتاؤ" تو آپ نے نہایت ہی جھجکتے شرماتے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش پیش کر دی اور واپس تشریف لے آئیں۔

کچھ دیر بعد حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ گر ہوئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ نے سیدہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی ساری بات حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغام سُن کر فوراً سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی سیدہ علیہا السلام کھڑی ہو گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹی کے سر پر بوسہ دے کر فرمایا "بیٹھ جاؤ"۔ آپ بیٹھ گئیں، تو ارشاد فرمایا "بیٹی! ہمیں تمہارا یہ پیغام ملا ہے، کیا یہ درست ہے؟" سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: جی ہاں! حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خواہش تھی، جو میں نے عرض کر دی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بیٹی! ہم نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے۔ کیا ہم نے تمہیں نہیں کہا کہ دنیا کی مشقت و محنت ہمیں خاطر میں نہیں لانی چاہیئے۔ کیا تمہیں ہم ایک ایسی چیز عطا نہ کریں جو غلاموں اور کنیزوں سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ بیٹی روزانہ ایک بار یہ تسبیح پڑھ لیا کرو۔ سبحان اللہ (۳۳ بار) الحمد للہ (۳۳ بار) اللہ اکبر (۳۴ بار) (بخاری شریف ج ۱، ص ۵۲۶)

برادرانِ گرامی! سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو گھر کے کام کاج میں مدد لینے کی خاطر غلام لینے گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وظیفہ بتا دیا جو آخرت کی بہتری کا ذریعہ ہے۔ سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے وظیفہ حاصل کیا، صبح و شام پھر وہی مشقت تھی، چکی پیسی جا رہی تھی، جھاڑو دیتی تھیں، امورِ خانہ داری خود سرانجام

دیتی تھیں۔ آپ نے دُنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور پھر آخرت میں آپ کے مرتبے کا یہ عالم ہوگا کہ آپ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب میدانِ محشر میں گزر ہوگا، تو

نَادٰی مُنَادٍ مِّنْ بُطْنَانِ الْعَرْشِ یَآاَھْلَ الْجَمْعِ نَکِّسُوْا رُؤُسَکُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ حَتّٰی تَمُرَّ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) عَلَی الصِّرَاطِ اِلَی الْجَنَّۃِ۔

(اشرف المؤید ص۱۰۶، المستدرک للحاکم ص۱۶۱ ج۲، اسد الغابہ ص۵۳۳ ج۵، خصائص الکبریٰ ص۲۶۵ ج۲، نور الابصار ص۴۶، اسعاف الراغبین ص۱۷۱)

"منادی ندا کرے گا: اے محشر میں جمع ہونے والو اپنے سروں کو جھکا لو۔ اور آنکھیں بند کر لو فاطمہ بنتِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی سواری پُل صراط سے جنت کی طرف گزر جائے۔"

اللہ اللہ! سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا دُنیا میں پردہ فرماتی تھیں اور قیامت میں سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پردہ کے لئے اہلِ محشر کی نگاہیں جُھکا دی جائیں گی۔ حُورانِ بہشت آپ کے استقبال کے لئے محشر میں حاضر ہوں گی۔ سیدہ بتول کو اپنے جھرمٹ میں لے لیں گی۔ حُورانِ جنت کے جھرمٹ کے باوجود لوگوں کو آنکھیں بند کرنے نگاہیں جُھکانے کا حکم ہوگا۔ آپ محشر سے چلیں گی، پُل صراط پر پہنچیں گی۔

فَتَمُرُّ مَعَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ جَارِیَۃٍ مِّنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ کَمَرِّ الْبَرْقِ۔ (اشرف المؤید ص۱۰۶، اسعاف الراغبین ص۱۷۱)

"پس (سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا) گزریں گی ستر ہزار جنتی حوروں کے درمیان اور گزر جائیں گی جیسے بجلی گزرتی ہے۔"

اور سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت کے دروازہ پر پہنچ جائیں گی۔

وَفَاطِمَۃُ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ مِنَ النِّسَآءِ۔ (تفسیر روح المعانی ص۱۰۴ ج۱)

اور عورتوں میں سب سے پہلے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت میں داخل ہوں گی۔"

- سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا قیامت کے دن حُوروں کے جھرمٹ میں ہوں گی۔
- سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا قیامت کے دن ستر ہزار حُوروں کے جلو میں ہوں گی۔
- سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پل پر گزرتے وقت اہلِ محشر کی گردنیں جھکا دی جائیں گی۔
- سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا، عورتوں میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی۔
- سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا، تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔

پوچھا جو کسی نے کہ ہیں خاتونِ جناں کون؟
آہستہ سے رضواں نے کہا کہ حضرت زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

- یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علالتِ طبع میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا:

یَا فَاطِمَۃُ اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃَ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَسَیِّدَۃَ نِسَآءِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَسَیِّدَۃَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(مستدرک للحاکم ج۳ ص۱۵۱)

"اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جہان کی عورتوں کی سردار ہو اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو اور تم تمام مومن عورتوں کی سردار ہو۔"

- سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا: تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہیں۔
- سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا: تمام اُمتِ مصطفےٰ کی عورتوں کی سردار ہیں۔
- سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا: تمام ایمان دار عورتوں کی سردار ہیں۔
- سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا: تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

Scanned with CamScanner

مادرانِ ملت و برادرانِ اسلام! ذرا غور تو کرو کہ شہنشاہِ دوسرا حبیبِ کبریاء رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی ہیں چکی چلاتے چلاتے ہاتھوں پر چھالے پڑ چکے تھے، ساری ساری رات بیدار رہتی ہیں نوافل اور سجدوں میں رات گزرتی ہے۔ سحری کو پیارے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی غذا کے لئے چکی پیستی ہیں گھر میں جھاڑو خود دیتی ہیں، کپڑے خود دھوتی ہیں، فقر و فاقہ پر شکرِ الٰہی بجا لاتی ہیں۔ غلام و لونڈی اپنی خدمت کے لئے لینے کی بجائے سامانِ قبر والی تسبیح والد گرامی سے لے کر خوش ہو جاتی ہیں — فکر ہے تو سامانِ قبر کا ——— فکر ہے تو رضائے الٰہی کا ——— فکر ہے تو پردہ کا ——— فکر ہے تو آبا حضور کی اُمت کی بخشش کا۔

○ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامات پڑھنے والی ماؤ! بہنو! سیرتِ طیبہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپناؤ تاکہ آخرت میں اعلیٰ مقام حاصل کر سکو۔

ے فاطمہ بحرِ سخا، کنزِ عطا، فاطمہ بنتِ محمد مصطفےٰ

ے سایۂ اُو بر نساء العالمین ملکۂ اقلیم فردوس بریں

ے محشر میں ہیں رحمت کی گھٹا حضرتِ زہرا
مادر ہیں وہ زینب کی، حسین اور حسن کی

○ سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیز بننا چاہتی ہو تو سیرتِ فاطمہ کو اپناؤ۔
○ سیدہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شفاعت حاصل کرنا چاہتی ہو تو پردہ فاطمی کو اپناؤ۔
○ سیدہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غلامی چاہتی ہو تو غیر محرموں سے منہ کو چھپاؤ۔
○ سیدہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غلامی میں جنت کو جانا چاہتی ہو تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طریقہ کار اپناؤ۔
○ سیدہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حقیقتاً محبت کرنا چاہتی ہو تو اپنی زندگی سیدہ فاطمہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی طرز پر اپناؤ۔

○ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: چمنستانِ نبوت کی کلی ہیں۔
○ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: راحتِ خانۂ علی ہیں۔
○ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: گلستانِ رسالت کا پھول ہیں۔
○ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آستانِ رسول کی شمع ہیں۔
○ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: فقر و سلطانی کا مرکز ہیں۔
○ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: اصولِ دین کی حکمرانی کا مرکز ہیں۔
○ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: مخدومۂ ثقلین ہیں۔
○ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: مادرِ حسنین کریمین ہیں۔

ے قسیمِ جنت، قسیمِ کوثر، قسیمِ دنیا جنابِ زہرا
قسیمِ جنت، قسیمِ کوثر، قسیمِ دنیا جنابِ زہرا

ے تمام حوریں کنیزیں اُن کی، غلام اُن کے سبھی فرشتے
مگر چلاتی ہیں خود ہی چکی بغیر شکوہ جنابِ زہرا

ے رسولِ اعظم کی پیاری دختر شہیدِ اعظم کی پاک مادر
جنابِ شیرِ خدا کی بانو، جناں کی ملکہ جنابِ زہرا
(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

ے فدا ہے صائم غلام اُن پر درود اُن پر سلام اُن پر
ہیں میرا دونوں جہاں میں واللہ فقط سہارا جنابِ زہرا

سیدہ کی پردہ داری حبیبِ کردگار سیدِ ابرار احمدِ مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک کا وقت قریب آیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور میرے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو موت کا ذائقہ چکھاؤ تاکہ میرا وعدہ پورا ہو جائے، مگر خیال رکھنا کہ بغیر اجازت کے محبوب مکرم سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل نہ ہونا اور نہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت

کے بغیر اُن کی رُوحِ مبارک قبض کرنا۔ اب حکمِ الٰہی سے ملک الموت ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ درِ رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضر ہو گیا — اور دیہاتی صورت میں ظاہر ہو کر آواز دی: ”اے اہلِ بیتِ نبوت! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اندر داخل ہوں، میں بڑی دُور سے آیا ہوں۔“ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی تھیں، فرمانے لگیں: ابا جان کی طبیعت ناساز ہے، اس لئے اجازت نہیں مل سکتی۔ سیدہ کا جواب سُن کر حضرت عزرائیل علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اجازت طلب کی، تو سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے پھر وہی جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد تیسری بار پھر اجازت طلب کی تو آواز اس قدر رُعب دار تھی کہ گھر کا ہر فرد لرز گیا اور حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں مبارک کھُل گئیں، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہلِ بیت سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”تمہیں کیا ہوا؟“ عرض کی: ”یا رسُول اللہ! (علیک الصلوٰۃ والسلام) ایک دیہاتی شخص نے تین بار اجازت طلب کی ہے اور وہ واپس جانے کو تیار ہی نہیں ہے۔“ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”بیٹی! تم جانتی ہو وہ کون ہے؟“ عرض کی: ”اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسُول بہتر جانتا ہے۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ —

شکنندہ لذات است	”یہ لذتوں کو توڑنے والا ہے۔“
قطع کنندہ آرزو و مُرادات است	”یہ آرزو اور مُرادوں کا منقطع کرنیوالا ہے۔“
جُدا کنندہ جماعت است	”یہ ساتھیوں سے علیحدہ کرنے والا ہے۔“
یتیم کنندہ فرزندان است	”یہ بچوں کو یتیم کرنے والا ہے۔“
بیوہ کنندہ زنان است	”یہ عورتوں کو بیوہ کرنے والا ہے۔“
حریفے است کہ بے کلید در کشاید	”یہ بغیر چابی کے دروازہ کھول دیتا ہے۔“

ایسے دروازوں کی ضرورت نہیں، یہ بند دروازوں میں سے آجاتا ہے اور دیوار سے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اے لختِ جگر! یہ ملک الموت ہے اور تیرے باپ کی رُوح قبض

کرنے کے لئے آیا ہے۔ بیٹی یہ تیرے اور میرے درمیان جُدائی ڈالنے آیا ہے۔ لیسے ہمارے آستانۂ مقدس کا احترام تھا، ورنہ اجازت طلب کرنا تو اس کی عادت نہیں ہے۔ یہ سُن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے اشکوں کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! میری اہلِ بیت میں سے تو مجھ سے سب سے پہلے ملاقات کرے گی۔ اب سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے پردہ فرمایا۔ ملک الموت اجازت سے اندر آیا اور اپنا کام بحکمِ الٰہی تمام کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ (روضۃ الشہدا، ص۱۱)

سیدہ (رضی اللہ عنہا) کو رحلت کا اشارہ

برادرانِ اسلام! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصالِ مبارک کا واقعہ طویل ہے یہاں صرف اتنا تذکرہ مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصالِ مبارک کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک ایک لمحہ صدیوں کی طرح گزرتا تھا اور آپ کو کبھی ہنستے نہ دیکھا گیا۔ آنکھیں ہمیشہ اشکبار رہتیں۔ دل بے قرار رہتا، کمزوری و نقاہت سے غشی طاری ہو جاتی۔ مسلسل پریشانی و بیقراری سے بخار ہو گیا اور بس اسی طرح دن کٹتے رہے۔ ایک دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لائے، تو ملاحظہ فرمایا کہ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آٹا گوندکر روٹیاں پکائی ہیں اور بچوں کے کپڑے اپنے ہاتھوں سے دھوئے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا، تو فرمایا: ”اے مخدومۂ کائنات! اے معصومۂ دوجہاں! اے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بتائیں کہ آج آپ نے تمام کام اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیئے، اس میں کیا راز ہے؟“ یہ سُن کر سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور فرمایا — اے اسد اللہ الغالب (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) میرے اور تمہارے درمیان جدائی کا لمحہ آگیا ہے۔ اے شہسوارِ لافتیٰ! میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ خواب یہ ہے کہ میں نے

Scanned with CamScanner

ابا حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ بلند جگہ کھڑے ہیں اور چاروں طرف دیکھ رہے ہیں، جیسے کسی کے منتظر ہوں۔ میں نے عرض کیا: "ابا جان! آپ کہاں ہیں؟ آپ کی جدائی میں میری جان جل گئی ہے، میری روح بیقرار ہے" آپ نے ارشاد فرمایا: "اے لختِ جگر! میں اس جگہ ہوں اور انتظار کر رہا ہوں" میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام! آپ کس کا انتظار فرما رہے ہیں؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "بیٹی! میں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ عنقریب تو دنیا کی مصیبتوں سے قید خانے سے نکل کر عالمِ برزخ میں باغِ جناں میں آجاؤ گی۔"

اپنا یہ خواب بتانے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فرمانے لگیں: "اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے یقین ہے کہ آج کی رات یا کل کی رات میں ابا جان کے حضور پہنچ جاؤں گی۔ میری رخصت کا وقت قریب ہے۔" حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سُنیں، تو اشکبار ہو گئے اور فرمانے لگے: "اے دخترِ رسول! (سلام اللہ تعالیٰ علیہا) ابھی تو آپ کے والدِ گرامی کی جدائی کا داغ آسودہ نہیں ہوا تھا کہ آپ کی جدائی کا وقت آگیا ہے۔" جنابِ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں، اے علی المرتضیٰ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس طرح ابا جان کے فراق پر آپ نے صبر کیا اسی طرح میرے فراق پر بھی صبر کرنا اور آپ میرے پاس ہی ٹھہریں۔" شہزادگان نے والدۂ محترمہ کی گفتگو سُنی، تو آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ سیدہ (سلام اللہ تعالیٰ علیہا) نے شہزادگان سے فرمایا: "بیٹا! جنت البقیع جائیے اور میرے لئے دُعا کیجیے۔" شہزادگان جنت البقیع گئے تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: "شہزادگان کے لئے کھانا فلاں جگہ پر لگا دو، جب تک وہ کھانا نہ کھالیں میرے پاس نہ لانا" کچھ دیر بعد شہزادگان واپس آئے۔ حسبِ حکم کھانا پیش کیا گیا، مگر شہزادگان نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اسماء جی! آپ جانتی ہیں کہ ہم نے امی جان کے بغیر کبھی کھانا نہیں

کھایا۔ آج کیا وجہ ہے کہ آپ ہمیں علیحدہ کھانا دے رہی ہیں؟" حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، آپ کی امی جان کی طبیعت خراب ہے۔ آپ کھانا کھالیں۔ شہزادگان نے کہا "ہمیں امی جان کے بغیر کھانا گوارا نہیں ہے۔" یہ کہہ کر والدہ کے پاس چلے گئے۔ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تکیے پر سر رکھا ہوا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور شہزادگانِ ذیشان پاس ہی کھڑے ہیں۔ جنابِ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہزادگان کو دیکھا تو فرمایا: "انہیں ابا جان کے مزارِ اقدس پر بھیج دیں"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہزادوں سے فرمایا: "تھوڑی دیر کے لئے اپنے نانا جان کے مزار پُر انوار کی زیارت کر آئیں۔ تمہاری والدہ کی طبیعت ٹھیک نہیں، یہ کچھ دیر آرام کر لیں۔" یہ سُن کر حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور انور شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور پر تشریف لے گئے۔ ابھی شہزادگان کو گئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ شہزادگان واپس آگئے اور کہنے لگے، ابا جان! ہم آپ کے حکم سے نانا جان کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کہہ رہے تھے:۔

- "سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یتیم آئے۔
- حضرت اسمٰعیل علیہ السلام فرما رہے تھے کہ شفیعانِ قیامت آئے۔
- اور نانا جان فرما رہے تھے کہ میرے جگر گوشہ آئے۔

پھر ہمیں نانا جان کے روضۂ اطہر سے آواز آئی کہ "اے شہزادو! واپس جاؤ اور اپنی امی کا آخری دیدار کر لو۔ ہم انہیں لینے آتے ہیں، انبیاء کرام ہمارے ساتھ ہیں" شہزادگان حجرۂ اقدس میں اپنی والدۂ محترمہ سے لپٹ کر عرض کرتے ہیں: امی جان! آنکھیں کھول کر ہم سے بات کریں۔ خاتونِ جنت علیہا السلام اپنے بیٹوں کی آواز سُنی، تو آنکھیں کھول کر باہیں پھیلا دیں، آغوش میں لے کر فرمایا: "نہ جانے میرے بعد تمہارا کیا حال ہو، دشمن تم پر کیا کیا جفائیں کریں۔" پھر سیدہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی

صاحبزادیوں کو بُلا کر بھائیوں کے سپرد کیا۔ پھر ان سب کو بُلا کر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سپرد کیا۔

سیدہ کی وصیت (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سیدہ بتول سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے دورانِ مرض حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا "کہ کوئی ایسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص میرے جنازہ کو نہ دیکھ سکے"۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ وہاں کے لوگ چارپائی پر درختوں کی شاخیں باندھ کر کپڑا ڈال دیتے ہیں، تو وہ چارپائی ڈولی کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ پھر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چند شاخیں لیکر پالکی نما صورت بنا کر دکھائی تو سیدہ علیہا السلام نے فرمایا:

مَا اَحْسَنَ هٰذَا اَوْ اَجْمَلَهٗ تَعْرِفُ بِهِ الْمَرْءَةُ مِنَ الرَّجُلِ

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ ص۳۷ حلیۃ الاولیاء ج۲ ص۴۳)

"کیا ہی اچھی اور خوب ہے (یہ پالکی نما چارپائی) جس سے عورت کو مرد سے پہچانا جاتا ہے۔"

پھر فرمایا "جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو اسی قسم کی ڈولی نما چارپائی تیار کرنا اور مجھے دفن کرنے رات کے وقت جانا۔"

؎ نازشِ صدق و صفا تم پر سلام   دخترانِ مصطفےٰ تم پر سلام

سیدہ کا غسل (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: "امی جان مجھے غسل کرا دیجیے۔" حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غسل کروا دیا۔ پھر سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چارپائی پر قبلہ رُخ لیٹ گئیں اور فرمایا "اب میں وفات پا جاؤں گی، میں نے غسل کر لیا ہے لہٰذا میرا جسم غسل کے لیے نہ کھولا جائے اور آپ وصال فرما گئیں۔ وہ الفاظ یوں نقل ہیں: یَا اُمَّتَاهُ اِنِّیْ مَقْبُوْضَةٌ اَلْاٰنَ وَقَدْ تَطَهَّرْتُ فَلَا یَكْشِفُنِیْ اَحَدٌ۔ (طبقات ابن سعد ج۸ ص۲۶ حلیۃ الاولیاء ج۲ ص۴۳ مسند امام احمد ج۶ ص۴۶۲)

"اے امی جان! عنقریب میں دُنیا سے رخصت ہونے والی ہوں اور میں نے غسل کر لیا ہے۔ اس لئے اب کوئی بھی (غسل کے لئے) میرا جسم نہ کھولے۔"

سیدہ کا وصالِ مبارک (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

امام المفسرین شیخ محمد اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کَمَا رُوِیَ اَنَّ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا لَمَّا نَزَلَ عَلَیْهَا مَلَكُ الْمَوْتِ لَمْ تَرْضَ بِقَبْضِهٖ فَقَبَضَ اللّٰهُ رُوْحَهَا۔ (تفسیر رُوح البیان ج ۸، ص ۱۵۴)

"جیسا کہ روایت کیا گیا ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے حاضر ہوئے، تو آپ اس پر راضی نہ ہوئیں (کہ ملک الموت میری روح قبض کرے) تو پھر اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی رُوح مبارکہ کو قبض فرما لیا۔" اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

- سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اہل بیت میں، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے وصال، ۳ رمضان المبارک کو ہوا۔
- سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصال شریف سے قبل غسل فرمایا۔
- سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصال کے بعد غسل کے لئے جسم کھولنے سے منع فرمایا۔
- سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رات میں جنازہ پڑھنے کی وصیت فرمائی۔
- سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جنازے کی چارپائی کے لئے بھی پردے کا اہتمام فرمایا۔

سیدہ کا جنازہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

وصال کے وقت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارکہ ۲۸ سال تھی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بعض روایات میں ہے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور قبر میں حضرت عباس اور فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اُترے اور رات کے وقت حسبِ وصیت آپ کو جنت البقیع میں دفنایا گیا۔ سیدہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کے وصال شریف کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ آپ کی قبرِ انور پر جایا کرتے تھے۔

Scanned with CamScanner

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَزُوْرُ قَبْرَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ (نور الابصار ص۴۷)

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز سیدہ کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے۔"

جانِ محبوبِ خدا تم پر سلام ۔۔۔ ہر نفس ہر دم سدا تم پر سلام
آیۂ تطہیر میں شامل ہو تم! ۔۔۔ صدقِ دل سے برملا تم پر سلام
فاطمہ زہرا تمہیں کہتے ہیں سب ۔۔۔ بنتِ شاہِ انبیاء تم پر سلام

علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ بارگاہِ سیدہ علیہا السلام میں اس طرح اپنی عقیدت پیش کرتے ہیں:

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ عزیز ۔۔۔ از سہ نسبت حضرتِ زہرا عزیز
نورِ چشمِ رحمۃ للعالمین ۔۔۔ آں امامِ اولین و آخرین
بانوئے آں تاجدارِ ہل اتیٰ ۔۔۔ مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا
مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق ۔۔۔ مادرِ آں کارواں سالارِ عشق
در نوائے زندگی سوز از حسین ۔۔۔ اہلِ حق حریت آموز از حسین
سیرتِ فرزندہا از امہات ۔۔۔ جوہرِ صدق و صفا از امہات
مزرعِ تسلیم را حاصل بتول ۔۔۔ مادراں را اسوۂ کامل بتول
آں ادب پروردۂ صبر و رضا ۔۔۔ آسیا گردان و لب قرآں سرا
گریہ ہائے او ز بالیں بے نیاز ۔۔۔ گوہر افشاندے بدامانِ نماز
اشکِ او بر چید جبریل از زمیں ۔۔۔ ہمچو شبنم ریخت بر عرشِ بریں
رشتۂ آئینِ حق زنجیر پاست ۔۔۔ پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفیٰ است
ورنہ گردِ تربتش گردیدمے ۔۔۔ سجدہ ہا بر خاکِ او پاشیدمے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عقیدت و محبت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین! وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَسْبَغَ عَلَيْنَا جَلَابِيْبَ الْإِنْعَامِ وَاصْطَفٰى سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَائِرِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَفَضَّلَ أَهْلَ بَيْتِهٖ وَأَصْحَابِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ ○ أَمَّا بَعْدُ!

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ط (سورۃ زمر۔ آیت: ۲۲)

"بھلا وہ (سعادت مند) کشادہ فرما دیا ہے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے، وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔"

برادرانِ اسلام! اس آیتِ کریمہ کے تحت علامہ طبری علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدنا حمزہ و علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دل اسلام کے لئے کھول دیا اور ابولہب اور اس کی اولاد کے دل سخت ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ مبارک اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کشادہ فرما دیا۔

ولادت باسعادت

امیر المومنین، امام المتقین، زینت العارفین، سلطان العادلین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت بروز جمعۃ المبارک، ۱۳ رجب المرجب، تیسواں سال عام الفیل، مکہ معظمہ حرم شریف میں ولادت باسعادت ہوئی اور اپنی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود مبارک میں تشریف لائے۔

ولدته في الحرم المعظم امه
طابت وطاب وليدها والمولد

"آپ کو ماں نے حرم معظم میں جنا اور جننے والی طیب و پاک ہے، اور بیٹا بھی طیب و پاک ہے۔" (علامہ نبہانی، الشرف المؤبد ص)

اور آپ سے قبل کعبہ مکرمہ میں ولادت کی سعادت کسی اور کو حاصل نہ ہوئی۔

حضرت علامہ شبلی علیہ الرحمہ اپنی مشہور کتاب "نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار" میں نقل فرماتے ہیں، وُلِدَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِمَکَّۃَ دَاخِلَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ عَلٰی یَوْمِ الْجُمُعَۃِ ثَالِثَ عَشَرَ رَجَبَ الْحَرَامِ وَلَمْ یُوْلَدْ فِیْ بَیْتِ الْحَرَامِ قَبْلَہٗ اَحَدٌ سِوَاہُ۔ (نور الابصار ص)

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں بیت الحرام میں جمعہ کے دن ۱۳ رجب کو پیدا ہوئے اور آپ سے پہلے کوئی بچہ بیت الحرام میں پیدا نہیں ہوا۔"

یہ سعادت صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوئی۔

نور الابصار کے علاوہ ان کتب میں بھی یہ روایت پائی جاتی ہے۔

(شواہد النبوۃ فارسی ص۱۶۰، روضۃ الشہداء، نزہۃ المجالس ص۲۵، ازالۃ الخفاء ص۲۵، اسد اللہ ص۱۷، سلسلۃ الذہب الصوفیہ قہستانی ج۲ ص۴، شواہد النبوۃ ج۲ ص۲۸۰، سیرت حلبیہ ج۳ ص۴۹۸)

وہ کوہ دہر پر نقش جلی پیدا ہوا، نوع انساں کو مبارک ہو علی پیدا ہوا
اشجع عالم خطیب نکتہ ور پیدا ہوا، شارح علم نبی صاحب ہنر پیدا ہوا
قاسم عرفان و ایمان و یقیں پیدا ہوا، افتخار اولیں و آخریں پیدا ہوا

ہوئی حیدر دی کعبے وچ ولادت باسعادت ہے
ملی مسجد دے وچ مولا علی تائیں شہادت ہے

بہ کعبہ زاد از مادر امیرم — زازل شعر حلقۂ او دست گیرم
کسے را میسر نہ شد ایں سعادت — بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

"میرے امیر کو ماں نے کعبہ میں جنا، ازل سے اُن کا حلقہ ہاتھ پکڑنے والا ہے، کسی کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی کہ کعبے میں ولادت ہو اور مسجد میں شہادت"

نام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد (سلام اللہ تعالیٰ علیہا) کی گود اقدس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلوہ گر ہوئے، تو آپ نے نومولود کا نام اپنے باپ کے نام پر اسد رکھا، لیکن حضرت ابو طالب اس نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنی زوجہ سے فرمایا؛ "آج کی رات ہم ابو قبیس (پہاڑ کا نام ہے) پر جاکر ٹھہریں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ وہ ہمیں بچے کے نام سے آگاہ فرمادے۔ چنانچہ شام کو اس پہاڑ پر چلے گئے، رات بھر دعا میں مصروف رہے۔ اچانک ایک آواز آئی، نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے زبرجد کی سبز تختی تھی۔ آپ نے اس تختی کو اٹھا لیا، تو دیکھا کہ اس پر لکھا ہے، میں نے تمہیں پاکیزہ فرزند عطا کیا، اس کا نام علی (علیہ السلام) ہے۔ حضرت ابو طالب یہ تختی دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور دس اونٹ ذبح کر کے عقیقہ کی رسم ادا کی گئی اور وہ تختی بیت اللہ شریف پر لٹکا دی گئی، جو حجاج بن یوسف کے زمانہ تک قائم رہی ۔۔۔ اور جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو شہید کر کے سولی پر لٹکا دیا اور کعبۃ اللہ کو بھی شہید کر دیا تو وہ تختی غائب ہو گئی۔ (مودۃ القربیٰ مصنفہ علی بن شہاب ہمدانی، مطبوعہ مصر ج ۲، ص۲۵۵، روضۃ الشہداء ص۶۱)

علاوہ ازیں "ریاض النضرۃ"، "سیرت حلبیہ" میں ہے کہ آپ کی والدہ مکرمہ نے "اسد اللہ" نام رکھا اور والد محترم نے "علی" نام رکھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)
(روضۃ الشہداء ص ...، حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص۲۷)

بعض روایات میں ہے کہ رحمتِ کائنات فخرِ موجودات، آقائے دو جہاں سرورِ کون و مکاں باعثِ ایجادِ عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام علی تجویز فرمایا تھا، جسے والدین نے قبول کیا۔ اگر یُوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نام آیا، مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجویز و تصدیق فرمایا، والدین نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا اور پھر علیؑ علی ہو گیا تو اس میں کیسی مکمل مطابقت ہے!

پہلی نظر

حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں: جب میرا بیٹا میرے پیٹ میں تھا تو نہ کبھی بوجھ محسوس ہوا اور نہ ہی ولادت کے وقت کوئی تکلیف ہوئی جیسا کہ عام عورتوں کو ہوتی ہے۔ میں کعبۃ اللہ کا طواف کر رہی تھی، معمولی سی تکلیف ہوئی تو بمشورہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں دیوارِ خانہ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ دیوارِ کعبہ شق ہو گئی اور میں کعبۃ اللہ کے اندر جا کر بیٹھ گئی، دیوار آپس میں مل گئی۔ تھوڑی دیر بعد علی میری گود میں تھا۔ اور جب میرا بیٹا میری گود میں آیا تو اس کی آنکھیں بند تھیں، کئی دفعہ کھولنے کی کوشش کی مگر کھلنے نہ پائیں اور میں نے سمجھا شاید یہ کبھی بھی آنکھیں نہ کھولے گا۔ میں اس وجہ سے سخت پریشان ہوئی۔ جنابِ ابوطالب سے تذکرہ کیا، تو آپ بھی از حد پریشان ہوئے اور اب تیسرے دن بعد بچے کو اٹھا کر جب گھر لائے تو میں نے محسوس کیا کہ میرا بیٹا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میرے انتظار میں کھڑا ہے۔ میں نے اس بچے کا بتایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور پھر میں نے یہ کہتے ہوئے کہ شاید اس کی آنکھیں معدوم ہیں، علی (علیہ السلام) کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود میں دے دیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں لے کر اپنا لعاب منہ میں ڈالا، تو فوراً آنکھیں کھول دیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے چہرۂ والضحیٰ کے بغیر کسی اور چیز کو دیکھنا پسند نہ فرمایا اور پہلی نگاہ جو اٹھی تو چہرۂ والضحیٰ پر پڑی اور

یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو عطا فرمایا۔

اِن کی صنم ہے ولادت کی جگہ حرم کعبہ
آنکھ کھولی ہے تو چہرہ محمد دیکھا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

پہلا غسل

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں تھے کہ آپ علیہ السلام، کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود ہی میں غسل دیا گیا۔ پھر حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ ابوطالب کی گود میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رکھ دیا اور رونے لگے۔ جنابِ ابوطالب نے رونے کی وجہ پوچھی، تو فرمایا "چچا جان! علی کو پہلا غسل میں نے دیا ہے اور مجھے آخری غسل علی (علیہ السلام) دے گا۔" (افضل الفوائد مترجم حصہ اول صہ مصنفہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ، روضۃ الشہداء ص)

کنیت اور القاب

مولائے کائنات، سلطان الاولیاء امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بہت سے القاب اور کنیتیں ہیں، لیکن زیادہ شہرت اسی کنیت کی ہے کہ ایک دفعہ آپ مسجدِ نبوی میں کچے فرش پر اس طرح لیٹے تھے کہ آپ کی پیٹھ مبارک کو مٹی لگی ہوئی تھی اور آپ محوِ خواب تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

قُمْ یَا اَبَا التُّرَابِ۔ "اے مٹی سے بھرے ہوئے اٹھو"

اُس دن سے آپ ابوتراب کی کنیت سے پکارے جانے لگے، اس سے آپ خوش ہوتے تھے اور آپ اسی کنیت سے مشہور تھے۔ آپ کو جو القابات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب (علیہم الرضوان) نے دیئے، اُن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ابوالحسن، ابوالحسین، ابوالحسنین، ابوالسبطین، امام المسلمین، ولی المومنین، سید المومنین، قاتل الکفار والمشرکین، ولی المتقین، صالح المومنین، امام العادلین، زینت العارفین، سید الناصحین، اخی الرسول، زوجِ بتول، امینِ رسول، قاضیٔ دینِ رسول،

Scanned with CamScanner

رفیقِ رسُول، علمبردارِ رسُول، محبِّ رسُول، خلیفۂ رسُول، ناصرِ رسُول، محبوبِ رسُول، وارثِ رسُول، حبیبِ رسُول، شاہدِ رسُول، صاحبِ رسُول، اسدُ اللہ، کرم اللہ، حجّۃ اللہ، ولی اللہ، محبّ اللہ، نورُ اللہ، قائم بعہد اللہ، مع اللہ، سیف اللہ، باب مدینۃ العلم۔ باب دارُ الحکمۃ۔ الہادی۔ العربی۔ المولا۔ الطّاہر۔ الشّہید۔ العابد۔ الزّاہد۔ القاری۔ الرّاکع۔ السّاجد۔ العادل۔ النّاصر۔ تاجدارِ ہل اتیٰ۔ مرتضیٰ، مشکل کشا وغیرہ بے شمار القاب ہیں، جن میں سے تبرکاً چند ایک تحریر کیے ہیں۔ (الدّر المنظم ص۔)

ہر لفظ میں نامِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع علی یابی ز ہر لفظِ معین !!
بکُن شش چند اعداد شن دریں فن

ع بے فزا یک بکُن باعشرہ مضروب
بطرح بست دہ یازدہ زن

"یعنی تاجدارِ مملکتِ روحانیت و ولایت امیر المومنین سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا اسمِ پاک "علی" اپنے اعداد کے لحاظ سے ہر چیز اور ہر لفظ میں پوشیدہ ہے، اور اگر تُو چاہے کہ ہر لفظ سے اسمِ علی کے اعداد تجھ پر ظاہر ہوں تو کسی بھی لفظ کے عدد لے کر اس کو چھ سے ضرب دے کر اس میں مزید ایک ہندسہ جمع کر، اور پھر سب سے حاصل ہونے والے ہندسوں کو دس سے ضرب دے کر بیس پر تقسیم کر اور تقسیم کے بعد ہندسہ ناقابلِ تقسیم ہو اُس کو گیارہ سے ضرب دے دو، تو ایک سو دس (۱۱۰) عدد ظاہر ہوں گے۔"

حروفِ ابجد کے لحاظ سے لفظِ علی کے عدد ۱۱۰ ہیں (علی) ع ۷۰ + ل ۳۰ + ی ۱۰ کُل ۱۱۰ ہوئے۔ اب اس پر مثال ملاحظہ کریں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اسمِ پاک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ۹۲ عدد ہیں: م ۴۰ + ح ۸ + م ۴۰ + د ۴ ۔ کُل ۹۲ عدد ہوئے۔ ۹۲ × ۶ ضرب = ۵۵۲ + ۱ جمع = ۵۵۳ × ۱۰ = ۵۵۳۰ = ۵۵۳۰ کو ۲۰ پر تقسیم کریں تو دو سو ستتر (۲۷۷) پر تقسیم ہو کر باقی دس (۱۰) بچیں گے۔ اب دس کو گیارہ سے ضرب دیں تو ۱۱۰ کا ہندسہ ہو جائے گا، جو نامِ علی میں ہے۔ (علیہ السّلام)

دُوسری مثال حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اسمائے گرامی سے ایک نام مبارک احمد ہے۔ ا ۱ + ح ۸ + م ۴۰ + د ۴ ۔ کُل ۵۲ × ۶ ضرب = ۳۱۸ + ۱ جمع کُل ۳۱۹ ہوئے۔ ۳۱۹ کو دس (۱۰) سے ضرب دیں ۳۱۹۰ ہوئے ÷ تقسیم ۲۰ پر کریں، باقی دس (۱۰) بچے، دس کو گیارہ (۱۱) سے ضرب دیں تو ۱۱۰ ہوئے۔ اب اس پر مثالیں بنالیں تو ہر جگہ نامِ علی ہے، اور اگر حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی سنِ ہجری کو جمع کرو تو ایک سو دس (۱۱۰) آئے گا۔

شہادتِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن ۵۰ھ ہے اور شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنِ ہجری سن ۶۰ھ ہے۔ اب ۶۰ جمع ۵۰ = ۱۱۰ ہوتے یعنی دونوں کی شہادت میں نامِ علی (علیہما السّلام) مضمر ہے۔

نامِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فلسفہ

نامِ علی کے عین سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ علیم۔ عظیم۔ عاشق۔ عقیل۔ عادل۔ عدیل۔ عامل۔ عارف۔ عابد۔ علی اور عربی ہیں۔ اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عین کی وضاحت یوں کی جاتی ہے۔ علی عینِ طریقت ہیں اور عینِ شریعت ہیں، عینِ حقیقت بھی ہیں اور عینِ معرفت بھی ہیں۔ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ل۔ لِی مَعَ اللّٰہ کی تفسیر ہے اور ل اور ی کو ملا دیا جائے تو چالیس بنتے ہیں جو آپ کے سنِ وصال پر دلالت کرتے ہیں۔ اب ان تمام کا خلاصہ دو شعروں میں ملاحظہ کیجیے:۔

ع ہر ہندسہ کو لو چھ گنا اور جمع ایک بھی
دو ضرب دس (۱۰) سے پھر کرو تقسیم بیس (۲۰) بھی

ع تقسیم سے جو بچ رہے گا گیارہ (۱۱) گنا کرو
حاصل ملے گا اس طرح ہر چیز سے نامِ علی

جدھر دیکھو علی ہی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیرِ خدا، مشکل کشا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اسمِ پاک علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پانچ تن پاک اور بارہ ائمہ کرام علیہم الرضوان سے یوں تعلق ہے، جس کو شاعر نے اس نظم میں پرو دیا ہے:۔

ہ دے ہندسے نوں ضرب باراں دی اِک ہور رلاؤ
پنج دی ضرب دیہو، مڑ ویہنے ہندسے نال اڈاؤ
ے ضرب بائی تھیں دے دیو مڑ کے جو ہندسہ بچ جائے
اِنج ہر چیز دے وچوں صائم علی دا نام بناؤ

نام کے عدد لے کر پہلے اسے ۱۲ سے ضرب دے کر حاصلِ ضرب میں ایک ہندسہ جمع کرو، پھر حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دو اور ۲۰ پر تقسیم کرو اور آخر پر جو ہندسہ بچ جائے اُس کو ۲۲ کے ہندسہ سے ضرب دے دیں، تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام کا عدد ۱۱۰ نکل آئے گا۔ اس طرح حضرت علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے نام کو پانچ تن پاک اور ۱۲ اماموں سے بھی تعلق ہے۔ (رضی اللہ عنہا)

اب مثال ملاحظہ کریں، نام فاطمہ کے ۱۳۵ عدد ہوئے۔ ف۔ا۔ط۔م۔ہ = ۸۰+۱+۹+۴۰+۵

کُل ۱۳۵ ہوتے۔ ۱۳۵×۱۲ = ۱۶۲۰+۱ = ۱۶۲۱×۵ = ۸۱۰۵ ÷ ۲۰ =

۴۰۵/۵ = ۵×۲۲ = ۱۱۰

دیکھو ہر جگہ نامِ علی ہے۔ پانچ میں نامِ علی، بارہ اماموں میں نامِ علی۔ غرضیکہ ہر نام میں نامِ علی ہے۔ اور ۱۲ کے عدد میں کئی نسبتیں قائم ہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۱۲ حرف۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۱۲ حرف۔ اللہ۔ محمد حیدر ۱۲ حرف، محمد۔ علی۔ فاطمہ ۱۲ حرف ہیں۔ علی۔ زہرا۔ حسنین ۱۲ حرف، امام المسلمین ۱۲ حرف، امیر المومنین ۱۲ حرف، فاطمہ علی حسین ۱۲ حرف،

حق علی مشکل کشا ۱۲ حرف، حق علی ولی اللہ ۱۲ حرف،

ولی واخی مصطفیٰ ۱۲ حرف، امام المجتہدین ۱۲ حرف، سید المجتہدین ۱۲ حرف، فخر المجتہدین ۱۲ حرف، سلطان المتقین ۱۲ حرف۔ امام العارفین ۱۲ حرف، امام الواصلین ۱۲ حرف، امام العابدین ۱۲ حرف۔

مولائے کائنات ۱۲ حرف، امام برحق حیدر ۱۲ حرف، امام برحق حسین ۱۲ حرف، امام محمد باقر ۱۲ حرف، امام جعفر صادق ۱۲ حرف، امام موسیٰ کاظم ۱۲ حرف، امام حسن عسکری ۱۲ حرف، امام محمد مہدی ۱۲ حرف، مُوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ۱۲ حرف

گویا کہ ہر طرف ۱۲ کا کمال نظر آتا ہے اور ۱۲ میں جمالِ علی نظر آتا ہے، اور جمالِ علی میں عکسِ مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نظر آتا ہے۔ علاوہ ازیں بے شمار حکمتیں ہیں۔

ہ علی کے عشق کا بیمار، بیمارِ محمد ہے
علی کے چاہنے والا طلب گارِ محمد ہے
علی کی گفتگو، واللہ گفتارِ محمد ہے
علی المرتضیٰ کی دید، دیدارِ محمد ہے

علی المرتضیٰ آغوشِ مصطفیٰ میں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے خصوصی انعاماتِ خیر و برکت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نوازا۔ اور اس کا بہانہ یوں بنا کہ قریش تنگ دستی سے دوچار تھے اور جناب ابو طالب کثیر العیال تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ آپ قریش میں سے خوشحال ہیں اور چچا ابو طالب کثیر العیال ہیں، ان کا بوجھ ہلکا کریں اور ان کے بچوں میں سے کچھ کی پرورش اپنے ذمے لے لیں۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا، بہتر۔ اور دونوں حضرت ابو طالب کے پاس پہنچے اور بتایا کہ "جب تک قریش تنگ دست ہیں، ہم آپ کے بچوں کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں اور ان کی کفالت اپنے ذمے لیتے ہیں۔" جناب ابو طالب نے کہا "عقیل (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس رہنے دو، باقی کا فیصلہ جیسے چاہو کر لو۔" چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفالت اپنے ذمے لے لی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفالت اپنے ذمے لے لی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت و پرورش حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی رحمت و رأفت میں ہوئی۔

(تاریخ طبری ج ۲، ص ۳۱۳، روضۃ الشہداء ص ــ، نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۱۶۴)

برادرانِ اسلام! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتنی عظیم شان ہے۔ پیدا کعبۃ اللہ میں ہوئے، آنکھ کھولی تو نظر چہرۂ رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر پڑی اور گھٹی ملی تو لعابِ دہن رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم) کی ملی۔ جس کی پیدائش کعبۃ اللہ ہو، جس کی پہلی نظر چہرہ رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر ہو، جس کی اوّل غذا لعابِ دہن رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم) ہو، پھر کیوں نہ وہ مشکل کشا ہو، شیرِ خدا ہو، حیدرِ کرار علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہو — بلکہ روایات میں ہے کہ رسولِ رحمت نبی کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیرخوارگی (دودھ پینے) کے زمانے میں اپنی زبانِ مبارک حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے منہ میں ڈال دیتے، تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوس چوس کر لطف اندوز ہوتے۔

محبانِ اہلِ بیت سنو! عاشقانِ مصطفیٰ سنو! وہ کنواں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ایک دفعہ تھوڑا سا لعابِ دہن ڈالا تھا، وہ آج بھی جاری ہے اور انتہائی میٹھا اور لذیذ پانی ہے۔ (مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، راقم الحروف محمد دین چشتی بھی اس سے مستفید ہوا ہے) پھر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی کیا شان ہوگی؟ جنہوں نے زبانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو منہ میں لے کر چوسا ہوگا؟ اور جب مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے لعابِ دہن کنوئیں میں ڈالا تو کنوئیں کا پانی میٹھا ہوگیا، ٹوٹی پنڈلی پر لگایا، پنڈلی جڑ گئی، آنکھ پر لگایا تو آنکھ کا ڈیلا اپنی جگہ لگ گیا اور روشن ہوگیا، آشوبِ چشم کے لئے لگایا تو فوراً آنکھیں درست ہوگئیں، اور جب زبانِ مبارک کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ میں دیا تو شیرِ خدا، مشکل کشا بن گئے، سیدنا امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زبان چوسائی، گلگوں قبا، صابرِ کربلا، سید الشہداء، پیکرِ صبر و رضا، فاتحِ کرب و بلا ہوگئے۔

؎ کشتِ ایمان و چمن زارِ صداقت اسلام!
موجِ گلِ ابرِ گہربار حسین ابنِ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

غرضیکہ آغوشِ مصطفیٰ میں رہ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درسگاہِ مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے تربیت ملی۔ الغرض علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی پیدائش سے لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے وصال تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوشِ محبت میں رہے — اللہ اللہ! جن کا بچپن، جوانی، زندگی کا ہر لمحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ گزرا ہو، اُن کا کس قدر بلند مقام ہوگا۔ (نور الابصار ص ۷۷)

؎ اہلِ نظر کی آنکھ کا تارا علی علی
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا علی علی

لعابِ دہن کی گھٹی

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

"جب پیدائش علی کا دوسرا دن آیا، ہم نے دودھ پلانے والی دائی کو تلاش کیا، علی کے لئے — مگر علی (علیہ السلام) نے کسی ایک دائی کا بھی دودھ نہ پیا۔ پھر ہم نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم) کو بلایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زبان چوسائی، تو علی (علیہ السلام) سو گئے اور اس طرح وقت گزرا جیسے اللہ تعالیٰ نے چاہا۔"

(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۲۲، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۷، نور الابصار ص ۷۶، نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۱۷۱، روضۃ الشہداء فارسی ص ــ)

حضور سید المرسلین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۴)

"بیشک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، اور وہ ہر مومن کے دوست ہیں۔"

Scanned with CamScanner

○ مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، علی علیہ السلام سے ہیں ۔
○ حضرت علی علیہ السلام، مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ہیں۔
○ حضرت علی علیہ السلام، تنویرِ مصطفےٰ ہیں ۔
○ حضرت علی علیہ السلام، تصویرِ مصطفےٰ ہیں ۔
○ حضرت علی علیہ السلام، آلِ مصطفےٰ ہیں ۔
○ حضرت علی علیہ السلام، عبارِ مصطفےٰ ہیں ۔

(علیہ الصلوٰۃ والسلام)

؎ سُنو علی دا شان سُنا داں پاک نبی فرمایا
جسم میرا ہے جسم علی دا کر اقرار سُنایا
گوشت میرا گوشت اُس دا رب نوں بہت پیارا
نام اسدا خود فرمائے خالق سرجنہارا

حضرات گرامی! یہ امر مسلمہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پہلا مسلمان

آنکھ کھولنے سے لے کر وصالِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک ہمیشہ کفالتِ مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں رہے اور جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا، تو اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد سب سے اوّل ایمان لانے والے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔
(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۲ ص۵۰۱، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص۶۴ ج۱، روضۃ الشہداء، سیرت ابن ہشام ص۲۰۶ ج۲، المستدرک للحاکم ص۱۳۶ ج۳، سُنن الکبریٰ ص۲۰۶ ج۲، خصائص نسائی ص۲، البدایۃ والنہایۃ ص۲۴ ج۳)

سب سے اوّل ایمان لانے والوں کے متعلق محدثین کرام کا بہت اختلاف ہے اور سب نے دلائل پیش کئے ہیں، مگر علماءِ محققین نے ان تمام روایتوں کو اس طرح تطبیق دی ہے کہ:

آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔
عورتوں میں سب سے پہلے اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں۔
بچوں میں سب سے پہلے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ایمان لائے۔
موالی میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔
غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔
جب سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تو آپ کی عمر مبارک تقریباً ۸، ۹ یا ۱۰ سال کی تھی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

؎ مُسلمِ اوّل شہِ مردانِ علی — عشق را سرمایۂ ایمانِ علی

تو کہا جائے گا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ازل ہی سے نبی تھے، مگر اعلانِ نبوت چالیس سال بعد فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ازل سے ہی مقامِ ولایت پر فائز تھے، مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلانِ نبوت فرماتے ہی مشرف باسلام ہوئے اور اوّل المسلمین کا لقب پایا۔ شاعرِ اسلام حفیظ جالندھری مرحوم نے بڑا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے: ؎

کیا دولت کدے پر ایک دن سامانِ دعوت کا — بنی ہاشم کو یعنی اپنے کنبے کو بُلا بھیجا
اکٹھے ہو گئے سب بھائی بہنیں بیویاں بچے — کہ ان میں کچھ تو تھے ذی ہوش اور کچھ عمر کے کچے
کھلا کر سب کو کھانا رحمتِ عالم نے فرمایا — عزیزو میں تمہارے واسطے اِک چیز ہوں لایا
وہ چیز اسلام پر ایمان کا پیغام دینا ہے — متاعِ بے بہا ہے اور کفیلِ دین و دُنیا ہے
یہ سُنکر مُنہ ایک دوسرے کا سب لگے تکنے — لگا تھا بولہب نارو اُس وقت کچھ بکنے
کہ طفلِ دہ سالہ علی ابنِ ابی طالب — وہی شیرِ خدا جو ساری دُنیا پر رہا غالب
اُٹھا اور اُٹھ کے بولا میں اگرچہ عمر میں کم ہوں — میری آنکھوں میں ہے آشوب گو یا چشم پرنم ہو
بھری محفل میں لیکن ایک یہ اعلان کرتا ہوں — کہ میں سچے نبی پر جان و دل قربان کرتا ہوں
میں اپنی زندگی بھر ساتھ دُوں گا یا رسُول اللہ — یقیں رکھئے کہ قدموں میں رہوں گا یا رسُول اللہ
جُھکے شیرِ خدا جب بات اپنی برملا کہہ کر — رسُول اللہ نے سر پر رکھا مرحبا کہہ کر

Scanned with CamScanner

پہلا نمازی

امامِ اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: نماز شروعِ روزِ بعثت سے مقررہ مشروع ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اوّل بار جس وقت وحی اُتری اور نبوتِ کریمہ ظاہر ہوئی۔ اسی وقت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام، نماز پڑھی۔ اِسی دن بہ تعلیمِ اقدس حضرت اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے نماز پڑھی۔ دوسرے دن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز پڑھی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ صفحہ ۱۸۰)

آپ ایک واقعہ بھی بیان کرتے ہیں حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم زمانۂ جاہلیت میں مکہ معظمہ آئے، کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے، دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک نوجوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رُو بکعبہ کھڑے ہو گئے۔ ذرا دیر میں ایک لڑکا آیا اور اُن کے داہنے ہاتھ پر کھڑا ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر ایک بی بی صاحبہ تشریف لائیں، وہ پیچھے کھڑی ہو گئیں پھر اس جوان نے رکوع فرمایا، تو یہ دونوں رکوع میں گئے۔ پھر اس جوان نے سرِ مبارک اٹھایا، تو ان دونوں نے بھی سرِ مبارک اٹھایا۔ پھر وہ جوان سجدے میں گیا تو یہ دونوں سجدے میں گئے۔ (عفیف کندی) فرماتے ہیں: میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی علیہ السلام ہیں اور یہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ میرے بھتیجے یہ کہتے ہیں کہ زمین و آسمان کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہ دو مسلمان ہوئے ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۲ صفحہ ۸۲)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:-

اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی عَلِیٌّ۔ "سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی۔"

(ترمذی شریف صفحہ ۲۱۴ ج ۲، ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ صفحہ ۲۰۹ ج ۲، الوفا باحوال المصطفیٰ صفحہ ۶۸، الاستیعاب صفحہ ۲۲، طبقات ابن سعد صفحہ ۳۴ ج ۸، سیرت حلبیہ صفحہ ۲۶۴، تاریخ طبری صفحہ ۱۳۲ ج ۲، نزہۃ المجالس صفحہ ۲۰۴ ج ۲، خصائص نسائی صفحہ ۸)

معلوم ہوا کہ اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حیدرِ کرار مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

اُسْتُنْبِئَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَصَلّٰی عَلِیٌّ یَوْمَ الثَّلَاثِ۔ (الرّیاض النضرۃ ج ۲ صفحہ ۱۱۱)

"پیر کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت عطا ہوئی اور منگل کے دن، حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز پڑھی۔"

○ تو معلوم ہوا کہ:-

- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبۃ اللہ میں پیدا ہوئے۔
- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام آسمانوں سے آیا۔
- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نگاہِ اوّل کو چہرہ والضحیٰ پر جمایا۔
- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام گنتی میں سر بسر جگہ موجود پایا۔
- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آغوشِ رسول میں زندگی کا قرینہ پایا
- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گڑھتی (گھٹی) میں لعابِ رسول پایا۔
- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم کو مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پایا۔
- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔
- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردوں میں سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ہیں۔
- ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندانِ نبوت میں سب سے اوّل تعلیم و تربیت پانے والے ہیں

ولی ہو، غوث ہو، قطبِ جہاں ہو
ہر اِک کا مُدّعا مولیٰ علی ہیں

کھُل رہی ہے ذہن پر ادراک و عرفاں کی کتاب
کہہ رہی ہے زندگی یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَاب

Scanned with CamScanner

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری

کفارِ مکہ نے جب حضور نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا اور مظالم کی ہر طرف مسلمانوں پر آندھیاں چلنے لگیں، تو حضور نبی اکرم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو چند دنوں میں مدینہ طیبہ روانہ کر دیا اور جب مسلمانوں کی کثیر تعداد مدینہ طیبہ پہنچ گئی اور چند نفوس باقی رہ گئے تو انہیں اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ کہیں قوت و اقتدار پا کر انتقام پر تیار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ کفار نے اس کھٹکے کی وجہ سے دار الندوہ میں ایک میٹنگ طلب کی اور بالآخر اس تجویز پر اتفاق ہوا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک مضبوط آدمی لیا جائے اور سب مل کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وار کریں۔ اس طرح اس کی ذمہ داری تمام قبائل پر ہوگی اور عبد مناف تمام قبائل سے خون کا بدلہ لینے کے لئے جنگ کرنے کی ہمت نہیں کریں گے۔ اِس تجویز کو سب نے قبول کیا اور مجلس برخاست ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم نبئ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں کے اس عزم کی اطلاع دی اور بذریعہ جبریلِ امین علیہ السلام حکم دیا کہ: اِنَّ اللہَ یَاْمُرُکَ بِالْھِجْرَۃِ

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے"، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "آپ میرے بستر پر سو جائیں اور صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر کے آجائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ تھا کہ دشمنِ اسلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کریں گے، اور جب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو موجود نہ پائیں گے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بسترِ مبارک پر لیٹنے والے کی بوٹی بوٹی کر دیں گے۔ مگر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ان باتوں کو خاطر میں نہ لائے اور بے دھڑک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بسترِ مبارک پر سو گئے۔

؎ بسترِ احمد شبِ ہجرت پہ دیتا ہے صدا — اے علی مردوں کو یوں ہی نیند آنا چاہیے

دشمنِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کے دروازے پر اکھٹے ہو گئے اور یکبارگی حملہ کرنے کا منصوبہ تھا، جس کے لئے سب تیار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی بھر خاک اپنے ہاتھ میں لی اور اُن پر پھینکی، تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اِس خاک کو اُن کے سروں پر پھینکتے ہوئے نکل گئے۔ اس وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۃ یٰسین کی اس آیت کریمہ تک پڑھ رہے تھے:

فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ (سورۃ یٰسین، آیت: ۹)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب جا چکے تو کسی آنے والے نے کفار کے مجمع کو مخاطب کر کے کہا: "تمہیں کس کا انتظار ہے؟" بولے: "محمد کا!" اُس نے کہا: "اے نامرادو! وہ تو نکل چکے ہیں اور اپنے کام پر روانہ ہو گئے ہیں۔" لوگوں نے اندر جھانک کر دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر پر نظر آئے۔ اُن کو یقین ہو گیا کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مگر جب صبح ہوئی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر سے اٹھے تو وہ لوگ یہ دیکھ کر ناکام و بے نیل و مرام واپس لوٹ گئے۔ (نورالابصار ص ۸۶، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۴۔ سیرتِ حلبیہ ص ـــ، تاریخ ابن ہشام ج ۱ ص ۴۸۱)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شجاعت و جاں نثاری کا اندازہ کریں کہ حکمِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تیروں، تلواروں کے سائے میں بسترِ رسول پر لیٹ گئے۔ ایک دن بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عرض کیا گیا کہ قیامت کے دن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوائے حمد کس طرح اُٹھا سکیں گے؟" حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیسے نہ اٹھا سکیں گے؟ جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں بہت سی خصلتیں عطا فرمائی ہوئی ہیں۔

صَبْرًا کَصَبْرِیْ حُسْنًا کَحُسْنِ یُوْسُفَ وَقُوَّۃً کَقُوَّۃِ جِبْرِیْلَ۔

"اِن کا صبر میرے صبر جیسا ہے، ان کا حسن یوسف علیہ السلام جیسا ہے، ان کی قوت جبریل علیہ السلام جیسی قوت ہے۔" (ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۷۱)

- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاں نثار مصطفےٰ ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر رسُول پر آرام فرما ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی امانتوں کے محافظ ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بُلند ہمت اور اللہ کے شیر ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوت میں جبریل کے ہم پلّہ ہیں۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی

ہجرت مبارکہ کے دوسرے سال رجب المرجب یا صفر المظفر کے مہینہ میں دو متبرک ہستیوں کے درمیان عقد مبارک منعقد ہوا اور نکاحِ مبارک کے اگلے مہینے جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی رُخصتی مبارک ہوئی۔

اہل سیَر نے اپنی اپنی کتابوں میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے، ان میں سے بعض نے اجمالی طور پر اور بعض نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ملاّ معین کاشفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ شیخ ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف لطیف "صُفوۃ الصفاوہ" سے نقل کیا ہے اور اس کا عربی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

ہر درخواست مُسترد

حضرت سلمان فارسی اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا عالمِ طفولیت سے عالمِ بلوغت میں تشریف لائیں، تو اکابرِ قریش نے رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں آپ کے رشتہ کے لئے اپنی اپنی درخواست پیش کی مگر رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ہر درخواست کو یہ فرما کر مسترد کر دیا کہ ہمیں اس امر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کا انتظار ہے۔ چنانچہ سیّدنا فارُوقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلہ میں اپنی درخواست پیش کی، تو انہیں بھی یہی جواب ملا۔

مسجدِ نبوی میں مشورے

ایک روز حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر ابن الخطاب، اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح مبارک کا قصہ چل نکلا، تو اُن لوگوں نے کہا کہ اس سرمایۂ راحت و مُسرّت و توشۂ جنّت کے حصول کے لئے تمام اکابرینِ قریش نے اپنی درخواستیں بارگاہِ رسالتمآب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں پیش کرنے کی ہمت کی ہے مگر کسی کی بھی درخواست شرفِ قبولیت و پذیرائی حاصل نہ کر سکی، صرف سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ایک وہ شخص ہیں جنہوں نے نہ تو ابھی تک اس سلسلہ میں درخواست پیش کی ہے، نہ ہی اس امر کا اظہار فرمایا ہے۔

سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ اس امر کی وجہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تنگ دستی اور فقر و فاقہ کا ہونا ہے۔ اور گمان غالب ہے کہ جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاحِ مُبارکہ کا مسئلہ معرضِ التواء میں ڈال دیا جانا محض حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی وجہ سے ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسُول اکرم شفیعِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ان دونوں کی تزویج مبارک پر اظہارِ رضامندی فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر اور حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف رُخِ انور موڑ کر فرمایا کہ میری خواہش یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس چلیں۔ اس کے جواب میں حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "اے ابوبکر! اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں خیر و برکت کے امور سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔" ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے، تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا، "ہم اس نیک کام کی انجام دہی کے لئے آپ کے ساتھ ہیں"۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشاورت

چنانچہ یہ تینوں حضرات حضور سیّد الابرار احمدِ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی

مسجدِ مبارک سے باہر تشریف لے آئے اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو تلاش کرتے ہوئے ایک انصاری کے باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ کو پانی پلا رہے ہیں۔ آپ نے ان تینوں حضرات کو اپنی طرف تشریف لاتے دیکھا تو آپ نے چند قدم آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور تشریف آوری کا مقصد دریافت کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اے علی! آپ کی خصائلِ حمیدہ اور نیک خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی ایسی نہیں جس کے لئے آپ نے سبقت حاصل نہ کی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جو قدر و منزلت اور عزت و احترام آپ کو حاصل ہے کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں۔ اکابر و اشرافِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے درخواست پیش کی، لیکن کسی کو بھی شرفِ قبولیت حاصل نہ ہوسکا اور کسی کو بھی حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اثبات (ہاں) میں جواب نہیں دیا۔ میرا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے لئے روک رکھا ہے، آپ کیوں اپنی درخواست بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش نہیں کرتے؟" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کی یہ بات سنی تو آپ کی چشمانِ مبارک میں اشکوں کا سیلاب آگیا اور آپ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا: "اے ابوبکر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ نے یہ گفتگو چھیڑ کر میری تمناؤں اور آرزوؤں کی اس دبی ہوئی آگ کو دوبارہ بھڑکا دیا ہے جسے میں نے بڑی کوششوں کے ساتھ دبا رکھا تھا۔ اور آپ نے مجھ پر یہ سوال کرکے میرے اس شوق کو تیز تر کر دیا ہے۔ جس کے مقابلے میں میری مثل شاید ہی کسی دوسرے کو اس قدر رغبت ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ اس آرزو کے اظہار کے لئے ایک تو اپنی کم مائیگی اور تنگدستی کو مانع پاتا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں اس قسم کی جرأت و جسارت، میرے بس کا روگ نہیں ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اے علی! (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) آپ جانتے ہیں کہ دنیاوی مال و منال خداوندِ قدوس جل و علا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک قطعی کوئی اہمیت نہیں رکھتا، اس لئے یقین رکھیں کہ دنیاوی مال و دولت کی قلت اور آپ کا فقر اس امر کے اظہار کے لئے ہرگز ہرگز مانع نہیں ہے۔ امیر المومنین سیدنا و مرشدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنے اونٹ کو کھولا اور اس کی مہار پکڑ کر اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور اونٹ کو باندھ کر تاجدارِ انبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت و ملاقات کے لئے دولت سرائے مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پر تشریف لے گئے۔

علی المرتضیٰ (علیہ السلام) بارگاہِ رسالت میں

حضور تاجدارِ مدینہ سرورِ سینہ رسولِ کرم، نبیِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت مخدومۂ دوعالم حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارک میں رونق افروز تھے۔ چنانچہ شاہِ مرداں شیرِ یزداں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارک کے دروازے پر دستک دی؛ تو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اندر سے آواز دی اور پوچھا کون ہے؟ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب میں حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ام سلمہ اٹھ کر دروازہ کھولو، آنے والا وہ شخص ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محبت فرماتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔" ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا "وہ کون ہے؟" تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: "یہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور میرا بھائی علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر میں جلدی سے اٹھی اور تیزی سے دروازہ کھولا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت تک حجرۂ مبارکہ میں قدم نہیں رکھا، جب تک میں حرم خانہ کے اندر نہ گئی۔ میرے اندر پہنچنے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ

Scanned with CamScanner

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لے گئے اور کہا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ آپ کے سلام کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یا علی ابنِ ابی طالب ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے قریب بٹھا لیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں اس طرح بیٹھے ہوتے تھے کہ سر جھکایا ہوا تھا اور نگاہیں زمین پر تھیں اور بیٹھنے کے انداز سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی حاجت مند ہو، مگر شرم و حیا کی وجہ سے اپنی ضرورت کا اظہار کرنے سے قاصر ہو اور جرأتِ لب کشائی نہ رکھتا ہو۔

؎ فرطِ حیاء سے کھلتے ہی ہونٹ لرز کے رہ گئے
جوشِ طلب میں دیکھئے جنبشِ لب کی احتیاط

بہرحال حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت دیکھی تو نہایت شفقت و محبت سے خود ہی اظہارِ تمنا کرنے کا موقع فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے علی! ہم جانتے ہیں کہ تم کسی ضرورت کے تحت حاضر ہوئے ہو، مگر اپنی ضرورت بیان کرنے میں شرم و حیاء کی وجہ سے جھجک محسوس کرتے ہو۔ ہم تمہیں دل کی بات زبان پر لانے کی اجازت دیتے ہیں، تمہیں ہمارے سامنے شرمانے کی ضرورت نہیں جو بھی تمہارے دل میں ہے، بے جھجک بیان کر ڈالو۔" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حوصلہ افزا گفتگو سننے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے عرض کی: یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ جانتے ہیں کہ آپ نے بچپن ہی سے مجھے میرے والدین سے لے کر اپنی غلامی کے لئے مخصوص فرما لیا تھا اور آپ ہی نے میری ظاہری و باطنی تربیت فرما کر میرے اندر یہ استعداد اور قابلیت پیدا فرمائی اور آپ کے احسانات اور لطف و عنایات میں نے اپنی ذات کے لئے مشاہدہ کی ہیں، اور آپ ہی کی شفقت و

برکت کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے ادیانِ باطل سے بچا کر صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ الغرض میرا ذخیرۂ عمر اور سرمایۂ حیات آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے اور میری عیش و کامرانی کی وجہ آپ ہی کا وجودِ مسعود ہے۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اب جبکہ آپ کی ملازمت اور غلامی کی وجہ سے مجھے یہ شوکت و تمکنت اور قوت و برکت حاصل ہو چکی ہے اور فوز و فلاح اور خیر و نجاتِ دارین کا شرف حاصل ہو چکا ہے، مجھے آپ کے لطف و کرم نے یہ سہارا دیا ہے کہ میں اپنے دل کی بات زبان پر لے آؤں، تو میری نیازمندانہ گزارش، دلی تمنا اور دیرینہ آرزو یہ ہے کہ آپ مجھے اپنی دامادی کا شرفِ عظیم بھی عطا فرمائیں۔ میرے آقا و مولیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں مدت دراز سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے درخواست پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن اس خیال سے کہ کہیں یہ میری عرضداشت گستاخی و بے ادبی پر محمول نہ ہو، میں اس ارادہ کو معرضِ التوا میں ڈال دیا کرتا تھا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) کیا کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ میری یہ آرزو پوری ہو سکے؟"

حضرت ام سلمیٰ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے دور سے نگاہ کی، تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی یہ درخواست سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے رخِ انور کو مسرت و خوشی سے جگمگاتے ہوئے دیکھا اور آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "اے علی! تم اس کام کی انجام دہی کے لئے اپنے پاس کیا رکھتے ہو؟" جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) میرا تمام حال آپ پر ظاہر ہے اور آپ کی نگاہِ ناز سے کوئی بات اوجھل نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس ایک اونٹ، ایک شمشیر ایک زرہ ہے، آپ جو حکم فرمائیں مجھے منظور ہے۔

؎ سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حسابِ کم و بیش را

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! تم مجاہد ہو، جہاد کے

Scanned with CamScanner

لئے تمہیں تلوار کی ضرورت ہے، اور سواری کے لئے جہاد میں اُونٹ کی بھی ضرورت ہے، البتہ زرہ پر معاملہ طے ہوسکتا ہے۔ اسی دَوران حضرت جبرائیل علیہ السّلام آسمانوں سے اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی صاحبزادی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا ہے۔ اب رسُول کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو بُلا کر ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا نکاح مسجد میں جا کر اصحاب کی مجلس میں کروں۔ تم مسجد میں چلو" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں جا رہے تھے، راستے میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے تو پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟" انہوں نے سارا قصہ بتا دیا، تو وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا کو پہلے ہی حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم نے سب کچھ بتا دیا تھا۔

حضور نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم نے زرہ فروخت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ زرہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیچی، آپ نے خرید کر چار صد درہم ادا کر دیئے اور ساتھ ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہبہ کر دی اور یہ سامان بحکمِ رسُول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدا۔ آپ کے ہمراہ سامان اُٹھانے کے لئے حضرت بلال اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے جب سامان آگیا، تو حضور نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم اُٹھے اور گھر میں تشریف لے گئے اور اپنی صاحبزادی سے ارشاد فرمایا "تمہارا نکاح حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کر دیا ہے" ایجاب و قبول پر رسُول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں صحابہ کو گواہ بنا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کر دیا اور پھر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضور سیّد المرسلین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کے حکم سے دعوتِ ولیمہ بھی فرمائی۔ یہ شادی ۲ھ میں ہوئی۔ (ازالۃ الخفاء ص ۲۵۴، البدایۃ والنہایہ ج ۳ ص ۲۴۱، معارج النبوۃ رکن چہارم ج ۳ ص ۳۱، مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۲۹)

حفیظ جالندھری مرحوم نے کیا خوب ترجمانی کی ہے ؎

خُطبہ پڑھا نبی نے جو حمد و ثنا کے ساتھ — آئے ملک بھی نعرۂ صلِّ علیٰ کے ساتھ
باندھا قلیل مہر جو حق کی رضا کے ساتھ — غل تھا عطا کا ہل اتیٰ کے ساتھ

؎ علی کے گھر بتول آئی، در و دیوار مہکے ہیں،
علی کے نام کا صدقہ میرے اشعار مہکے ہیں

عِلم کا دروازہ

برادرانِ اسلام! قرآن و حدیث اس بات پر شاہد ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جن و انس، ملک و انبیاء بلکہ ساری کائنات سے زیادہ علم سرکارِ دو عالم نبیِ رحمت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کو عطا فرمایا۔ تمام علوم حضور نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کے سامنے ایسے ہیں، جس طرح سمندر کے سامنے ایک قطرہ، حضور رحمۃ للعالمین سیّد المرسلین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم نے جب علم عطا فرمانا چاہا، تو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ۔ (مُستدرک شریف ج ۳ ص ۱۲۶)

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے پس جو علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اُسے چاہیے کہ وہ دروازے پر آئے۔"

اِس حدیثِ مقدّس سے واضح ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضور نبی مکرّم رسُولِ محترم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم نے علم کا دروازہ قرار دیا، یعنی اگر تم لوگوں نے:

- علمِ دین حاصل کرنا ہے، تو درِ علی سے ملے گا۔
- علمِ شریعت حاصل کرنا ہے تو درِ علی سے ملے گا۔
- علمِ طریقت حاصل کرنا ہے تو درِ علی سے ملے گا۔
- علمِ معرفت حاصل کرنا ہے تو درِ علی سے ملے گا۔

(کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم)

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کے مظہر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس لئے فرمانِ مصطفیٰ، حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳)

"میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

علم سے مراد صرف الف، با، تا، ثا نہیں اور نہ ہی حروف و نقوش ہیں، بلکہ علم سے مراد وہ علم ہے، جو حاصل ہو جانے کے بعد انسان کو نیکیوں اور اعمالِ صالحہ کی طرف متوجہ کر لے۔ ارشادِ رب العالمین ہے:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ۰ (سورۃ بقرۃ: آیت ۲۶۹)

"اور جسے حکمت عطا کی گئی، یقیناً اسے بہت سی بھلائی عطا کی گئی۔"

○ حکمت: عدل و انصاف، فلسفہ و دانائی، اور علم و حلم کا نام ہے۔

○ حکمت: قول و فعل کی درستگی اور راستبازی کا نام ہے۔

○ حکمت: جہالت و خطا دُور کرنے کا نام ہے

○ حکمت: ہر چیز کو اپنے موقع و محل پر رکھنے کو کہتے ہیں۔

○ حکمت: دُنیا کی محبت جس چیز سے نکل جائے اسے کہتے ہیں۔

(ماخوذ تفسیر خازن و روح المعانی)

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: عدل و انصاف میں یکتا تھے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: فلسفہ و دانائی میں یکتا تھے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: علم و حلم میں یکتا تھے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کردار و گفتار میں یکتا تھے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: دُنیا کی محبت و رغبت سے دُور تھے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: دلیری و شجاعت میں بے مثل تھے۔

حضور نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

عَلِیٌّ عَیْبَۃُ عِلْمِیْ۔ (جامع صغیر ص ۱۱ ج ۲) "علی میرے علم کی زنبیل ہے۔"

(زنبیل چمڑے کا وہ مضبوط تھیلہ مراد ہے جس میں سامان ہو۔)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْفَ بَابٍ مِّنَ الْعِلْمِ وَاسْتَنْبَطْتُ مِنْ کُلِّ بَابٍ اَلْفَ بَابٍ۔ (زیرِ آیت سورۃ آل عمران آیت ۳۳، تفسیر کبیر ص ۲۳ ج ۸)

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم فرمائے اور میں نے ہر باب سے ہزار باب استنباط کئے ہیں۔"

ے
باطن اُو حکمت آبادِ علوم مِن لَدُن
جاں اُو خلوت سرائے نکتہ ہائے مستطاب

ے
ذاتِ اُو دروازۂ شہرِ علوم، زیرِ فرمانش حجاز و چین و رُوم،

ے
علی نوں تاجدارِ ہل اتیٰ مشکل کشا آکھاں امام الاولیا آکھاں محمد دی ضیا آکھاں

ے
علی گنجِ سخا مُکتے، سخاوت ناز کر دی اے
فدا اسلام ہندا اے شہادت ناز کر دی اے

ے
علی اسلام دا تارا، علی اسلام دا دھارا
علی سردارِ دُنیا دا، علی سردارِ جنت دا

○ جنابِ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھانے والے!
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھنے والے!

○ سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزار باب پڑھانے والے!
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہزار باب پڑھنے والے!

○ اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر باب پر ہزار ہزار باب نکالنے والے!

Scanned with CamScanner

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم

اس تعلیم کا یہ اعجاز تھا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن کوفہ کے منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔ آپ علیہ السلام اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زرہ مبارک کو پہنے ہوئے تھے اور شمشیرِ مصطفےٰ علیہ السلام کو پکڑا ہوا تھا، سر پر عمامہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام باندھا ہوا تھا اور ہاتھ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی مبارک پہنے ہوئے تھے۔ اب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنے بطنِ اقدس سے زرہ کو ہٹایا اور ارشاد فرمایا:

سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنَّ بَیْنَ الْجَوَانِحِ مِنِّیْ عِلْمٌ جَسِیْمٌ هٰذَا سَفَطُ الْعِلْمِ هٰذَا لُعَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَازَقَّنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَقًّا۔ (المناقب للخوارزمی)

"مجھ سے سوال کرو، پہلے اس سے کہ میں تم میں سے چلا جاؤں۔ بے شک میرے پہلو کے درمیان علم ہے بہت زیادہ (یعنی سینے میں) اور (یہ سینہ علم کا برتن ہے) یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب مبارک ہے، جو آپ نے میرے مُنہ میں ڈالا تھا۔" (یہ اُس کی برکت ہے)

اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم یُوں بھی ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِنَّ مَابَیْنَ الْجَوَانِحِ عِلْمًا بِمَا هٰذَا لُعَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَقًّا زَقًّا فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اُذِنَ لِلتَّوْرَاتِ وَالْاِنْجِیْلِ اَنْ یَّتَکَلَّمَا رَفَعْتُ۔ (شواھد النبوۃ فارسی ص۱۵۹)

"بیشک میرے پہلو میں علم ہے اور یہ لعاب دہن شریف کی وجہ سے ہے، جو آپ نے میرے مُنہ میں ڈالا تھا، پس قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اگر مجھے حکم دیا جائے کہ تورات اور انجیل کے علم کا بتاؤ! تو میں بتا دوں۔"

؎ آں اداؔ فہمِ مزاجِ حضرتِ خیرُ الوریٰ　　آں بجلوت رازدارِ صاحبِ اُمّ الکتاب

ایک دفعہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:۔

سَلُوْنِیْ عَنْ طُرُقِ السَّمٰوٰتِ فَاِنِّیْ اَعْلَمُ بِهَا مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ۔

"مجھ سے آسمانوں کے راستے کے بارے میں پوچھ لو، کیونکہ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمان کے راستوں کا واقف ہوں۔"

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یہ دعویٰ کرنا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل میں آئے اور کہنے لگے: اِنْ کُنْتَ صَادِقًا فَاَخْبِرْنِیْ اَیْنَ جِبْرِیْلُ؟

فَنَظَرَ اِلَی السَّمَآءِ یَمِیْنًا وَشِمَالًا ثُمَّ اِلَی الْاَرْضِ کَذٰلِکَ۔

"اگر آپ اِس دعوے میں سچے ہیں تو بتائیں اس وقت جبریل امین کہاں ہیں؟"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے آسمان پر پھر زمین میں دائیں بائیں دیکھا، تو ارشاد فرمایا: مَا وَجَدْتُّهٗ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

"میں نے زمین و آسمان میں دیکھا تو جبریل کو نہ پایا۔"

وَلَعَلَّهٗ اَنْتَ۔ "وہ یقیناً تو ہی ہے۔" (نزہۃ المجالس مطبوعہ مصر ص۲۲۱ ج۲)

؎ جاں نثارانِ محمد کے کئی القاب ہیں
علم کا دروازہ مگر کہلائے تنہا علی

ایک دفعہ جب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سَلُوْنِیْ عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ۔ تو ایک یہودی عالم اس مجلس میں بیٹھا تھا، اس کا دعلب یمانی تھا، اُس نے سوچا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے، میں ضرور بالضرور انہیں شکست دُوں گا۔ پھر دعلب کھڑا ہوا اور کہنے لگا: "اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے چند سوال ہیں، اُن کا جواب دیں۔" آپ نے فرمایا: تم سمجھنے کے لئے سوال کرو، آزمائش کے لئے نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "سوال کرو، ہم جواب دینے کے لئے تیار ہیں۔" تو اُس نے سوال کیا: "اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو دیکھا ہے؟"

آپ نے فرمایا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کروں اور اُسے نہ دیکھوں۔" (شواہد النبوۃ فارسی صفحہ ۱۹۰)

یہودی کے سوالات

ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ایک یہودی مضر نامی نے کہا: "اگر آپ واقعی "باب العلم" ہیں اور آپ کے نبی "مدینۃ العلم" تو میرے سوالوں کا جواب دیں۔" آپ نے فرمایا، "سوال کرو۔" تو اُس نے سات سوال کیے۔ سوال و جواب مُلاحظہ فرمائیں:

س۱ : وہ کونسا مرد ہے، جس کا نہ باپ ہے نہ ماں۔؟

ج : وہ مرد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔

س۲ : وہ کونسی عورت ہے، جس کا نہ باپ ہے نہ ماں؟

ج : وہ عورت اُمّ البشر حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

س۳ : وہ کون سا مرد ہے جس کی ماں تو ہے باپ نہیں؟

ج : وہ مرد سیدنا عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) ہیں۔

س۴ : وہ کون سا پتھر ہے، جس نے جانور جنا؟

ج : وہ پتھر ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی پیدا ہوئی۔

س۵ : وہ کونسی عورت ہے جس نے ایک دن کی تین گھڑیوں میں بچہ جنا؟

ج : وہ حضرت مریم علیہا السلام ہیں، ایک گھڑی میں حمل ٹھہرا، دُوسری میں دردِ زہ ہوا، تیسری میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔"

س۶ : وہ کون سے دو دشمن ہیں، جو آپس میں کبھی دوست نہیں ہو سکتے؟

ج :۔ وہ دشمن زندگی اور موت ہے۔

مُضر یہودی یہ سُن کر کہنے لگا: "مَیں نے مان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے۔" (اسد اللہ الغالب ج ۳ صفحہ ۲۴)

علی خیبر شکن، بابُ العلم تے شیر اللہ دا
علی مظہر محمّد پاک ہے نوری تجلا دا

تو معلوم ہوا کہ

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کے شہر کا دروازہ ہیں۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درِ اقدس سے تمام علوم ملتے ہیں۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکمت کے شہر کے دروازہ ہیں۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در سے تمام حکمتیں ملتی ہیں۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کے ہزار باب عطا فرمائے ہیں۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمینوں کا علم ہے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آسمانوں کا علم ہے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جبریل امین علیہ السلام کا علم ہے۔

اللہ اللہ! اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لعابِ دہن عطا فرمانے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا بڑا علم عنایت فرما دیا۔ تو اندازہ لگائیں کہ علمِ مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا کیا عالم ہوگا؟

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین و آسمان کا علم عطا فرمایا۔

○ حضور نبی مکرم، رسُولِ معظم، علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے علمِ ماکان و مایکون عطا فرمایا۔

○ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم عطا فرمایا۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم عطا فرمایا۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اولیاء اللہ کو علم عطا فرمایا۔

Scanned with CamScanner

○ قادریوں کو درِ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا۔

○ چشتیوں کو درِ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا۔

○ نقشبندیوں کو درِ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا۔

○ سہروردیوں کو درِ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا۔

○ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی سے علم ملا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ سے علم ملا۔

حُبِّ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

برادرانِ اسلام! حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی محبت ایمانداروں کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔

○ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: حُبُّ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ يَأْكُلُ الذُّنُوْبَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ (نزہۃ المجالس ص۲۱۹)

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت گناہوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے لکڑی کو آگ۔"

اس لئے کہ رسول کریم نبی رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے!

○ يَا عَلِيُّ النَّاسُ مِنْ شَجَرٍ شَتّٰى وَاَنَا اَنْتَ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ۔ (مستدرک للحاکم ج ۲، ص۲۴۱)

"اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لوگ مختلف شجروں سے ہیں اور میں اور تم ایک ہی شجرے سے ہیں"

حضور سید العالمین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

○ لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَا يَبْغَضُهٗ مُؤْمِنٌ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۶۴)

"علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے منافق محبت نہیں کر سکتا اور علی سے مومن بغض نہیں کر سکتا۔"

اور حضور نبی کریم رسولِ عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

○ يَا عَلِيُّ مَنْ فَارَقَنِيْ فَقَدْ فَارَقَ اللّٰهَ۔

وَمَنْ فَارَقَكَ يَا عَلِيُّ فَقَدْ فَارَقَنِيْ۔ (المستدرک ج ۳ ص۱۲۴)

"اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو مجھ سے جدا ہوا وہ اللہ تعالیٰ سے جدا ہوا

اور جس نے تم سے جدائی اختیار کی وہ مجھ سے جدا ہوا۔"

؎ حُبِّ اُو در سینۂ اربابِ ایمان و یقیں — بغضِ اُو اندر نہادِ بے ضمیرانِ خراب

؎ از رہِ طاعت رضائے حیدرِ کرار جو — تا نصیرت بادِ محبوبِ خدا روزِ حساب

تو معلوم ہوا ○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مومن محبت رکھتا ہے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منافق بغض رکھتا ہے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت، ایمان کی کسوٹی ہے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض منافقت کی علامت ہے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو جدا ہوا وہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جدا ہوا۔

○ جو مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جدا ہوا، وہ خدا تعالیٰ سے جدا ہوا۔

○ درِ علی سے درِ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثناء) ملتا ہے اور درِ مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے خدا ملتا ہے

؎ جو درِ حسین پہ مکیں ہو، تو ضرور پہنچے درِ علی تک
جو علی ملے تو نبی ملے، جو نبی ملے تو خدا ملے

○ اَلنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ۔ (مستدرک ج ۳ ص۱۴۱)

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔"

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ مجھے ان کے لئے تین باتوں کی وحی کی گئی: اَنَّهٗ سَيِّدُ الْمُسْلِمِيْنَ "بے شک علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے سردار ہیں۔" وَاِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ "اور وہ متقین (اولیاء اللہ) کے امام ہیں۔" وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ "اور روشن پیشانی والوں کے امام ہیں۔" (مستدرک ج ۳ ص۱۳۸)

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولیاء اللہ کے امام ہیں۔

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدہ کرنے والوں کے پیشوا ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۝

Scanned with CamScanner

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق و عادات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی شُمُوْلِ فَضْلِہٖ وَنِعْمَتِہٖ وَعَفْوِہٖ وَمَغْفِرَتِہٖ وَرَحْمَتِہٖ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَعَلٰی آلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ اِجَابَۃِ دَعْوَتِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

(سورۃ الفتح پ ۲۶، آیت ۲۹)

ترجمہ: "تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے، اور کبھی سجدہ کرتے۔ طلبگار ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کے، ان (کے ایمان و عبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔"

محترم بزرگو اور دوستو! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ اس آیت کریمہ کے مصداق لوگوں میں سے ایک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔ آج میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اخلاق اور آپ کی عادات مبارکہ اور حسن سلوک کے بارے کچھ عرض کروں گا۔

؎ زمانہ کیوں نہ اُن کے گیت گائے
ہر اک کا مدعا مولیٰ علی ہیں

عبادت و ریاضت

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتے۔ تفسیر دُرِّ منثور میں ہے:-

"رُکَّعًا سُجَّدًا سے مراد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ آپ رات بھر رکوع و سجود میں مشغول رہتے تھے اور آپ نے زندگی کی آخری ساعت تک عبادت کو نہ چھوڑا۔

(دُرِّ منثور ج ۴ ص ۸۳۔ تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۶۱)

رُکَّعًا سُجَّدًا کی تفسیر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

رات بھر سجدے کرنے والے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

نماز کو پابندی سے ادا کرنے والے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

؎ آپ کا ہر سجدہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ کا راز تھا
مرتضیٰ یوں پڑھتے تھے معبودِ اکبر کی نماز

امانتداری

مولائے کائنات حیدر کرار شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم رحمتِ عالم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تربیت یافتہ تھے۔ اس لئے آپ کو کفار بھی امین سمجھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بوقتِ ہجرت اسی لئے امانتیں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سپرد کیں۔ ہر دور میں امانت و دیانت کا اعلیٰ وصف آپ میں پایا جاتا تھا۔

عہدِ خلافت میں ایک دفعہ کچھ نارنگیاں آئیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نارنگی اٹھالی، تو آپ نے وہ نارنگی اپنے صاحبزادے سے لے کر لوگوں میں تقسیم کردی۔ اسی طرح بیت المال میں جس قدر روپیہ جمع ہوتا آپ لوگوں میں تقسیم کر دیتے اور پھر نماز ادا فرماتے۔

سورج کا پلٹنا

حضور نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خیبر سے واپسی پر جب مقام صہبا پہنچے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز عصر ادا فرمائی۔ نماز پڑھنے کے بعد اپنا سرِ انور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زانو پر رکھا اور آپ سو گئے اور سوتے میں وحی کا نزول ہوا۔ نزولِ وحی کی مدت

Scanned with CamScanner

اس قدر طویل ہوگئی کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ اور ابھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے، تو فرمایا "اے علی! نماز پڑھ لی؟" عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! نماز نہیں پڑھی"۔ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی تو سورج پلٹ آیا اور اس کی شعاعیں پہاڑوں اور ٹیلوں پر پڑنے لگیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے وضو کیا اور نماز ادا فرمائی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۷۴، شواہد النبوۃ فارسی ص ۱۶۷)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز　　وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

سورج الٹے پاؤں پلٹے، چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

سادہ زندگی

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور آپ کی زندگی مسلمانوں کے لئے اعلیٰ نمونہ ہے۔ سیدہ فاطمہ طیبہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا اپنے دستِ مقدس سے گھر کا سارا کام سرانجام دیتی تھیں، روٹیاں پکاتیں، جھاڑو دیتیں اور چکی پیستی تھیں، دن بھر گھر کے کام خود سرانجام دیتیں، اور رات بھر خالقِ حقیقی کی عبادت میں مصروف رہتیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹوں کو پانی پلاتے، بازار سے سودا سلف لاتے تھے، اس طرح اوقاتِ زندگی بسر ہوتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ جب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چکی پیستے پیستے پریشان ہوگئیں تو ان کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ غلام قیدی آئے ہوئے ہیں۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا پیغمبرِ اسلام سیدِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں، مگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر تشریف نہ رکھتے تھے تو سیدہ نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سے دل کی بات کہہ دی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات کہہ دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم اپنے بچھونوں پر لیٹ رہے تھے۔ آپ کی آمد پر ہم نے اٹھنا چاہا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے اور فاطمہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کے درمیان بیٹھ گئے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم دونوں نے جس چیز کی خواہش کی ہے، کیا اس سے بہتر چیز تم کو بتا دوں؟ اس طرح کرو جب تم سونے لگو تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لئے اس سے زیادہ کارآمد ہے، جس کا تم نے سوال کیا ہے"۔ (بخاری شریف ص ، مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۹)

حبِ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے آپ کی فکر نہ ہوتی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اپنی جان نثار کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ حضرت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ختم المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں فاقہ تھا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی، تو مزدوری کے لئے نکل پڑے تاکہ مزدوری کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔ اس تلاش میں ایک یہودی کے باغ میں پہنچے تو اس نے بتایا کہ ایک ڈول پانی نکالنے کی مزدوری ایک کھجور ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے سترہ ڈول پانی کنوئیں سے نکالے۔ یہودی نے کہا، سترہ کھجوریں جس قسم سے چاہو، لے لو۔ آپ نے سترہ کھجوریں عجوہ لے لیں اور بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو کر کھجوریں پیش کر دیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "کہاں سے لائے ہو؟" حضرت علی المرتضیٰ

Scanned with CamScanner

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے سب کچھ بتا دیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کیا تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت نے اس بات پر آمادہ کیا تھا؟" عرض کیا، "ہاں یا رسُول اللہ!" (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے محبت کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے، جس پر افلاس (بھوک) اس تیزی سے نہ آیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اپنے رُخ پر تیزی سے بہتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرے اسے چاہیے کہ مصائب کے روکنے کے لئے ایک چھتری بنا لے (یعنی حفاظت کا سامان کرے) (کنز العمال ص ۳۲۱ ج ۲)

- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، مُحبِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، عاشقِ رسُول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، معرفتِ الٰہی کا جام تھے
- نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں علی علیہ السلام کی محبت۔
- علی علیہ السلام کے دل میں، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت۔
- حُبِ علی (علیہ السلام)، حُبِ رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہے۔
- حُبِ رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسلام)، حُبِ علی (علیہ السلام) ہے۔

؎ مہرِ علی ہے حُبِ نبی، اور حُبِ نبی ہے مہرِ علیؑ
لحمک لحمی، جسمک جسمی فرق نہیں مابین پیا

عدل و انصاف

حضرت علی علیہ السلام کی تعلیم و تربیت چونکہ اُس گھر میں ہوئی، جہاں سے عدل و انصاف کے چشمے پھُوٹتے تھے اس وجہ سے مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے عدل و انصاف کی وہ مثال پیش فرمائی کہ غیر مسلموں نے آپ عدل کو دیکھا تو اس قدر متاثر ہوئے کہ ایمان لے آئے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خُدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنگِ صفین سے واپسی پر کوفہ پہنچے تو اپنی گمشدہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی، تو فرمایا: یہ زرہ میری ہے، نہ میں نے تجھے دی اور نہ تو نے مجھ سے خریدی۔ یہودی نے کہا، "نہیں، بلکہ یہ میری زرہ ہے، آپ کی نہیں۔" امیر المؤمنین خلیفہ وقت عدل و انصاف کا پیکر تھے اور قانونِ شریعت کی پاسداری کرنے والے اس لئے فرمایا: "چلو اس کا فیصلہ قاضی صاحب سے کرواتے ہیں"۔ اب قاضی صاحب کے پاس پہنچے۔ قاضی صاحب نے پوچھا، "اے امیر المؤمنین! اپنا دعوٰی بیان فرمائیں"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "یہودی کے ہاتھ میں جو زرہ ہے یہ میری ہے، نہ میں نے اسے ہبہ کی اور نہ ہی فروخت کی۔" قاضی صاحب نے یہودی سے کہا، "اب تو کیا کہتا ہے؟" یہودی نے کہا، جناب والا! یہ میری زرہ ہے اور میرے ہاتھ میں ہے۔ قاضی صاحب نے کہا: "امیر المؤمنین! کیا۔ اس پر آپ کے کوئی گواہ ہیں؟" آپ نے فرمایا میرے پاس دو گواہ ہیں، ایک قنبر، جو غلام ہے اور دُوسرا شہزادہ حسن علیہ السلام ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا: "غلام آپ کے ماتحت ہے اور شہزادے حسن علیہ السلام کی گواہی از رُوئے شریعت غیر معتبر ہے، کیونکہ بیٹا والد کے حق میں گواہی نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اسلامی شریعت کے مطابق غلام اور بیٹے کی گواہی ناقابلِ قبول ہے۔ لہٰذا آپ دوسرے گواہ لائیں"۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے پاس اور کوئی گواہ نہیں۔" قاضی صاحب نے کہا، "تو از رُوئے شرع شریف یہ زرہ یہودی کی ہے۔ یہودی یہ دیکھ کر اور یہ سُن کر اتنا متاثر ہوا اور کہنے لگا، "حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے باوجود امیر المؤمنین ہونے کے خود فیصلہ نہیں کیا، بلکہ عدل و انصاف کے لئے قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا اور جب قاضی نے امیر المؤمنین کے خلاف فیصلہ کیا، تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بسر و چشم تسلیم کر لیا ہے، میں اسلام کے اس عدل و انصاف کو دیکھ کر صدقِ دل سے کلمہ پڑھتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ درحقیقت امیر المؤمنین سچے ہیں اور یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے سب کچھ بتا دیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کیا تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت نے اس بات پر آمادہ کیا تھا؟" عرض کیا "ہاں یا رسُول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)" حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے محبت کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے، جس پر افلاس (بھوک) اس تیزی سے نہ آیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اپنے رُخ پر تیزی سے بہتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرے اسے چاہیے کہ مصائب کے روکنے کے لئے ایک چھتری بنالے (یعنی حفاظت کا سامان کرے) (کنز العمال ص ۳۲۱ ج ۲)

- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، محبِّ رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام تھے۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، عاشقِ رسُول علیہ الصلوٰۃ والسّلام تھے۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم معرفتِ الٰہی کا جام تھے
- نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دل میں علی علیہ السّلام کی محبت ۔
- علی علیہ السّلام کے دل میں، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی محبت ۔
- حُبِّ علی (علیہ السّلام)، حُبِّ رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) ہے۔
- حُبِّ رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) حُبِّ علی (علیہ السّلام) ہے۔

ؐ مہرِ علی ہے حُبِّ نبی، اور حُبِّ نبی ہے مہرِ علی
لحمک لحمی، جسمک جسمی فرق نہیں مابین پیا

عَدل و اِنصاف

حضرت علی علیہ السّلام کی تعلیم و تربیت چونکہ اُس گھر میں ہوئی، جہاں سے عدل و انصاف کے چشمے پھوٹتے تھے اس وجہ سے مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے عدل و انصاف کی وہ مثال پیش فرمائی کہ غیر مسلموں نے آپ عدل کو دیکھا تو اس قدر متاثر ہوئے کہ ایمان لے آئے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خُدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنگِ صفین سے واپسی پر کوفہ پہنچے تو اپنی گمشدہ زِرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی، تو فرمایا: یہ زرہ میری ہے، نہ میں نے تجھے دی اور نہ تو نے مجھ سے خریدی۔ یہودی نے کہا "نہیں، بلکہ یہ میری زِرہ ہے، آپ کی نہیں۔" امیر المؤمنین خلیفہ وقت عدل و انصاف کا پیکر تھے اور قانونِ شریعت کی پاسداری کرنے والے، اس لئے فرمایا: "چلو اس کا فیصلہ قاضی صاحب سے کرواتے ہیں"۔ اب قاضی صاحب کے پاس پہنچے۔ قاضی صاحب نے پوچھا: "اے امیر المومنین! اپنا دعویٰ بیان فرمائیں"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "یہودی کے ہاتھ میں جو زِرہ ہے یہ میری ہے، نہ میں نے اسے ہبہ کی اور نہ ہی فروخت کی۔" قاضی صاحب نے یہودی سے کہا: "اب تو کیا کہتا ہے؟" یہودی نے کہا: جنابِ والا! یہ میری زِرہ ہے اور میرے ہاتھ میں ہے۔ قاضی صاحب نے کہا: "امیر المومنین! کیا ۔ اس پر آپ کے کوئی گواہ ہیں؟" آپ نے فرمایا: میرے پاس دو گواہ ہیں، ایک قنبر، جو غلام ہے، اور دُوسرا شہزادہ حسن علیہ السّلام ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا: "غلام آپ کے ماتحت ہے اور شہزادے حسن علیہ السّلام کی گواہی ازرُوئے شریعت غیر معتبر ہے، کیونکہ بیٹا والد کے حق میں گواہی نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اسلامی شریعت کے مطابق غلام اور بیٹے کی گواہی ناقابلِ قبول ہے۔ لہٰذا آپ دوسرے گواہ لائیں"۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے پاس اور کوئی گواہ نہیں۔" قاضی صاحب نے کہا: "تو ازرُوئے شرع شریف یہ زرہ یہودی کی ہے۔ یہودی یہ دیکھ کر اور یہ سُن کر اتنا متاثر ہوا اور کہنے لگا: "حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے باوجود امیر المومنین ہونے کے خود فیصلہ نہیں کیا، بلکہ عدل و انصاف کے لئے قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا اور جب قاضی نے امیر المومنین کے خلاف فیصلہ کیا، تو امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بسر و چشم تسلیم کرلیا ہے، میں اسلام کے اس عدل و انصاف کو دیکھ کر صدقِ دِل سے کلمہ پڑھتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ درحقیقت امیر المومنین سچے ہیں اور یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔

Scanned with CamScanner

؎ درعمل پوشیدہ مضمونِ حیات — لذتِ تخلیق قانونِ حیات

دشمنوں پر مہربانی

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاہِ عرب و عجم فخرِ بنی آدم حضور نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۳)

"بہادر وہ نہیں ہے جو دشمن کو پچھاڑ دے، بلکہ وہ ہے جو غصہ کے وقت (دشمن) اپنے نفس پر قابو پائے۔"

سیدنا حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میدان میں بھی مردِ کامل تھے۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ مخالفین کی معرکہ آرائی میں صرف ہوا، لیکن بایں ہمہ آپ نے دشمنوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا اور نیک سلوک کیا۔

مثنوی شریف میں حضرتِ مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں، ایک مرتبہ سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ایک دشمنِ خدا کی لڑائی ہوئی۔ آپ نے کمال چابکدستی سے اُسے اُٹھایا اور زمین پر دے مارا اور خود اُس کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور ابھی یہ وار کر کے اُس کا کام تمام کرنا ہی چاہتے تھے کہ اس دشمنِ خدا نے نیچے لیٹے لیٹے آپ کے رُخِ انور پر تھوک دیا۔ آپ اُسی ساعت اُس کے سینے سے اُٹھ گئے اور اسے چھوڑ دیا۔ دُشمن آپ کے اس طرزِ عمل سے بڑا حیران ہوا کہ آپ نے جال میں گرفتار شکار چھوڑ دیا، جبکہ آپ کی گرفت بڑی مضبوط تھی، اگر چاہتے تو فوراً میرا سرتن سے جدا کر دیتے۔ اُس نے پوچھا اے علی! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا جبکہ میں نے چہرۂ انور پر تھوکنے کی ناپاک حرکت بھی کی ہے؟

گفت من تیغ از پئے حق مے زنم — بندۂ حقم نہ مامورِ تنم

"ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تلوار چلاتا ہوں، میں خدا تعالیٰ کا بندہ ہوں، جسم کا غلام نہیں۔"

؎ شیرِ حقم نیستم شیرِ ہوا — فعلِ من بردینِ من باشد گواہ

فرمایا: "میں حق تعالیٰ کا شیر ہوں، خواہشاتِ نفسانی کا شیر نہیں ہوں، میں خدا تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ میرا فعل میرے دین پر گواہی دے گا۔"

"یہ تلوار جب بھی اُٹھتی ہے، خدا تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کے لئے اٹھتی ہے، اپنی جان کا بدلہ کے لئے نہیں۔ یہ تلوار تو پرچمِ اسلام کی رکھوالی کے لئے ہے، دینِ حق کی سربلندی اور حق و باطل کی تفریق کے لئے ہے۔ یہ دشمنِ خدا پر قہر بن کر برستی ہے۔ میں تجھے قتل کرنے والا ہی تھا، مگر تو نے میرے منہ پر تھوک دیا۔ مجھے غصہ آیا۔ اگر میں اُس وقت تجھے قتل کر دیتا تو یہ تیرا قتل ہونا، صرف میری خواہش کی تکمیل ہوتی۔"

آپ کے نہایت خطرناک حریف اور خود نامور سپہ سالار تھے جب آپ کے مقابلے میں نکلے تو آپ نے اُس پر نیزے کا وار کیا، وہ گھوڑے سے گر پڑے اور بدحواسی میں برہنہ ہو گئے — تو آپ کو ترس آ گیا تو انہیں وہاں ایسے ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ نے جو کچھ کیا، وہ آپ کی ہمتِ مردانہ پر شاہد ہے۔ (نورُ الابصار ص۱۰۱)

انتہائی تحمل و بُردباری اور کرم یہ ہے کہ آپ کا قاتل ابنِ ملجم جب آپ کے سامنے آیا تو اُس پر بھی رحم آ گیا۔ فرمایا: "اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور نرم بستر پر سلاؤ۔" بھلا دُنیا میں حُسنِ سلوک کی ایسی مثالیں کہیں مل سکتی ہیں؟ (نورُ الابصار ص۱۰۱)

- ○ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم صداقت کا نشان تھے۔
- ○ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پیکرِ عدل و ایفا تھے۔
- ○ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم شریعتِ مصطفوی کے پابند تھے۔
- ○ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم عدالتِ مصطفوی کے پابند تھے۔
- ○ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پُروفا اور باشعار تھے۔
- ○ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مردِ کامل اور رحم دل تھے۔

- سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم غصّہ پر قابو پانے والے تھے۔
- سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم شیرِ خدا، حیدرِ کرّار تھے۔
- سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم دشمنوں پر بھی مہربان تھے۔
- سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مردِ مؤمن کی شان تھے۔

اِس لئے، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھو، کیونکہ:

حُبُّ عَلِیٍّ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ۔ (کنوز الخصائص ج ۱ ص ۱۱۷)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت دوزخ کی آگ سے نجات کا سبب ہے۔"

اَدبِ رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

مولائے کائنات سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عاشقِ رسُولِ مقبول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تھے، اور بارگاہِ مصطفےٰ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا بہت بڑا ادب و احترام کیا کرتے تھے۔

امام بخاری و امام مُسلم (رحمہما اللہ تعالیٰ) آپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً فَكُنْتُ اَسْتَحْيِيْ اَنْ اَسْئَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ اِبْنَتِهٖ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَئَالَهٗ فَقَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهٗ وَيَتَوَضَّاُ۔ (مُتَّفَقٌ عليه)

"مجھے مذی بہت آتی ہے، حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے پوچھنے میں مجھے شرم آتی ہے۔ کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے گھر میں ہے۔ میں نے حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کہا۔ انہوں نے آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے عضوِ مخصوص کو دھولے اور وضو کرلے۔"

صلح نامہ حدیبیہ آپ علیہ السلام کے ادبِ مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ایک بہترین اور عمدہ مثال ہے جو بخاری اور مسلم شریف کے صفحات پر قیامت تک درخشاں رہے گی۔ اس صلح کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیبیہ کے مقام پر شہ دوسرا حبیبِ کبریا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم

اور قریش کے درمیان ایک صلح نامہ لکھا گیا اور صلح نامہ لکھنے والے مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ سرکارِ مدینہ سُرورِ سینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلّم نے ارشاد فرمایا: علی لکھو:

"هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"۔ قریش نے کہا: "ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسُول تسلیم نہیں کرتے، جو آپ نے لکھوایا ہے، اگر ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسُول سمجھتے، تو آپ کو نہ روکتے، لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔" محبوب ربّ العالمین ختم المرسلین، شفیع المذنبین رحمۃً للعالمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ کا رسُول ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔" اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو فرمایا: اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ "رسُول اللہ کا لفظ مٹادو۔" تو سیدنا مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: لَا وَاللّٰهِ لَا اَمْحُوْكَ اَبَدًا۔ "خدا تعالیٰ کی قسم! میں کبھی بھی آپ کا نام (رسُول اللہ) نہیں مٹاؤں گا۔" اس پر سرکارِ دوجہاں صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عہد نامہ پکڑا اور لکھا: هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۵)

شجاعتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت تمام اہلِ اسلام میں مُسلّم تھی اور اس میں کوئی بھی آپ کا ہمسر اور حریف نہ تھا۔ بڑے بڑے جاں باز اور بہادر سامنے آکر زندہ نہ لوٹتے تھے۔ تمام مسلمانوں میں ہی نہیں، بلکہ عرب و عجم میں بھی آپ کی بہادری کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اب بھی غیر مسلم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے نعرے (نعرۂ حیدری) سے تھرّا اُٹھتے ہیں، کیونکہ امام الانبیاء صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آپ کو اسد اللہ (شیرِ خدا) کا خطاب مرحمت فرمایا تھا۔ بھلا جسے خود محبوبِ کبریا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم شیرِ خدا فرمائیں، اس کی بہادری اور شجاعت کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ آپ نے جن جنگوں میں اپنی بہادری و شجاعت کا شاندار مظاہرہ فرمایا ہے وہ تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

Scanned with CamScanner

سلسلۂ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوۂ بدر ہے۔ اس

غزوۂ بدر میں غزوہ میں سیدالانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تین سو تیرہ (۳۱۳) جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ آگے آگے دو سیاہ رنگ کے علَم (جھنڈے) تھے۔ ان میں سے ایک حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ جب جنگ کی ابتدا ہوئی، تو اس زمانہ کے دستور کے مطابق پہلے تنہا تنہا مقابلہ ہوا۔ سب سے پہلے قریش کی صف سے تین نامی گرامی پہلوان نکلے اور اسلامی فوج سے مقابلے کے لئے تیاری ہوئی۔ کافروں نے مدنی تاجدار احمدِ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکار کر کہا: "ہمارے مقابلے میں اپنے چچیرے بھائیوں کو بھیجو۔" تین انصاری حضرات نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور مقابلہ میں آگئے۔ قریش کے بہادروں نے نام ونسب پوچھا: جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ تو انصار ہیں، تو قریش نے ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکار کر کہا "ہمارے مقابلے میں اپنے چچیرے بھائیوں کو بھیجو"۔ تب مدنی سرکار، حبیبِ کردگار احمدِ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا: اے علی اٹھو! اے حمزہ اٹھو! اے عبیدہ اٹھو! (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ۔ اور مقابلہ کرو۔ یہ تینوں حضرات اپنے اپنے حریفوں کے مدِ مقابل میدانِ کارزار میں آگئے۔

سیدنا حضرت مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں واصلِ جہنم کیا۔ اس کے بعد جھپٹ کر سیدنا حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کی اور ان کے حریف شیبہ کو بھی قتل کیا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی تو شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ ذوالفقارِ حیدری نے چمک چمک کر اعدائے دین کے خرمنِ ہستی کو جلا دیا۔ منقول ہے کہ اس کارزار میں سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنفسِ نفیس اکیس (۲۱) کافروں کو قتل کیا اور چار کو دوسروں سے مل کر واصلِ جہنم کیا۔ (نور الابصار ص۸۶، سیرت حلبیہ ص۴۳۶)

ے بے نظیر اُن کی شجاعت، بے مثال اُن کی سخا ہے زمانے کا یہ نعرہ، لا فتیٰ الا علی

غزوۂ اُحد میں اسلامی فوج کے تین علم تھے۔ کفار کے علمبردار

غزوۂ اُحد میں طلحہ بن ابی طلحہ نے مقابلہ کے لئے للکارا تو شیرِ خدا سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلے کے لئے سامنے آگئے۔ شیرِ یزداں شاہِ مرداں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر ایسا ہاتھ مارا کہ طلحہ فرشِ خاک پر تڑپنے لگا اور بدحواسی کے عالم میں برہنہ ہو گیا۔ آپ کو طلحہ کی بےبسی اور بدحواسی پر رحم آگیا اور زندہ چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے۔

جب مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احباب نے پوچھا کہ آپ نے طلحہ کا کام تمام کیوں نہ کیا۔ فرمایا کہ جب وہ گر پڑا اور برہنہ ہو گیا۔ اُس نے مجھے قسم دی کہ مجھے معاف کر دو مجھے شرم آئی کہ اب میں اس کا تعرض کروں، مگر میں جانتا ہوں کہ وہ عنقریب ہلاک ہو جائے گا۔ الغرض مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور کفار بھاگ گئے، لیکن پیچھے کے محافظ تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ مشرکین پیچھے سے یکایک مسلمانوں پر جو مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھے، ٹوٹ پڑے۔ اس ناگہانی حملہ سے مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی، اسلامی فوج چار جماعتوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک جماعت نے جنگ کی اور شہید ہو گئی۔ ایک جماعت میدان چھوڑ کر گھاٹیوں اور پہاڑیوں میں چھپ گئی، ایک جماعت واپس گھر آگئی اور ایک جماعت ثابت قدم رہی اور شہنشاہِ دوعالم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع رہی۔

یہ چودہ سو نفوسِ قدسیہ کی جماعت تھی، جن میں سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق، سیدنا حضرت عمر فاروق، سیدنا حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی تھے۔ جب کفار کی ایک جماعت مدنی چاند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوئی تو ذوالفقارِ حیدری چمکی۔ بعض کو واصلِ جہنم کیا اور دوسروں کو بھگا دیا۔ جب شاہِ مرداں شیرِ یزداں کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنی شجاعت وجوانمردی کا مظاہرہ کر رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) سیدنا علی المرتضیٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی شجاعت سے حضور کی مدد کی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّہٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ "یعنی ہم دونوں میں یگانگت و اتحاد ہے"
سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: وَاَنَا مِنْکُمَا "میں بھی تم دونوں میں سے ہوں"
اتنے میں غیب سے یہ آواز آئی: لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ وَلَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ
"علی کے سوا کوئی جوان نہیں، اور (علی کی) ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں"
القصہ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوانمردی اور شجاعت کا حق ادا کر دیا۔
(مدارج النبوۃ ص ۱۶۵، نور الابصار ص ۸۷، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۲۴، بخاری باب غزوۂ احد۔)

غزوۂ خندق میں ۵ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا، اس میں کفار خندق عبور کر کے حملہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چند سواروں نے حملہ کیا، سیدنا حیدر کرار علیہ السلام نے چند جاں بازوں کے ساتھ آگے بڑھ کر روکا۔ سواروں کے سردار عمرو بن عبدِ وُد نے تنہا مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ حضرت سیدنا مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنے آپ کو مقابلہ کے لئے پیش کیا۔ اس نے کہا کہ "میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا، کیونکہ تمہارے والد میرے دوست تھے" شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "لیکن میں تم کو قتل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ تم دشمنِ خدا ہو۔" وہ برہم ہو کر گھوڑے سے اتر پڑا اور مقابلہ میں آگیا اور مقابلہ ہوا۔ تھوڑی دیر تک شجاعانہ مقابلے کے بعد ذوالفقارِ حیدری نے اس کو جہنم واصل کر دیا۔ اس کا مقتول ہونا تھا کہ دوسرے سوار بھاگ کھڑے ہوئے۔ حدیث پاک میں ہے:

لَمُبَارَزَۃُ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ (نور الابصار ص ۹۷، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۴)

"مولا علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یوم خندق مقابلے میں لڑنا قیامت تک امت کے تمام عملوں سے افضل ہے۔"

غزوۂ خیبر میں ۷ھ میں اسلامی فوج نے خیبر پر چڑھائی کی۔ یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا فتح ہونا آسان نہ تھا۔ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلعہ خیبر کی تسخیر پر مامور ہوئے لیکن کامیابی نہ ہوئی، تو شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح و نصرت دے گا اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔"

صبح ہوئی تو ہر شخص خواہشمند تھا کہ کاش یہ شرف مجھے حاصل ہو! لیکن یہ دولتِ گرانی شیرِ خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مقرر ہو چکی تھی۔ صبح کو بڑے بڑے جاں نثار اپنے نام سننے کے لئے بے چین اور منتظر تھے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا نام لیا۔ یہ آواز غیر متوقع تھی، کیونکہ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آشوبِ چشم (آنکھ کا درد) میں مبتلا تھے، لیکن پھر بھی رحمۃ للعالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا جس سے بیماری کی شکایت جاتی رہی۔ اس کے بعد جھنڈا مرحمت فرمایا۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: "یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) کیا میں جنگ کر کے ان کو مسلمان بنا لوں؟" فرمایا: "نہیں! پہلے اسلام پیش کرو اور ان کو اسلام کے فرائض سے آگاہ کرو، کیونکہ اگر تمہاری کوشش سے ایک شخص بھی مسلمان ہو گیا، تو وہ تمہارے لئے بڑی سے بڑی نعمت سے بہتر ہے۔"

لیکن یہودیوں کی قسمت میں عزت کے بجائے ذلت و شکست لکھی ہوئی تھی، اس لئے انہوں نے تاجدارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور ان کا مشہور اور مغرور سردار مرحب بڑے جوش و خروش سے یہ رجز (شعر) پڑھتا ہوا نکلا:

۵ قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اِنِّيْ مَرْحَبٌ　　شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبٌ
اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

"تحقیق خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار ہوں، جبکہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے۔"

فاتح خیبر شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اس متکبرانہ رجز کا جواب اس طرح دیا؛

۵ اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ　　كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرِ

"میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے، جنگل کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراؤنا ہوں — میں دشمنوں کو نہایت تیزی سے قتل کرتا ہوں۔"

آپ کے سامنے مرحب آیا، پہلے اُس نے آپ پر وار کیا۔ آپ نے ڈھال پر رد کا۔ پھر حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نابکار پر اپنی تلوار کا وار کیا۔ مرحب نے آگے ڈھال کی۔ ذُوالفقارِ حیدری اس پر قہرِ خداوندی بن کر ایسی برسی کہ ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے اور خُود کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہوئی سر کو کاٹا اور حلق تک جا پہنچی اور پھر حلق سے گزری تو اس دشمن خدا کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ ایک ہی وار نے اسے جہنم واصل کر دیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے حضرت اشیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی مدد سے سات یہودی سرداروں کو قتل کیا اور باقی شکست کھا کر قلعہ کی طرف بھاگے۔ شیر خدا مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیچھے دوڑے۔ اسی اثنا میں کسی مخالف نے ہاتھ پر تلوار ماری جس سے آپ کی ڈھال زمین پر گر گئی اور ایک دوسرا یہودی ڈھال اٹھا کر بھاگ گیا۔ سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آ گیا اور اپنی رُوحانی طاقت سے ایک چھلانگ لگائی تو قلعہ کے دروازے پر پہنچ گئے اور قلعہ کے آہنی دروازے کو اکھاڑا اور اسے بطور ڈھال استعمال کیا۔ یہاں تک زور شور سے لڑے کہ قلعہ فتح ہو گیا۔

۵ شیر شمشیر زن، شاہِ خیبر شکن　　پرتوِ دستِ قُدرت پہ لاکھوں سلام
۵ مُرتضیٰ شیرِ حق، اشجع الاشجعین　　ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

سیدنا حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خیبر کے دروازے کو پکڑ کر ہلایا تو تمام قلعہ جنبش کرنے لگا جس کی وجہ سے صفیہ بنت حی بن اخطب شہزادی تخت سے گر پڑیں اور چہرہ زخمی ہو گیا۔ جنگ کے بعد سات بہادروں نے مل کر اس دروازے کو ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف پھیرنا چاہا، تو نہ پھیر سکے، پھر چالیس بہادروں نے زور آزمائی کی، مگر وہ بھی عاجز رہے اور دروازہ ہل بھی نہ سکا۔ جب فاتح خیبر مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قلعہ کو فتح کر کے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے، تو شہنشاہِ دو عالم رسُول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس خود خیمہ سے نکل کر آپ کا استقبال کیا اور بغلگیر ہوتے اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر ارشاد فرمایا: بَلَغَنِيْ ثَنَاءُكَ الْمَشْكُوْرُ وَصُنْعُكَ الْمَذْكُوْرُ قَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ وَرَضِيْتُ اَنَا عَنْكَ "مجھے تمہاری ثنا مشکور اور کام مذکور کی خبر پہنچی، اللہ تعالیٰ بھی تم سے راضی ہے اور میں بھی تجھ سے راضی ہوں۔" اس وقت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گریہ فرمایا اور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "رونا غم کا ہے یا خوشی کا؟" عرض کی "یارسُول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) یہ رونا خوشی کا ہے اور میں کیسے خوش نہ ہوں، جبکہ آپ مجھ پر راضی ہیں۔" فرمایا: "فقط میں ہی راضی نہیں، بلکہ خداوند قدوس، جبرائیل و میکائیل اور تمام فرشتے تم سے راضی ہیں۔"

(بخاری و مُسلم شریف، باب غزوۂ خیبر۔ مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۲۶)

مولائے کائنات (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا صدقہ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ دُنیاوی مال و دولت سے فارغ تھے اور ساری عمر غربت کی زندگی بسر کی مگر دل غنی تھا۔ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے خالی واپس نہ ہوا۔

Scanned with CamScanner

حتیٰ کہ قوت لایموت تک دے دیتے۔ بڑے ہی غریب پرور تھے۔ اور غریب ہو کر خیرات کرنا بہت بڑا نیک عمل اور کارِ خیر ہے۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ) اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ؟ قَالَ جُھْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ (مشکوٰۃ ص۱۷۱)

"یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، فقیر کی طاقت، اور شروع کر اس سے جس کی تو عیال داری کرتا ہے"

یعنی افضل صدقہ وہ ہے جو فقیر و غریب ہونے کے باوجود اپنی طاقت کے مطابق اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔ تو معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ افضل ہے۔

یہ معلوم ہوا کہ

- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم؛
- میدانِ بدر کے بہادر اور اللہ کے شیر ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میدانِ اُحد میں شمشیر زن ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میدانِ خندق میں لشکرِ کفار کو بھگانے والے ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فاتح خیبر ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خیبر شکن ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فاقہ مستی کے باوجود صدقہ کرنے والے ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے مثل سخاوت

عجب بات یہ ہے کہ سیدنا حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی سخاوت سے زندہ تو زندہ مُردے بھی فیضیاب ہوتے تھے

سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لائے تو فرمایا؛

هَلْ عَلٰی صَاحِبِکُمْ دَیْنٌ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ هَلْ تَرَکَ لَہٗ مِنْ وَفَاءٍ قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیَّ دَیْنُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ) فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ فَکَّ اللّٰہُ رِھَانَکَ مِنَ النَّارِ کَمَا فَکَکْتَ رِھَانَ اَخِیْکَ الْمُسْلِمِ (مشکوٰۃ ص۲۵۳)

"کیا تمہارے صاحب پر قرضہ ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہاں! فرمایا کہ اس کے لئے مال چھوڑ گیا ہے۔ عرض کی نہیں، فرمایا تو اپنے صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا؛ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔ پس سرکارِ ابد قرار شافع یوم شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آگے تشریف لائے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیری گردن دوزخ سے آزاد فرمائے، جیسا کہ تو نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن آزاد کرائی ہے۔"

دن رات سخاوت

ایک دن سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چار درہم تھے، اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ پھر بھی آپ نے ان چار درہموں کو خیرات کر دیا۔ ایک دن میں ایک پوشیدہ تو ایک کو ظاہر کیا، تو یہ آیت نازل ہوئی؛ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o (سورۃ بقرہ پ۳ آیت ۲۷۴)

"اور وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں، چھپے اور ظاہر، ان کے واسطے ان کا اجر ہے۔ ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو گا اور نہ کوئی غم۔"

تفسیر حسینی جلد اوّل صفحہ ۵۹ میں مذکور ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور

Scanned with CamScanner

تاجدارِ دو عالم شفیعِ معظّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سیدنا علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پوچھا کہ "تم نے اس طرح خیرات کرنے کا طریقہ کیوں اختیار کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ خیرات کی یہی چار صورتیں تھیں۔ میں نے چاروں کو اختیار کیا کہ شاید کوئی صورت بارگاہِ الٰہی میں منظور ہو جائے۔ بعض مفسّرین نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جبکہ انہوں نے چالیس ہزار دینار خیرات کئے۔ دس ہزار رات میں دس ہزار دن میں، دس ہزار پوشیدہ، دس ہزار ظاہر۔

السّلام اے فخرِ ناداری و نازِ مفلسی ۔۔۔ السّلام اے فقر را سرمایۂ کامل نصاب

حالتِ نماز میں سخاوت

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں، ایک روز میں نے مدنی چاند سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ نمازِ ظہر ادا کی۔ اس وقت ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا۔ کسی نے ان کے سوال پر غور نہ کیا۔ سائل نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہا، "خدایا! میں نے تیرے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مسجد شریف میں ایک سوال کیا، لیکن کسی نے میری طرف توجہ نہیں کی۔ اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نماز میں مشغول تھے۔ اور حالتِ رکوع میں تھے۔ اس وقت اشارہ فرمایا کہ میری انگلی سے انگوٹھی اتار لے۔ سائل نے انگوٹھی اتار لی۔ محبوبِ ربّ العالمین خاتم المرسلین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ واقعہ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنا چہرۂ اقدس کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا، الٰہی! میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے تجھ سے یہ سوال کیا:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۝ (پ۱۶ آیت ۲۵ تا ۳۲)

"اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرا کام آسان کر دے

اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے، وہ کون؟ میرا بھائی ہارون (علیہ السّلام) اس سے میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر"۔ تو تیری ذاتِ پاک نے ان پر یہ آیت نازل فرمائی:

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۔ (

) "ہم ابھی تیرا بازو تیرے بھائی سے مضبوط کرتے ہیں، تم دونوں کو غلبہ دیں گے۔ پس وہ تمہاری طرف نہ پہنچ سکیں گے۔"

"مولا کریم! میں تیرا محبوب ہوں اور میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان فرما دے اور میرے اہل سے وزیر بنا دے، اس سے میری پشت کو مضبوط فرما۔" ابھی دعا جاری تھی کہ سیدنا حضرت جبرائیل علیہ السّلام یہ آیتِ مبارکہ لے کر نازل ہوئے۔ (نور الابصار ص۷۸)

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ (پ۶ المائدہ آیت ۵۵)

"تمہارے دوست نہیں، مگر اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوتے ہیں۔"

تفسیرِ خازن، مدارک، تفسیرِ حسینی اور تفسیرِ نسفی میں بھی مذکور ہے کہ یہ آیتِ کریمہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی، جبکہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری بطورِ صدقہ دی تھی۔ انگشتری ڈھیلی تھی، بغیر عملِ کثیر کے نکل گئی، اور نماز میں فرق نہ آیا۔ (نور الابصار ص۷۷)

فاقہ کشی میں سخاوت

تفاسیر میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار پڑ گئے۔ امام المرسلین رحمۃ للعالمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کے ساتھ عیادت کے لئے تشریف لائے۔ ایک شخص نے مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں عرض کیا کہ تمہارے شہزادوں کی مرض سخت خطرناک ہے، کوئی نذر مان لیجئے تو آپ علیہ السلام نے تین دن روزہ رکھنے کی نذر مان لی اور سیدہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے بھی یہی نذر مانی اور ان کی کنیز فضہ نامی نے بھی یہی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دونوں شہزادوں کو صحت یاب کر دیا۔ تینوں حضرات نے نذر پوری کرنے کے لئے روزے رکھنے شروع کئے۔ گھر میں کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم شمعون نامی یہودی غلہ فروش کے پاس تشریف لے گئے، وہاں سے بارہ سیر جو بطور قرض گھر میں لائے۔ سیدہ حضرت خاتون جنت سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے چار سیر جو چکی میں پیسے اور کنیز نے اس آٹے سے پانچ روٹیاں پکائیں۔ جب افطاری کا وقت آیا تو آپ کے سامنے پانچ روٹیاں رکھی گئیں۔ کھانے کے لئے ابھی بیٹھے ہی تھے کہ اچانک دروازے پر ایک مسکین نے صدا دی السلام علیکم! یا اہل بیت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں ایک مسلمان مسکین ہوں، ہم پانچ افراد بھوکے ہیں، کچھ کھانے کو دو، خدائے قدوس تمہیں جنت سے کھانا عنایت فرمائے گا۔" مولائے کائنات شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پانچوں روٹیاں اٹھا کر اس مسکین کے حوالے کر دیں اور سب نے پانی پی کر روزہ افطار کیا اور بھوکے ہی رات بسر کی۔ دوسرے دن پھر روزہ رکھ لیا۔ شام کے وقت پھر پانچ روٹیاں پکائیں۔ افطاری کے وقت ایک یتیم نے کھانا طلب کیا، آپ نے پانچوں روٹیاں اس یتیم کو دے دیں اور خود پانی پی کر رات گزاری۔ تیسرے روز پھر روزہ رکھا۔ شام کے وقت کھانا تیار ہوا، ابھی کھانے ہی لگے تھے کہ ایک قیدی نے کھانے کا سوال کیا۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا اٹھا کر قیدی کو دے دیا اور خود بھوکے رہ کر رات گزاری۔ جب چوتھا دن ہوا تو متواتر کھانا نہ کھانے کی وجہ سے ضعف و کمزوری لاحق ہوئی، چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ اس روز رحمۃ للعالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اپنے شہزادوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے تو ان کی حالت ملاحظہ فرما کر بے چین ہو گئے۔ پوچھا، میری لخت جگر خاتون جنت سلام اللہ تعالیٰ علیہا کہاں ہیں؟ مولائے کائنات سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! وہ محراب میں نماز پڑھ رہی ہیں۔ جب سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھیں اتری ہوئی ہیں اور پیٹ پشت سے لگا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت مبارک لے کر نازل ہوئے:-

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝
إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝

(پ ۲۹، سورۃ الدھر آیت ۸،۹)

"اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور اسیر کو، ان سے کہتے ہیں کہ ہم خاص طور پر تمہیں اللہ تعالیٰ کے لئے دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔"

(نور الابصار ص۸۲) ۔ **معلوم ہوا کہ:**

- حالت نماز میں سخاوت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
- دن کی روشنی میں سخاوت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
- رات کے اندھیرے میں سخاوت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
- ظاہر میں سخاوت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
- باطن میں سخاوت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
- فاقہ کشی میں سخاوت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
- حالت روزہ میں سخاوت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

Scanned with CamScanner

○ اپنوں میں سخاوتِ علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

○ غیروں میں سخاوتِ علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سے علی نوں تاجدارِ کل اتی، مشکل کشا آکھاں
امام الاولیاء آکھاں، محمدؐ دی ضیاء آکھاں

شہادتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خبر

مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ ایک روز مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بارے میں ارشاد فرمایا: اَشْقَی النَّاسِ رَجُلَانِ۔ وہ دو شخص سخت بدبخت ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "تم جانتے ہو کہ ان دو بختوں میں سے پہلا بدبخت کون ہے؟" عرض کی: "یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) وہ جس نے ناقہ صالح علیہ السلام کے پیر کاٹے تھے۔" فرمایا "تم نے سچ کہا ہے۔" پھر فرمایا: "دوسرے بدبخت کو بھی جانتے ہو؟" عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔" فرمایا "وہ ازلی بدبخت وہ ہے جو تم کو شہید کرے گا۔" (تاریخ الخلفاء ۱۳۳)

سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے۔ آپ کی بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوا تو اُس وقت سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپ کے پاس تشریف فرما تھے۔ اتنے میں امام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی "یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) ہمیں تو حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیماری خطرناک معلوم ہوتی ہے۔" فرمایا: کوئی خوف و خطر کی بات نہیں ہے۔ وہ اس بیماری سے ہرگز نہ مریں گے بلکہ وہ شہید ہو کر انتقال کریں گے۔" مولائے کائنات علیہ السلام کو مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس خبرِ صادق پر پورا پورا یقین تھا اور آپ یقینی طور پر جانتے تھے کہ میں شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوں گا۔ چنانچہ آپ نے کئی دفعہ اپنی شہادت کی خبر سنائی۔ (نور الابصار ص ۱۱۸)

ابوالاسود الدؤلی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار پڑ گئے۔ میں عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ عرض کیا، امیر المومنین! ہم لوگوں کو آپ کی بیماری کا خطرہ ہے فرمایا: بخدا مجھے اس بیماری سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں نے شاہِ عرب و عجم، فخر بنی آدم، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "تجھے اس جگہ تلوار ماری جائے گی، اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور یہاں سے خون بہے گا" جس سے داڑھی رنگ دار ہو جائے گی۔

ایک دفعہ آپ کوفہ کی مسجد میں منبر پر تشریف فرما تھے تو کسی نے اس آیت کے بارے میں پوچھا

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (پ ۲۱ آیت ۲۳، الاحزاب)

"مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا، جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔"

فرمایا: یہ آیت پاک میرے اور چچا حمزہ اور چچا زاد بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوم اُحد شہید ہو کر کامیاب ہو گئے اور سیدنا حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر کے دن مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے، اور میں اُس بدبخت کا انتظار کر رہا ہوں جو کہ میری داڑھی اور سر کو خون سے رنگدار کر دے گا" کیونکہ اس کا وعدہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۳۴)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا مشورہ

آپ علیہ السلام کے خلاف خارجیوں نے مکہ معظمہ میں بیٹھ کر سازش تیار کی۔

تین آدمیوں نے کہا کہ ہم پوری تاریخ اسلام بدل دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے بدل دی۔ عمرو بن تمیمی نے کہا کہ میں حاکم مصر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں گا۔ برک بن عبداللہ صیمی نے کہا کہ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں گا۔ عبدالرحمٰن بن

ملجم مُرادی نے کہا "میں امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کو قتل کر دوں گا"۔ ان ہولناک مہموں کے لیے ۱۷ رمضان المبارک کی تاریخ مقرر کی گئی۔ پہلے دو شخص اپنی مہم میں ناکام رہے لیکن عبدالرحمٰن بن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسبِ ذیل ہے، مکہ مکرمہ سے چل کر عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ پہنچا، خوارج کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ عبدالرحمٰن بن ملجم کا ان کے ہاں آنا جانا تھا۔ ایک روز قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ ان ہی میں سے ایک حسینہ و جمیلہ عورت قطام بنت الاصبع بھی تھی۔ عبدالرحمٰن بن ملجم اسے دیکھ کر اس پر عاشق ہو گیا اور نکاح کی خواہش ظاہر کی، مگر اس سنگدل نازنین نے کہا کہ میرے نکاح کی شرط یہ ہے کہ مہر میں جو کچھ طلب کروں، وہ ادا کرو۔ ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا حق مہر یہ بتایا کہ تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے کہا مجھے منظور ہے۔ (مناظرات ج ، ص۳، نور الابصار ص۱۰۴)

قاتل کا علم

مولائے کائنات سید السادات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو چونکہ علم تھا کہ میں شہید ہوں، انہیں وقت کا علم تھا اور قاتل کو بھی جانتے، اس لیے جب کبھی اپنے ساتھیوں پر خفا ہوتے تو فرماتے: "سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کونسی چیز روک رہی ہے؟" آپ کے بعض احباب کو بھی اس سازش کا پتہ چل گیا تھا اور یہ بھی واضح ہو گیا تھا کہ کون شخص سازش میں ملوث ہے۔ اشعث نے ایک روز ابن ملجم کو تلوار تیار کرتے دیکھا اور اُس سے کہا کہ "ذرا اپنی تلوار تو دکھاؤ" اُس نے تلوار دکھائی تو وہ بالکل نئی تھی۔ پوچھا کہ "تلوار تیز کرنے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ یہ زمانہ جنگ کرنے کا تو نہیں ہے؟" ابن ملجم نے کہا کہ "میں گاؤں کے اونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں"۔ اشعث سہم گئے اور اپنے خچر پر سوار ہو کر امیر المومنین علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ "آپ ابن ملجم کی حرکات سے بخوبی واقف ہیں"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "لیکن ابھی تک اُس نے مجھے قتل نہیں کیا ہے؟" ایک دن آپ اپنے دوستوں میں وعظ فرما رہے تھے اور

ابن ملجم منبر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ کسی نے سُنا کہ وہ کہہ رہا تھا "خدا تعالیٰ کی قسم! میں تجھ سے لوگوں کو راحت دلاؤں گا"۔ جب امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ ابن ملجم کے گلے میں کپڑا ڈالے کھینچے لا رہے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا اور لوگوں نے جو بات سُنی تھی، عرض کر دی۔ فرمایا: "اس نے ابھی مجھے قتل نہیں کیا، اس کو چھوڑ دو"۔ ابن ملجم لعین کا ارادہ قتل اس قدر شہرت حاصل کر چکا تھا کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی بارہا عمرو بن معدی کرب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

أُرِيدُ حَيَاتَهُ وَيُرِيدُ قَتْلِي ... عَذِيرُكَ مِنْ خَلِيلِكَ مِنْ مُرَادِ

ترجمہ:

ابن ملجم برابر اپنی برأت کا اظہار کرتا، لیکن ایک روز جھنجھلا کر کہنے لگا "جو ہونا ہے وہ ہو کر رہتا ہے"۔ لوگوں نے کہا "امیر المومنین! کیا آپ اسے پہچان گئے ہیں اور اس کے ارادہ سے واقف ہو گئے ہیں، تو پھر اسے قتل کیوں نہیں کرتے؟" فرمایا: "میں اپنے قاتل کو کیسے قتل کر سکتا ہوں"۔ (کامل للمبرد ص۲۹، صواعق محرقہ ص۱۳۵)

شہادت کی صبح

اقدام قتل جمعۃ المبارک کے روز نماز فجر کے وقت ہوا۔ ابن ملجم نے کوفہ میں شبیب نامی ایک خارجی کو اپنا شریک کار بنا لیا تھا۔ صبح سویرے دونوں چل کر اس دروازہ کے مقابل بیٹھ گئے جہاں سے امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے جاتے تھے۔ اس رات حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو نیند نہیں آئی بار بار مکان کے باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نظر کر کے فرماتے کہ خدا تعالیٰ کی قسم مجھے کوئی جھوٹی خبر نہیں دی گئی۔ یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ شہادت دیا گیا ہے۔ سحری کے وقت سیدنا امام حسن علیہ السلام کو فرمایا: خواب میں میں اپنے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، تو میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میں نے آپ کی اُمت سے کوئی اچھائی اور نیکی نہیں دیکھی؟" فرمایا "ان کے لیے دُعا کیجیے"۔ اس پر میں نے یہ دُعا کی: "خدایا! مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما اور انہیں بدتر ساتھی دے"۔ سیدنا امام حسن

علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت مؤذن بھی حاضر ہو کر پکارنے لگا: اَلصَّلٰوۃ اَلصَّلٰوۃ، تو آپ اُٹھے۔ ابن النباح آپ کے آگے تھا اور میں آپ کے پیچھے تھا۔ دروازے سے نکل کر فرمایا: اَلصَّلٰوۃ اَلصَّلٰوۃ۔ ہر روز آپ کا یہی معمول تھا کہ لوگوں کو مسجد میں آنے کے لئے جگایا کرتے تھے

شہادت

ایک روایت میں ہے کہ مؤذن کے پکارنے پر آپ نہیں اُٹھے لیٹے رہے۔ مؤذن دوبارہ آیا، مگر آپ نہ اٹھے۔ جب تیسری مرتبہ مؤذن آیا، تو آپ ایک شعر پڑھتے ہوئے مسجد کو روانہ ہوئے؛ جس کا ترجمہ اور مفہوم کچھ اس طرح ہے:-

ترجمہ: "موت کے لئے کمر کس، کیوں کہ موت تجھ سے ملاقات کرنے والی ہے۔"

آپ جوں ہی آگے بڑھے، تو دو تلواریں چمکتی ہوئی نظر آئیں اور ایک آواز بلند ہوئی:- "حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے نہ کہ اے علی (علیہ السلام) تیری۔" شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی، لیکن ابن ملجم کی تلوار آپ کی مقدس پیشانی پر پڑی اور دماغ میں اُتر گئی۔ زخم کھاتے ہی آپ کی زبانِ مبارک سے بے ساختہ نکلا: فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ "ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔" ساتھ ہی فرمایا "قاتل جانے نہ پائے۔" لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ شبیب تو نکل گیا۔ ابن ملجم نے تلوار گھمانا شروع کر دی اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے لیکن مغیرہ بن نوفل جو اپنے وقت کے پہلوان تھے دوڑے اور بھاری کپڑا اس پر ڈال دیا اور زمین پر دے مارا۔ (ذخائر العقبیٰ صـ۱۱۴، احیاء العلوم صـ۲۲، الکامل صـ۲۹، نور الابصار صـ۱۰۵، صواعق محرقہ صـ۱۲۷)

قاتل کے لئے ہدایت

سیدنا حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ "یہ قاتل قیدی ہے، اس کی خاطر تواضع کرنا، اچھا کھانا کھلانا۔ اگر میں زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعویدار میں ہوں گا۔ قصاص لوں گا یا معاف کر دوں گا۔ اگر میں رحلت کر جاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا، ربّ العالمین کے حضور اس سے میں جواب طلب کروں گا۔"

وصیت

پھر اپنے دونوں شہزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُلا کر ارشاد فرمایا: میں تم دونوں کو خوفِ خُدا کی وصیت کرتا ہوں اور اس دنیا کا پیچھا نہ کرنا، اگرچہ وہ تمہارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دُور ہو جائے اس پر نہ کُڑھنا۔ ہمیشہ حق بات کہنا۔ یتیم پر رحم کرنا۔ بے کس کی مدد کرنا۔ آخرت کے لئے عمل کرنا۔ ظالم کا دشمن بننا اور مظلوم کا حامی۔ کتاب اللہ پر چلنا۔ خدا تعالیٰ کے بارے میں مُلامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا "جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کے لئے کی، تو نے سُن لی؟" انہوں نے عرض کی جی ہاں! فرمایا "میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا اور ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر ان کی رائے کے کوئی کام نہ کرنا۔" پھر سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ "میں تمہیں تمہارے اس بھائی کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ تمہارا بھائی ہے اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ ان سے محبت کرتا ہے۔" اس کے بعد کوئی کلام نہیں فرمائی، صرف کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پڑھا اور اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک ۶۳ یا ۶۵ سال تھی۔

ولی ہو، غوث ہو، قطبِ جہاں ہو — ہر اک کے پیشوا مولا علی ہیں
تمامی اولیاء، اُن کے سوالی — کہ جانِ اولیاء مولا علی ہیں

اللہ رب العزت جلّ شانہٗ کی بارگاہ بیکس پناہ میں دُعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ سب حضرات کو سید الاولیاء شیرِ خدا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی عقیدت و محبت عطا فرمائے اور اُن کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین! وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

قرآنِ کریم کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَاَنْزَلَ
لَہُ الْقُرْاٰنَ وَجَعَلَہٗ مَوْعِظَۃً وَّشِفَآءً وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً
لِذَوِی الْاِیْمَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْخَلَائِقِ
مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ
اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ - اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ (سورۂ علق، آیت ۱)

"پڑھو اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا۔"

جب حضور نبی اکرم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے چالیس سال پورے ہوگئے، تو ماہِ ربیع الاول میں آثارِ نبوت کا ظہور خوابوں کی صورت میں شروع ہوگیا۔ رات کو آپ جو خواب دیکھتے، دن کو ہوبہو وہی سامنے آجاتا۔ کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر حضور نبی اکرم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل میں خلوت گزینی کا شوق پیدا ہوا، تو مکے سے چند میل کی مسافت پر ایک غار ہے جسے غارِ حرا کہتے ہیں جس کا راستہ بڑا کٹھن اور دشوار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس غار میں تشریف لے جاتے۔ چند روز وہاں قیام پذیر ہوکر عبادت میں مصروف ہوجاتے۔ پھر آپ گھر تشریف لے آتے اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور مصروفِ عبادت ہوجاتے۔ بہت عرصہ تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ ایک رات اس غار میں تشریف فرما تھے کہ

جبریلِ امین علیہ السلام آئے اور کہا:۔ اِقْرَاْ (آپ پڑھیے) آپ نے ارشاد فرمایا:۔ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ۔ (میں پڑھنے والا نہیں!) جبریل علیہ السلام نے آپ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے بھینچا اور کہا: اِقْرَاْ۔ (پڑھیئے) آپ نے وہی جواب دیا جو پہلے دے چکے تھے۔ اب جبریل علیہ السلام نے تیسری بار کہا:۔ اِقْرَاْ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ تو جبریل علیہ السلام نے سینے سے لگا کر خوب بھینچا اور اِقْرَاْ تا مَا لَمْ یَعْلَمْ پانچ آیتیں پڑھ دیں، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانچوں آیتیں تلاوت فرمائیں۔ اس ناگہانی واقعہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر خوف طاری ہوگیا۔ گھر واپس لوٹے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ "مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔" پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو تسلی دیتے ہوئے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل انجیل کو عبرانی سے عربی میں لکھا کرتا تھا، عیسائیوں کا بہت بڑا راہب تھا اور اب بوڑھا ہوچکا تھا۔ بینائی کمزور ہوچکی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا "اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا "بتائیں آپ نے کیا دیکھا ہے؟" سارا واقعہ گوش گزار کیا۔ ورقہ نے سارا ماجرا سن کر کہا، آپ پر وحی لانے والا فرشتہ نازل ہوا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔ کاش میں اس وقت طاقتور ہوتا۔ کاش میں اس وقت طاقتور ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب قوم آپ کو جلا وطن کرے گی۔ حضور نبی اکرم رسولِ محترم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے استفسار فرمایا" کیا قوم مجھے یہاں سے نکال دے گی؟" ورقہ بن نوفل نے کہا: "بے شک جو شخص اس چیز کو لے کر آیا ہے جسے آپ لے کر آئے ہیں، اسے اذیت اور تکالیف ضرور دی گئیں۔ اس وقت تک اگر میں زندہ رہا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔

پھر ورقہ بن نوفل کا جلد ہی انتقال ہوگیا۔ اس طرح نزولِ قرآن ہوا۔

Scanned with CamScanner

قرآنِ مقدس کا یہ اعجاز ہے کہ اپنی تاریخ خود ہی قرآنِ کریم بتاتا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (سورۃ القدر، آیت: ۱)

"ہم نے (قرآن کریم) لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔"

لیلۃ القدر کے بارے میں تفصیلاً ذکر آچکا ہے کہ رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر ہے۔ اور جس لیلۃ القدر کو نزولِ قرآن ہوا، اس سے اگلا دن سوموار کا تھا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ سوموار کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟" تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِیْهِ وُلِدْتُ ۔ وَ فِیْهِ اُنْزِلَ عَلَیَّ ۔ (مسلم شریف)

"میں پیر کو پیدا ہوا، اور پیر ہی کو مجھ پر قرآن نازل ہوا۔"

تو معلوم ہوا کہ جب قرآنِ پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ اول پر نازل ہوا، وہ رات لیلۃ القدر کی رات تھی — وہ رات پیر کی رات تھی۔ پھر آیت آیت، بتدریج چند آیات یا پوری سورت حسبِ ضرورت کبھی حرا میں — کبھی مکہ میں۔ کبھی صحرا میں — کبھی گھر میں — کبھی غزوہ میں — کبھی مدینہ طیبہ میں — وقتاً فوقتاً تقریباً تیئیس ۲۳ سال تک نازل ہوتا رہا۔

ایہہ فرقان خزانہ رب دا پاک نبی تے آیا
ہر پروانے مہر خدا دی حاکم حکم لگایا
بھیجی کتاب نبی سرور نوں خاطر اُمت ساری
حکم احکام سناؤ سارے میری تابعداری

برادرانِ گرامی! اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیا و رسولانِ گرامی روانہ فرمائے اور اُن انبیاء و رُسل کی صداقت کے لئے انہیں معجزات

عطا فرمائے، اور اِن معجزات کے ذریعے ان کی قوم کو راہِ ہدایت عطا فرمائی اور اپنے محبوب مکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سراپا معجزہ بنا کر روانہ فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک معجزہ — دہن مبارک معجزہ — زبان مبارک معجزہ — لعاب مبارک معجزہ — دندانِ مبارک معجزہ — چشمِ مازاغ معجزہ — زُلفِ دوتا معجزہ — دستِ مبارک معجزہ — قدم مبارک معجزہ —

غرضیکہ آپ کے بے شمار معجزے ہیں، جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں، مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دین چونکہ قیامت تک جاری و ساری ہے، اس لئے ایک ایسے معجزے کی ضرورت تھی، جو ہر قرن، ہر صدی، ہر دور، ہر گھڑی اور ہر زمانہ معجزہ بن سکے۔ اس معجزے کا نام قرآنِ عظیم ہے۔ جو قیامت تک ضیاء پاشیاں کرتا رہے گا۔

- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، قرآن پاک زندہ معجزہ ہے
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر دور کے حاکم ہیں، قرآن پاک ہر دور کا زندہ معجزہ ہے۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت تک کے حاکم ہیں، قرآن پاک کا قیامت تک قانون ہے۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکومت قیامت تک ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت بھی قیامت تک ہے۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان حدیث ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان قرآن ہے۔
- قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کلام ہے۔

امر جلیلوں، حکم خلیلوں، سرور کارن آیا
اس قرآنے حکم یگانے، واہ واہ ادب سکھایا!

قرآن پاک کا معجزہ

حضور نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب قوم پر اپنی صداقت و حقانیت پر بطورِ دلیل پیش کیا تو قوم نے کلامِ الٰہی کی تصدیق کی بجائے کہہ دیا: اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ

ترجمہ: "یہ تو نہیں، مگر وہی اگلی داستانیں۔" (سورۃ المومنون پ ۱۸، آیت ۸۳)

اور یہ کہہ کر قرآنِ مقدس کو جھٹلایا کہ قرآن تو پہلوں کے قصے ہیں۔ خالقِ ارض و سماء پروردگارِ عالم جلّ شانہٗ نے ارشاد فرمایا: قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝

(پ ۱۲ - سورۃ ھود، آیت ۱۳)

"تو فرمادو کہ اس کی مثل دس سورتیں بنا کر لاؤ اور جن کی طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا بلالو اگر تم سچے ہو۔"

جب کافر دس سورتوں کے لانے پر عاجز رہے اور نہ لاسکے تو چیلنج فرمایا:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ۔

(پ ۱۱ - سورۃ یونس، آیت ۳۸)

(کفار) "یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن خود گھڑ لیا ہے اے محبوب! (صلّی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم) تم فرمادو کہ اس کی مثل ایک چھوٹی سی سورت بنا کر پیش کرو۔"

مگر عرب کے فصحاء دب گئے، شعراء حیرت زدہ رہ گئے اور کوئی بھی آواز نہ اٹھا سکا، سبھی لرزہ براندام ہو کر آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کی مثل سورۃ پیش نہیں کرسکتا، تو بارگاہِ لم یزل سے ارشاد ہوا:

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ (پ ۱، سورۃ بقرہ، آیت ۲۳)

"اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے اس (خاص) بندے پر اتارا، تو اس جیسی ایک سورۃ تو لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے سب حمایتوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔"

اس بار بار کے چیلنج کو قبول کرنے کے لئے کوئی کافر تیار نہ ہوا، سب کی گردنیں سرنگوں ہوگئیں، تو اللہ ربّ العزت جلّ شانہٗ نے ارشاد فرمایا: "اے محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم!

ان فصاحت و بلاغت کے دعوے کرنے والوں کو میرا کلام سنا دو۔"

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝

(پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۸۸)

"اے محبوب! (صلّی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم) فرمادو اگر جن و انس اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لائیں، تو اس کی مثل نہ لاسکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔"

براہِ راست گواہی: یہ دور شاعری کا دور تھا، فصاحت و بلاغت کا دور تھا۔ عرب کے فصحاء اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز کرتے تھے۔ ہر وقت ایک دوسرے کے چیلنج کے لئے تیار رہتے تھے، مگر قرآن کریم کی آیات بیّنات کو دیکھ کر مبہوت ہوگئے، حواس گم ہوگئے آخر کار سر جوڑ کر آپس میں یہ فیصلہ کر لیا کہ ہم میں سے اتنا فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتا۔

لبید بن ربیعہ ملک الشعراء (شاعروں کا بادشاہ) کہلاتے تھے۔ یہ اُن سات شاعروں میں سے ایک تھے، جن کی فصاحت نے دنیائے عرب کو دبا رکھا تھا، اور اُن کے قصائد بیت اللہ شریف پر لٹکے ہوئے تھے۔ اُن کے قصائد کو سنہری حروف سے لکھ کر لٹکا دیا جاتا تھا — آج حضور نبی اکرم سیّدِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حکم کے مطابق جب آیاتِ ربّانی کی چند آیاتِ مبارکہ کو لکھ کر بیت اللہ کی دیوار سے لٹکا دیا گیا اور لبید بن ربیعہ نے ان آیاتِ مقدسہ کو پڑھا تو کہنے لگے:

مَا هٰذَا كَلَامُ الْبَشَرِ "یہ کسی انسان کا کلام نہیں"

یعنی اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا، تو میں ضرور مقابلہ کرتا، مگر اس کلام کی نہ مثل ہے، نہ یہ کلامِ انسانی ہے، نہ کسی کی یہاں تک رسائی ہے۔ عقل اور دماغ کے دریچے کھل گئے۔ قسمت نے ساتھ دیا۔ لہٰذا اپنی عقل کی فصاحت کو قربان کرتے ہوئے درِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچے اور اسلام و ایمان کی دولت سے مالا مال

ہوکر عشقِ رسول (علیہ السلام) میں ایسا سرشار ہوئے کہ پھر زندگی بھر ایک شعر بھی نہ کہا۔

امامِ اہلِ سنّت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ یوں ترجمانی فرماتے ہیں:

شعر
تیرے آگے یُوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے مُنہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

شعر
مَیں نثار تیرے کلام پر، ملی یُوں تو کِس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو، وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

○ قرآنِ مُقدّس میں فصاحت ہے ○ قرآنِ مُقدّس میں بلاغت ہے۔
○ قرآنِ مُقدّس نے عرب کی فصاحت و بلاغت کو جھکا دیا۔
○ قرآنِ مُقدّس کی مثل کوئی آج تک سُورت نہ بنا سکا۔
○ قرآنِ مقدّس کی مثل کوئی آج تک آیت نہ لا سکا۔
○ قرآنِ حکیم کی فصاحت پر لبید بن ربیعہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی شاعری کو قربان کر دیا

شعر
نیک دلاں نوں جان ہدایت جلدی اثر کریندی
بُریاں تاہیں لکھ نصیحت ہرگز دخل نہ دیندی

جب عرب کے فصحاء، شعراء مل کر بھی قرآن کا جواب نہ دے سکے تو کفار کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اب انہوں نے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔

مسلمانوں کے ساتھ دست و گریباں ہونے لگے ۔۔۔ مسلمانوں کو ہنسی مذاق کا نشانہ بنانے لگے ۔۔۔ مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانے لگے ۔۔۔ مسلمانوں کو ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنانے لگے ۔۔۔ قرآن پاک کو جادُو کہنے لگے ۔۔۔ غرضیکہ ہر بے ادبی کی مگر آج تک کوئی شخص قرآنِ مُقدّس کی مثل نہ لا سکا۔

اب یہ لوگ شمشیر زنی پر اُتر آئے، مگر قرآن کریم کی عظمت کا یہ چیلنج آج بھی موجود ہے اور قیامت تک کوئی اس کا جواب نہ دے سکے گا۔

قرآن کی وجہ تسمیہ

برادرانِ اسلام! قرآن پاک کے فضائل و برکات کا ذکر کرنے سے قبل اس بات کا جاننا ضروری ہے ۔۔ کہ قرآن کے معنی کیا ہیں، اور جب قرآن کے معنی سمجھ میں آگئے تو مفہوم واضح ہو جائے گا، اس لئے ہر کتاب کا نام اس کے مفہوم کو واضح کر دیتا ہے مثلاً "کنز الخطیب" خطیبوں کا خزانہ بلکہ دُنیا کی کسی چیز کا نام لیتے ہی اس کا تصوّر اس کے مفہوم تک پہنچ جاتا ہے، اس لئے قرآن کا معنیٰ جاننا ضروری ہے۔ قرآن کے دو مادے ہیں ۔ یا تو یہ (۱) قَرءٌ سے بنا ہے، جس کے معنیٰ ہیں جمع ہونا۔ تو قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اوّلین و آخرین کے علوم جمع ہیں اور دُنیا کا کوئی علم ایسا نہیں، جو قرآن کریم میں نہ ہو۔

○ عُلومِ انبیاء قرآن میں ○ عُلومِ فرشتگان قرآن میں
○ عُلومِ عرش قرآن میں ○ عُلومِ فرش قرآن میں
○ عُلومِ لوح قرآن میں ○ عُلومِ جنّت قرآن میں
○ عُلومِ توریت قرآن میں ○ عُلومِ زبور قرآن میں
○ عُلومِ انجیل قرآن میں ○ عُلومِ صحائف قرآن میں
○ عُلومِ دینی قرآن میں ○ عُلومِ دُنیاوی قرآن میں
○ عُلومِ برزخ قرآن میں ○ عُلومِ حشر قرآن میں
○ عُلومِ ظاہر قرآن میں ○ عُلومِ باطن قرآن میں
○ عُلومِ حیات قرآن میں ○ عُلومِ ممات قرآن میں
○ عُلومِ ولایت قرآن میں ○ عُلومِ تصوّف قرآن میں

بلکہ یُوں کہیے کہ تمام علوم قرآنِ عظیم میں ہیں، اس لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَنَزَّلۡنَا اِلَیۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ۔ (سورۃ النحل، آیت ۸۹)

"اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔"

Scanned with CamScanner

یا یُوں کہیے کہ قرآن نے تمام بکھرے ہوؤں کو جمع کرنے والا ہے۔

○ عربیوں کا طعام، کلام اور لباس اور ہے!

○ ہندوؤں کا طعام، کلام اور لباس اور ہے!

○ سندھیوں کا طعام، کلام اور لباس اور ہے!

○ افغانیوں کا طعام، کلام اور لباس اور ہے!

○ پنجابیوں کا طعام، کلام اور لباس اور ہے!

اِن سب کا لباس الگ الگ، زبان الگ الگ، طعام الگ الگ، نسل الگ الگ، شکل الگ الگ، چال ڈھال الگ الگ، تہذیب و تمدن الگ الگ،

اِن تمام بکھرے ہوئے بندوں کو قرآن نے جمع کیا اور ارشاد فرمایا،

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۵ (سورۃ الحج، آیت ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مُسلمان رکھا ہے۔

حضراتِ محترم! آپ نے مُلاحظہ فرمایا ہوگا کہ شہد کی مکھیاں، پھُولوں کا رس چُوسنے کے لئے بکھر جاتی ہیں ـــ کوئی چنبیلی کا رس چوستی ہے ـــ کوئی سُورج مکھی کا رس چُوستی ہے ـــ کوئی گلاب کا رس چوستی ہے ـــ کوئی رات کی رانی کا رس چوستی ہے ـــ کسی کا رس کڑوا ـــ کسی کا رس میٹھا ـــ کسی کا رس پھیکا ـــ پھر تمام مکھیاں درُود و سَلام پڑھتے پڑھتے بھنبھناتی ہوئی اپنے شہد کے چھتے تک پہنچ جاتی ہیں اور جب ایک چھتے میں جمع ہو جاتی ہیں تو ان سے جمع ہونے والا رس نہ کڑوا، نہ پھیکا اور نہ کھٹا ہوتا ہے، بلکہ شہد کہلاتا ہے۔ اِسی طرح مختلف زبانوں، رنگوں، نسلوں کے لوگ جب قرآن پر ایمان لاتے ہیں، تو انہیں مُسلمان کہا جاتا ہے، اور اب رنگ و نسل کی تمیز، ایک قرآن پر جمع ہونے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے اور شہد کی مانند یہ سب مسلمان کہلاتے ہیں ـــ تو معلوم ہوا کہ قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سارے علوم

کا مجموعہ ہے اور تمام لوگوں کو جمع کر کے مسلمان بنا دیتا ہے۔

(۲) یا یہ لفظ قِرَاءَۃٌ سے مُشتق ہے جس کے معنی ہیں:۔ پڑھی ہوئی چیز ـــ اور یہ معنی بھی بالکل صحیح ہے، اس لئے کہ:

○ تورات لکھی ہوئی نازل ہوئی۔ ○ زبور لکھی ہوئی نازل ہوئی۔

○ انجیل لکھی ہوئی نازل ہوئی۔ ○ صحائف لکھے ہوئے نازل ہوتے۔

○ مگر قرآنِ مُقدس پڑھا ہوا نازل ہوا ـــ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ـــ اور جبریلِ امین علیہ السّلام نے پڑھ کر سُنایا ـــ اور حضور سیّد العالمین، ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پڑھا اور پھر صحابہ کرام کو پڑھ کر سُنایا گیا، جسے صحابہ کرام نے اپنے دلوں پر نقش بنا لیا۔

اور یُوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن جس قدر پڑھا گیا ـــ اور پڑھا جاتا ہے ـــ اور پڑھا جائے گا اُس قدر نہ کوئی دُوسری کتاب پڑھی گئی ـــ نہ پڑھی جاتی ہے، ـــ نہ پڑھی جائے گی ـــ سابقہ آسمانی کتب و صحائف چند جماعتوں کے ہاتھوں میں رہے، ان لوگوں نے آیات کو تبدیل کر دیا۔ ان کتابوں کی صورت بدل گئی، پھر وہ ختم ہو گئیں ـــ اور یُوں بھی کہا سکتا ہے: سابقہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی نبوّت ایک زمان و مکان تک محدود تھی ـــ جب وہ نبی تشریف لے گئے کتاب بھی اُٹھ گئی، مگر حضور نبی اکرم، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے بھیج کر ارشاد فرمایا: وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۵ (پ۱۷ انبیاء، آیت ۱۰۷)

ترجمہ: "اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔"

○ ہمارے نبی کریم محبوبِ ربِّ عظیم علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم زمینوں کے نبی ـــ آسمانوں کے نبی ـــ زمانوں کے نبی ـــ حیوانوں کے نبی ـــ انسانوں کے نبی ـــ عرشیوں کے نبی ـــ فرشیوں کے نبی ـــ سمندروں کے نبی ـــ

درختوں کے نبی ــــ پتھروں کے نبی ــــ بلکہ ساری کائنات کے نبی ہیں۔

؎ سمجھ لیتا ہے جو شانِ محمد — وہ ہو جاتا ہے قربانِ محمد

؎ قیامت تک کرے گا رہنمائی — جہاں والوں کو قرآنِ محمد

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

؎ ایہو ہے جو محبوب رب دو عالم — جہدی شان وچ سارا قرآن آیا

○ جب تک نبی کی نبوت ہوتی ہے، تب تک اُس کی کتاب رہتی ہے۔

○ جہاں تک خُدا تعالیٰ کی خدائی ہے، وہاں تک میرے نبی کی نبوت و رسالت ہے۔

○ اور قیامت تک قرآن پاک کی تلاوت جاری و ساری ہے۔

○ قرآن انسان پڑھتے ہیں ○ قرآن جن پڑھتے ہیں۔

○ قرآن صبح و شام پڑھتے ہیں ○ قرآن تہجد میں پڑھتے ہیں۔

○ قرآن نمازوں میں پڑھتے ہیں ○ قرآن شبینوں میں پڑھتے ہیں

○ قرآن اکیلے پڑھتے ہیں۔ ○ قرآن جماعت میں پڑھتے ہیں۔

○ قرآن مسلمان پڑھتے ہیں ○ قرآن اہلِ ایمان پڑھتے ہیں۔

○ ہر صبح، ہر شام، ہر دن، ہر رات اور ہر آن قرآن پڑھتے ہیں۔

اس لئے قرآن سے زیادہ، نہ کوئی کتاب پڑھی گئی ــ
اور نہ ہی قیامت تک پڑھی جائے گی۔

○ قرن؛ بعض نے کہا ہے کہ قرآن، قرن سے بنا ہے ــ
جس کا معنی ہے ملنا اور ساتھ رہنا۔

○ قرآن کی تمام سورتیں سورتوں سے ملی ہوئی ہیں۔

○ قرآن کی تمام آیتیں، آیتوں سے ملی ہوئی ہیں۔

؎ گر تو می خواہی مسلماں زیستن — نیست ممکن جز بقرآں زیستن

○ قرآن مسلمان کے دل کے ساتھ ○ قرآن مسلمان کے خیال کے ساتھ

○ قرآن مسلمان کے ہاتھوں کے ساتھ ○ قرآن مسلمان کے اعضاء کے ساتھ

○ قرآن بچپن میں ساتھ ساتھ ○ قرآن جوانی میں ساتھ

○ قرآن بڑھاپے میں ساتھ ○ قرآن آخرت میں ساتھ

○ قرآن گھر میں ساتھ! ○ قرآن مسجد میں ساتھ

○ قرآن جنگل میں ساتھ! ○ قرآن سفر میں ساتھ

○ قرآن قبر میں ساتھ ○ قرآن حضر میں ساتھ

○ قرآن حشر میں ساتھ ○ قرآن وقتِ نزع میں ساتھ

○ قرآن آرام میں ساتھ! ○ قرآن مصیبت میں ساتھ

○ قرآن جنت میں ساتھ ○ قرآن ہر مقام میں ساتھ

؎ بلند انساں کو کر دیا ہے — زمانے پر ہے احسانِ محمد

؎ ادب سے چوم کر جب اس کو سینے سے لگاتا ہوں
بڑی تسکین پاتا ہوں، بڑا آرام پاتا ہوں

قرآن کا ایک اور نام

قرآن حکیم کا ایک نام فرقان بھی ہے یعنی "فرق کرنے والی چیز"

○ فرقان حق و باطل میں فرق کرتا ہے ○ فرقان سچ اور جھوٹ میں فرق کرتا ہے۔

○ فرقان مومن اور کافر میں فرق کرتا ہے ○ فرقان، اہلِ ایمان اور بے ایمان میں فرق کرتا ہے! ــ اس پر ایک مثال ملاحظہ فرمائیں: زمیندار زمین میں مختلف بیج بو کر اُنہیں زمین کے سینہ میں چھپا دیتا ہے ــ کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کس جگہ کونسا بیج بویا ہوا ہے ــ بارش ہوتے ہی ہر بیج کا پودا نکل آیا ــ بارش نے زمین کا پودا ظاہر کر دیا ــ اور ہر ایک الگ الگ نظر آنے لگا ــ اسی طرح انسان شکل میں یکساں معلوم ہوتے تھے ــ

Scanned with CamScanner

○ قرآن کریم کی رحمت و ہدایت والی بارش نے کھوٹا اور کھرا الگ کر دیا۔

○ قرآن کا ماننے والا صدیق ـــــ نہ ماننے والا زندیق، ابوجہل

○ قرآن کا ماننے والا فاروق ـــــ نہ ماننے والا ابولہب لعین

گویا کہ قرآن کریم کے ذریعے حق و باطل، صدیق و زندیق کا فرق نمایاں ہوا، اس لئے اسے فرقان بھی کہتے ہیں۔ قرآن پاک کے دیگر نام یہ ہیں:

کتاب۔ قرآن۔ فرقان۔ ذکر و تذکرہ۔ تنزیل۔ الحدیث۔ الموعظہ۔ حکم۔ حکیم۔ محکم۔ حکمت۔ شفاء۔ ہدی۔ صراط مستقیم۔ حبل۔ روح۔ قصص۔ بیان۔ تبیان۔ بصائر۔ فصل۔ نجوم۔ مثانی۔ نعمت۔ برہان۔ بشیر۔ نذیر۔ قیم۔ مہیمن۔ ہادی۔ نور۔ حق۔ عزیز۔ کریم۔ عظیم۔ مبارک۔

قرآن کیسے نازل ہوا؟

برادران ملت! قرآن مقدس کا نزول چند بار ہوا (۱) لوح محفوظ سے پہلے آسمان کی طرف۔ (۲) لیلۃ القدر میں ایک بار ہوا۔ (۳) پھر ۲۳ سال میں قرآن مقدس تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔

لہٰذا پہلی کتب اور قرآن مقدس میں فرق یہ ہے کہ:

○ کتب سابقہ: لکھی ہوئی آئیں ، قرآن کا نزول پڑھنے سے ہوا۔

○ کتب سابقہ: تحریری طور آئیں ، قرآن تقریری طور پر نازل ہوا۔

○ کتب سابقہ: پیغمبروں کو مخصوص جگہ پر دی گئیں، قرآن کسی ایک جگہ نازل نہ ہوا۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حرا میں ہیں تو نزول قرآن،

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، ثور میں ہیں تو نزول قرآن،

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، بدر میں ہیں، تو نزول قرآن،

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حنین میں ہیں، تو نزول قرآن،

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام: گھر میں ہیں، تو نزول قرآن،

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، سفر میں ہیں، تو نزول قرآن،

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مکہ میں ہیں، تو نزول قرآن،

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مدینہ میں ہیں تو نزول قرآن،

غرضیکہ جہاں جہاں ضرورت ہوتی رہی، آیات کا نزول ہوتا رہا تاکہ عظمت محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتہ چل جائے ○ قرآن پاک کی آیات صحرائے عرب کے گلی کوچوں میں نازل ہوئیں تاکہ حجاز کا ہر ذرہ عظمت والا ہو جائے۔

یا یوں سے کہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ایک مخصوص جگہ پر کتاب دے دی اور اُن سے کلام بھی فرمایا۔ کسی کو ایک بار، کسی کو چند بار شرف سے نوازا، اور حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر متواتر ۲۳ سال قرآن اترتا رہا، تاکہ میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے ہمیشہ ہم کلام ہوتا رہے۔

ے نبیاں وچوں سرورِ عالم، عالی درجہ پایا
بہت صحیفے ہور کتابوں، شان قرآن سوایا

ے ایہہ کتاب کرے تصدیقاں سخن نبی دے تائیں
عربی بولی نرم کلاموں میں کیا صفت سنائیں

کلام خدا بزبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

اللہ تبارک و تعالیٰ لاریب ہے، نہ کوئی اسے دیکھ سکتا ہے، نہ کوئی خدا تعالیٰ کا کلام سن سکتا ہے، نہ ہی وہ کسی کو نظر آتا ہے سوائے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے۔ ہر اک انسان کی وحدہٗ لاشریک تک رسائی ممکن نہیں، اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو پیدا فرمایا تاکہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام سنیں اور اسے بندوں تک پہنچائیں اور بندوں کی التجائیں خالق سے منظور کروائیں۔

اللہ کریم کا نبی، ایک ایسا ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ہے،

Scanned with CamScanner

اور محبوبِ مکرّم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ارشاد فرمایا:۔
"تمہاری اطاعت میری اطاعت، تمہارا پھینکنا میرا پھینکنا، جس نے تمہیں مانا، اُس نے مجھے مانا، جس نے تمہیں دیکھا، اُس نے مجھے دیکھا۔ جو تم سے پھرا، وہ مجھ سے پھرا۔ جس نے تم سے محبّت کی، اُس نے مجھ سے محبّت کی۔

اطاعتِ مصطفٰے (علیہ الصّلوٰۃ وَالسّلام) اطاعتِ خُدا ہے۔

زبانِ مصطفٰے (علیہ الصّلوٰۃ وَالسّلام) ترجمانِ خُدا ہے۔

اِسی لیئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا کلام مصطفٰے کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر نازل فرمایا تاکہ لوگوں تک پیغامِ خُداوندی پہنچائیں۔

تدوینِ قُرآن

میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآنِ مقدّس لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا تھا، وہاں سے پہلے آسمان پر، پھر بندوں کی ضرورت کے مطابق آیاتِ مبارکہ کا نزول ہوتا رہا۔ اور یہ نزول ترتیب کے مطابق نہ تھا مگر جوں ہی کسی آیتِ کریمہ کا نزول ہوتا، تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نگاہِ مبارک لوحِ محفوظ کی ترتیب پر پڑتی۔ ارشاد فرماتے یہ آیت فلاں سُورت میں فلاں آیت کے بعد رکھو تو کاتبانِ وحی ویسے ہی رکھ دیتے اور ان آیاتِ بیّنات کو اُونٹ کی ہڈیوں پر کھجور کے پتوں پر لکھ لیتے اور اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان تو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے۔ آج قرآن پاک جس ترتیب سے پڑھا جاتا ہے، یہ ترتیب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے دی تھی اور اس ترتیب سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے، مگر کتابی شکل نہ تھی حضور نبی مکرّم رسُولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد دورِ صدیقی میں مسلمانوں کی لڑائی مُسیلمہ کذّاب دجّال سے ہوئی، جس جنگ میں سات سو حفّاظ صحابہ کرام شہید ہو گئے، تب حضرت سیّدنا عمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں مشورہ دیا کہ اگر اسی طرح حُفّاظ و قرّاء حضرات

ہوتے رہے، تو قرآنِ کریم محفوظ رکھنا مشکل ہو جائے گا اِس لیئے اسے تحریر کر کے کتابی شکل دی جائے اور اسے اُسی ترتیب پر مرتّب کیا جائے جو ترتیب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے دی ہے چنانچہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حفّاظ کرام کو بُلایا، جنہوں نے حضور نبی اکرم رسُولِ معظّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے آیات کو لکھا تھا۔ ان کاتبانِ وحی کے علاوہ باقی حفّاظ کرام کو بھی جمع کیا اور ان پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہتمم مقرّر فرمایا۔ آپ نے صحابہ کرام سے مل کر ہڈیوں، کھجور کے پتوں اور قرّاء کے سینوں سے قرآن پاک کو صفحات پر منتقل کیا اور اسے وہی ترتیب دی، جو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے دی تھی۔ اب ایک نسخہ تیار ہو گیا جو صحابہ کرام نے انتہائی جاں فشانی اور محنت سے تیار کیا۔ یہ نسخہ کتابی شکل میں حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا۔ اِن کے بعد پھر سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا۔ ان کے بعد ان کی صاحبزادی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زوجہ مطہرہ حضرت سیّدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رہا۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں، ضرورت بڑھی، تو حضرت سیّدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وہ نسخہ منگوا کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگرانی میں حضرت عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص، عبداللہ بن حارث و دیگر حُفّاظ علیہم الرضوان کی مدد سے نہایت تحقیق کر کے چھ سات نسخے نقل کیے اور اسلامی ممالک عراق، مصر اور شام وغیرہ میں بھیجے گئے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کی ترتیب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمائی اور بوجہ ضرورت اس کی پہلی بار کتابی شکل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں دی گئی اور پھر اس کتابی شکل کی مزید تحقیق کر کے مزید کئی نسخوں کو کتابی جامہ پہنا کر اطرافِ عالم بالخصوص اسلامیہ ممالک کو بھیجا گیا۔ اس طرح ان ممالک نے مزید نسخے تیار کر کے تمام عالمِ اسلام میں پھیلا دیئے جو آج تک کتابی صُورت میں موجود ہیں، جو ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک شائع ہوتے رہیں گے۔

Scanned with CamScanner

قرآن پاک کی حفاظت

برادرانِ اسلام! تورات، انجیل، زبور صحائف وغیرہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص قوموں کے لئے ایک خاص وقت تک بھیجا اور ان پیغمبروں کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد وہ کتابیں بھی ختم ہوگئیں اور آج دُنیا میں کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ یہ وہی کتاب ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے فلاں پیغمبر پر اتارا تھا، بلکہ تورات و انجیل کا حال دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ایک کچھ کہتا ہے، دوسرا کچھ۔ ذرا یوحنا۔ متی۔ برناس وغیرہ کا مطالعہ کریں، تو پتہ چلے گا کہ ساری کی ساری کتاب من گھڑت ہے۔ قرآن مقدس کا یہ اعجاز ہے کہ مشرق میں بھی وُہی آیت، مغرب میں بھی وُہی آیت، جنوب میں بھی وُہی آیت، شمال میں بھی وُہی آیت۔

○ قرآنِ حکیم کا ہر حرف دُنیا بھر کے نسخوں میں وہی ہے۔
○ قرآنِ حکیم کا کوئی حرف نہ بدلا ○ قرآنِ حکیم کی کوئی زیر نہ بدلی
○ قرآنِ حکیم کی کوئی زیر نہ بدلی ○ قرآنِ حکیم کی کوئی پیش نہ بدلی
○ قرآنِ حکیم کی کوئی شد نہ بدلی ○ قرآنِ حکیم کی کوئی مد نہ بدلی
○ قرآنِ حکیم کی کوئی آیت نہ بدلی ○ قرآنِ حکیم کی کوئی سُورت نہ بدلی
○ زور لگانے والوں نے زور لگایا، منکروں نے بدلنا چاہا، مگر بدل نہ سکے۔

؎ ہور مثالاں جان ہدایت اکثر لوکاں تائیں
نیکاں نوں رب جنت دیوے فاسق لین سزائیں

یہ اس لئے نہ بدلا کہ ارشادِ ربّ العالمین ہے، وعدہ ربّ العالمین ہے:۔
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر پ۱۴ آیت۹)
"بے شک ہم نے اتارا ہے، یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔"
قرآن کریم نازل فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے، قرآنِ کریم کی حفاظت فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

تو جس کی حفاظت خود خدا تعالیٰ کرے، اسے کون بدل سکتا ہے؟
○ قرآن کاغذ پر محفوظ، ○ قرآن مسلمانوں کے سینے میں محفوظ

پھر آپ نے دیکھا انجیل، تورات، زبور وغیرہ کو مختلف زبانوں میں بدل دیا گیا۔ انگریزی۔ اُردو وغیرہ میں۔ حالانکہ انجیل عبرانی زبان ہے۔ اسی طرح دیگر کتب آسمانی کے ساتھ معاملہ کیا گیا۔ لیکن قرآنِ حکیم عربی زبان میں نازل ہوا۔ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا۔ پنجابی ہو یا سندھی، جاپانی ہو یا ہندی، افغانی ہو یا ایرانی، عربی ہو یا عجمی۔ آج تک کسی اور زبان میں ایک آیت کو بھی نہ بدلا جا سکا۔ بلکہ سب ہی عربی زبان میں تلاوت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

تو معلوم ہوا کہ قرآنِ مقدس وہ محفوظ کتاب ہے:
○ جس کا رسم الخط محفوظ ○ جس کی زبان محفوظ،
○ جس کی آیات محفوظ ○ جس کے اعراب محفوظ
○ جس کی سُورتیں محفوظ، ○ جس کی ہر بات محفوظ

؎ سہارے ٹوٹ جاتے ہیں امیدیں لوٹ جاتی ہیں
یہی کرنیں میرے سینے کو آکر جگمگاتی ہیں

قرآن کا بھیجنے والا کون؟

اب آیئے قرآن کریم سے پوچھتے ہیں کہ تیرا بھیجنے والا کون ہے؟ تو قرآن کریم خود جواب دیتا ہے:۔ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الشعراء پ۱۹ آیت۱۹۲)
ترجمہ: "اور بے شک یہ قرآن ربّ العالمین کا اُتارا ہوا ہے۔"

○ تو قرآن پاک نے خود بتایا کہ میرا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔
○ قرآنِ عظیم اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے مثال کلام ہے۔
○ قرآن کریم تحریف سے محفوظ، اس کی حفاظت کا خود ربّ العالمین ذمہ دار ہے

اب قرآنِ کریم سے سوال کیجیے کہ تیرا لانے والا کون ہے؟ تو جواب ملے گا:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۙ (الشعراء: پ ۱۹، آیت ۱۹۳)

"اُسے رُوح الامین (علیہ السلام) لے کر نازل ہوا۔"

بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں متواتر ۲۳ سال تک جبریلِ امین علیہ السلام حاضری کا شرف حاصل کرتے رہے اور آیاتِ بیّنات لے کر آتے رہے۔

- رُوح الامین علیہ السلام ہر نبی کے پاس آتے۔ کسی کے پاس ایک بار۔
- کسی کے پاس چند بار، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بار بار۔

قرآنِ حکیم کس پر اُتارا گیا؟

اب قرآنِ حکیم سے پوچھیے کہ تو کس پر نازل ہوا؟ تو جواب آئے گا:۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ (پ ۲۸۔ سورۃ الحشر، آیت ۲۱)

ترجمہ: "اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اُسے دیکھتے جُھکا ہوا، پاش پاش ہو جاتا اللہ تعالیٰ کے خوف سے۔"

- اگر قرآن کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا، تو پہاڑ ریزے ریزے ہو جاتا
- اگر آسمان پر نازل کیا جاتا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جاتا۔
- اگر زمین پر نازل کیا جاتا، تو خوفِ الٰہی سے پھٹ جاتی۔
- اگر سمندروں پر نازل کیا جاتا تو صحرا بے آگاہ بن جاتے۔

اَب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ قرآنِ عظیم جسے زمین و آسمان اور پہاڑ صحرا و دریا برداشت نہ کر سکے، بارِ امانت سارا عالم نہ اُٹھا سکا، اُسے کس نے اٹھایا؟ وہ کون سی اعلیٰ و ارفع اور عظیم ہستی ہے جس نے اس بوجھ کو مردانگی اور خندہ پیشانی سے اٹھایا۔؟ تو ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (پ ۱۹ الشعراء آیت ۱۹۴)

ترجمہ: "تمہارے دل پر (نازل فرمایا) کہ تم ڈر سناؤ۔"

دُوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۔ (پ ۲۶۔ محمّد، آیت ۲)

ترجمہ: "اور اس پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) پر اتارا گیا، اور وہی اُن کے رب کے پاس سے حق ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ قرآن کا بھیجنے والا ربّ العالمین ہے:۔

قرآن پاک کا لانے والا جبریلِ امین (علیہ السلام) ہے۔

قرآن پاک جس پر نازل ہوا، وہ رحمۃً للعالمین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں۔

عربی سوہنا سرورِ عالم، ملیا تاج شہانہ
سب تھیں افضل نازل ہویا ایہہ فرقان خزانہ

قرآنِ کریم کب نازل ہوا؟

اب قرآنِ کریم سے پوچھو کہ تو کب آیا؟ کس ماہ میں آیا؟ کس تاریخ کو آیا؟ کس شب کو آیا؟

تو قرآنِ کریم سب کچھ بتاتا ہے۔ سُنیے!

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ط (پ ۲ البقرہ آیت ۱۸۵)

ترجمہ: "رمضان المبارک کا مہینہ، جس میں قرآن نازل ہوا۔"

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ط (پ ۳۰ سورۃ القدر آیت ۱)

ترجمہ: "بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں اُتارا۔"

قرآن کس زبان میں نازل ہوا؟

اب قرآن سے معلوم کرو کہ کس زبان میں اُترا، تو ارشاد ہوتا ہے:

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ۝ (پ ۱۹ - الشّعراء، آیت ۱۹۵)

ترجمہ: "روشن عربی زبان میں۔"

اب قرآنِ مقدّس کی فصاحت کا اندازہ لگائیں کہ ہر سوال کا جواب قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!۔

- قرآن کا بھیجنے والا رب العالمین ہے۔
- قرآن کا لانے والا رُوح الامین ہے۔
- قرآن جس ماہ میں نازل ہوا وہ رحمۃً للعالمین ہے۔
- قرآن جس رات میں نازل ہوا، وہ لیلۃُ القدر ہے
- قرآن جس شخص کے دِل میں اُترا، وہ حافظِ قرآن ہے۔
- قرآن کو جس نے مانا، وہ مومن و مسلمان اور اہلِ ایمان ہے۔
- قرآن جس زبان میں نازل ہوا، وہ عربی زبان ہے۔
- قرآن راہِ ہدایت ہے ○ قرآن باعثِ نجات ہے

هُدًى لِلنَّاسِ ۔ "قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے۔"

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ (پ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۸۲)

- قرآن باعثِ شفاء ہے ○ قرآن مومنین کے لئے رحمت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کا سبب

اسلام لانے سے قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور نبی رحمت رسولِ امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن تھے۔ ہر وقت اس تاک میں تھے کہ موقع پاتے ہی رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ختم کر دیں (العیاذ باللہ) ایک دن وہ اسی ارادہ سے تلوار لے کر گھر سے نکلے تو راستے میں کسی نے بتایا کہ آپ کی ہمشیرہ فاطمہ اور بہنوئی حضرت سعید بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) مسلمان ہو چکے ہیں پہلے اُن کی

خبر لیں، پھر آگے جائیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور سیدھا راستہ اپنی ہمشیرہ کے گھر کا لیا۔ گھر پہنچ کر سُنا تو کچھ پڑھنے کی آوازیں سُنائی دیں۔ یہ کیا آوازیں تھیں۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ اور اُن کے شوہر حضرت سعید بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو سورۃ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر کے اندر داخل ہوتے ہی حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکان کے ایک گوشہ میں چھپ گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سُورۃ طٰہٰ کو جلد میں بند کیا اور اٹھا کر چھپا دیا۔ حضرت عمر نے پوچھا: بتاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ اور مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے دینِ اسلام قبول کر لیا ہے۔! پھر غصّے میں اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ تمام جسم خُون سے لت پت ہو گیا قریب تھا کہ کام تمام ہو جائے کہ ہمشیرہ فاطمہ حضرت عمرُ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے لپٹ گئیں اور خاوند کو چھڑانے کی کوشش کی اور آپ اس کشمکش میں زخمی ہو گئیں۔ اب حضرت سعید اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اعلانیہ طور پر کہا: بھائی جان! چاہے مار دیا چھوڑ دو، یہ تمہاری مرضی ہے، مگر ہم مسلمان ہو چکے ہیں، حُبِ رسُولِ مقبول علیہ الصّلوٰۃ والسلام دل میں جاگزیں کر چکے ہیں، مار کھا سکتے ہیں، جان جا سکتی ہے، مگر دامنِ مصطفٰے محبوبِ خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو ہرگز ہرگز ہم چھوڑ نہیں سکتے۔"

بس اتنا کہنا تھا کہ دل پر ایک چوٹ سی لگی کہ یہ کیسی محبت اور عقیدت ہے جس نے میرے رُعب و دبدبے کی تاروں کو بکھیر کر رکھ دیا۔ کل تک تو یہ میرے سامنے آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکتے تھے اور آج میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہے ہیں۔ یہ حوصلہ اور جرأت کہاں سے آگئی؟ بس دل کی دُنیا میں ہل چل مچ گئی۔ پھر کیا تھا کفر کے بادل چھٹنے لگے، جاہلانہ خیالات بدلنے لگے۔ کہنے لگے "وہ کلام تو دکھاؤ جسے تم پڑھ رہے تھے"؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: "بھائی! یہ پاکیزہ اور مقدّس کلام ہے اس کو طہارت اور پاکیزگی کے بغیر ہاتھ لگانا منع ہے۔" پہلے غسل کیجیے اور پاک و صاف

Scanned with CamScanner

ہوکر اس کلام پاک کو پڑھیے ۔ آپ نے غسل کیا، جسم کو پاک اور صاف کیا۔ جسم کا پاک کرنا ہی تھا کہ دل کا مَیل بھی صاف ہونے لگا اور غسل کرنے کے بعد جب قرآن کو پڑھنے لگے تو جوں جوں پڑھتے گئے، دل کا زنگار اُترتا گیا۔ ایک ایک لفظ پڑھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے "کیا عجیب کتاب ہے اور واقعی بڑی عزت و حرمت والی بے مثل کتاب ہے۔"

ع بھرے قانون ہیں اس میں خدا کی بادشاہی کا
خدا کے حکم سارے نوعِ انساں کی بھلائی کا

ع ایہہ کتاب ڈراون والی، جو کوئی ظلم کماوے
ایہہ کتاب کرے خوشخبری جنت حکم سناوے

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں سے آنسو ٹپک رہے تھے: بہن سے پوچھا "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں ہیں؟ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی بگڑی سنوارنا چاہتا ہوں۔ اب آپ کشاں کشاں بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آ رہے تھے۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دارِ ارقم میں اپنے جان نثاروں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ دروازے پر دستک دی، تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "دروازہ کھول دو اور عمر کو اندر آنے دو۔" چنانچہ دروازہ کھول دیا۔ دو آدمیوں نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دونوں بازوؤں سے پکڑ رکھا تھا کہ کہیں بارگاہ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خطرناک ارادے سے تو نہیں آئے؟ مگر یہ تو دل وجان نثار کرنے آئے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اسے چھوڑ دو"، حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں پہنچ کر اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔ (مواہب لدنیہ، ج ۱، ص ۱۷۷)

قرآن پاک شفا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس کو یہ کمال بھی عطا فرمایا کہ قرآنِ پاک تمام جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج اور شفاء کامل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(پ ۱۵ - سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۲)

"اور ہم قرآن اُتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔"

اس پر ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالشِّفَآئَيْنِ الْعَسَلِ وَالْقُرْاٰنِ۔

(مشکوٰۃ شریف ج [illegible] ص ۳۹۱)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو شفاؤں کو لازم پکڑو (یعنی) شہد اور قرآن۔"

- قرآنِ کریم جسمانی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔
- شہد بھی جسمانی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔
- قرآنِ کریم روحانی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔
- شہد بھی روحانی بیماریوں کے لئے شفاء ہے ــــ اس لئے کہ
- شہد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرغوب اور پسندیدہ غذا ہے۔
- قرآن کریم بہترین دوا ہے ○ خَيْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْاٰنِ۔
- قرآنِ کریم کی تلاوت دردِ حلق کی دوا ہے عَلَيْكَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ۔ (اتقان ص ۱۶۳)
- قرآن کریم دل کے درد کی دوا ہے۔ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (پ ۱۱ یونس آیت ۵۷)
- قرآن کریم ہر درد کی دوا ہے ○ تلاوتِ قرآن شفا ہی شفا ہے۔

Scanned with CamScanner

سُورۂ فاتحہ سے شفا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سفر کر رہے تھے، جب ہم ایک منزل پر پہنچے تو ایک لونڈی آئی اور کہنے لگی کہ ”ہمارے قبیلے کا سردار بیمار ہے، کیا تمہارے ساتھ کوئی ایسا شخص ہے جو دم کرنا جانتا ہو؟“ تو ایک شخص ہم میں سے لونڈی کے ہمراہ گیا اور قبیلے کے سردار پر سُورۃ فاتحہ شریف پڑھ کر دم کیا، تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ جب ہم واپس آئے، تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہو کر قصہ بیان کیا، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ”یہ شخص کیسے جانتا تھا کہ سُورۃ فاتحہ پڑھنے سے بیمار کو شفاء ہو جاتی ہے“۔ پھر اس کو آپ نے قائم رکھا یعنی سُورۃ فاتحہ دم کرنے کو بیمار کی شفاء کا ذریعہ بنا دیا۔ (اتقان ج ۲، ص۱۶۳)

گھر کی حفاظت کا ذریعہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی ”یا رسُول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) مجھے ایسی چیز سکھائیں، جس سے مجھے اللہ تعالیٰ نفع دے“ تو آپ نے فرمایا:

اِقْرَءْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فَاِنَّهٗ يَحْفَظُكَ وَذُرِّيَّتَكَ وَدَارَكَ حَتَّى الدُّوَيْرَاتِ حَوْلَ دَارِكَ - (اتقان ج ۲، ص۱۶۴)

”آیۃُ الکرسی پڑھا کرو، بیشک (یہ) حفاظت کرے گی تیری، اور تیری اولاد کی اور تیرے گھر کی، یہاں تک کہ تیرے گھر کے اردگرد کی حفاظت کرے گی“۔

تو معلوم ہوا کہ آیۃُ الکرُسی جان کی حفاظت کا ذریعہ ہے — آیۃ الکرسی مال کی حفاظت کا ذریعہ ہے — آیۃ الکرسی گھر کی حفاظت کا ذریعہ ہے — آیۃُ الکرسی اولاد کی حفاظت کا ذریعہ ہے — آیۃ الکرسی ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے، بلکہ قبر میں بھی حفاظت کا ذریعہ ہے —

بخاری شریف کی ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں: حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے رمضان المبارک کے صدقہ فطر غلہ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ رات کو ایک آنے والا آیا، غلے کے ڈھیر سے بوری بھرنی شروع کر دی، تو میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ مَیں تجھے رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے جاؤں گا۔ کہنے لگا: اِنِّیْ مُحْتَاجٌ ”مَیں محتاج ہوں“ وَعَلَيَّ عِيَالٌ ”اور مجھ پر عیال ہے“ وَلِيْ حَاجَةٌ ”اور مجھے سخت حاجت ہے“۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا) صبح جب میں حاضر خدمت ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، یَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ ”اے ابو ہریرہ! گزشتہ رات تیرے چور نے کیا کیا؟“ میں نے عرض کیا ”یا رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اس نے بال بچوں اور سخت حاجت کی شکایت کی مجھے رحم آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔“ آپ نے ارشاد فرمایا: اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ ”خبردار! بیشک اُس نے تجھ سے جھوٹ کہا ہے اور وہ عنقریب لوٹے گا۔“ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے سمجھ لیا کہ یقیناً وہ لوٹے گا، میں اُس کا منتظر رہا (اگلی رات) وہ آیا اور غلہ بھرنا شروع کیا، تو میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا ”آج تجھے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ضرور لے جاؤں گا۔“ کہنے لگا ”مجھے چھوڑ دو میں محتاج اور عیالدار ہوں پھر نہ لوٹوں گا۔“ مجھے رحم آیا اور اسے چھوڑ دیا۔ اگلی صبح میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تیرے چور نے کیا کیا؟“ میں نے عرض کیا: ”یا رسُول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اُس نے بال بچوں اور حاجت کی سخت شکایت کی مجھے رحم آیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”بے شک اُس نے جھوٹ کہا ہے، وہ عنقریب لوٹے گا“ میں جان گیا کہ یقیناً وہ لوٹے گا۔ (اگلی رات) میں اُس کے انتظار میں رہا، وہ پھر آیا اور غلہ بھرنے لگا تو میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا: آج

Scanned with CamScanner

تو میں ضرور تجھے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کروں گا۔ تیسری رات ہے تو کہتا ہے کہ میں پھر نہیں لوٹوں گا، پھر لوٹ آتا ہے" سے کہنے لگا "مجھے چھوڑ دو میں تمہیں چند کلمات طیبات سکھاتا ہوں جن کی برکت سے تجھے اللہ تعالیٰ بہت نفع دے گا۔ جب تو بستر پر آرام کرے تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر، بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا تجھ پر مامور رہے گا۔ اور صبح تک تیرے پاس شیطان نہ بھٹکے گا۔ پس میں نے اُسے چھوڑ دیا اور صبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "تیرے چور نے کیا کیا؟" میں نے عرض کی اُس نے کہا "میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں، جن سے اللہ تعالیٰ تجھے نفع دے گا۔" آپ نے فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ کا کلام برحق ہے) اُس نے یہ سچ کہا ہے، حالانکہ وہ خود جھوٹا ہے۔" آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "کیا تو جانتا ہے جو تین راتوں سے تیرے پاس آرہا تھا وہ کون ہے؟" میں نے عرض کیا "نہیں" فرمایا "وہ شیطان تھا" (بخاری ص ، مشکوٰۃ ص۱۸۵)

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گزشتہ اور آئندہ کی خبریں رکھتے تھے ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا۔ ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چور کو جانتے تھے ○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت الکرسی کے وظیفے پر مُہر تصدیق لگادی ○ اور ارشاد فرمایا وظیفہ سچا ہے یعنی آیۃ الکرسی پڑھنے سے ہر قسم کی حفاظت ہوتی ہے۔

○ آیۃ الکرسی گھر کی حفاظت کا ذریعہ ○ آیۃ الکرسی مال کی حفاظت کا ذریعہ
○ آیۃ الکرسی جان کی حفاظت کا ذریعہ ○ آیۃ الکرسی قبر کی حفاظت کا ذریعہ

ختم قرآنوں عیب تمامی خالق دُور ہٹا دے
واں نال برابر بندہ جے کوئی عیب کماوے

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں قرآن حکیم کو پڑھنے، سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!) وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

تلاوتِ قرآن کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعَزَّنَا بِشَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ فِيْهَا كَانَ نُزُوْلُ الْقُرْاٰنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ - اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۙ (سورۃ پ، آیت ۷۹)

"بے شک یہ عزت والا قرآن ہے،
اسے نہ چھوئیں، مگر وضو کے ساتھ۔"

برادرانِ اسلام! دنیا میں جو سب سے زیادہ تلاوت کی جانے والی کتاب ہے، وہ قرآن عظیم ہے اور ہر کتاب لوگ ہر حال اور ہر کیفیت میں پڑھتے ہیں، لیکن اس کتاب کے پڑھنے کے آداب باقی کتابوں سے منفرد اور مخصوص ہیں۔ پہلے جسم پاک کرو، وضو کرو، پھر اسے ہاتھ لگاؤ۔ گندے جسم والے شخص کے لئے قرآن پاک کا چھونا منع ہے۔ پاکیزگی کا خاص خیال نہ رکھنے والا سخت گنہ گار ہے۔ پھر جسم کے ساتھ ساتھ دل بھی پاک کریں یعنی قلب و نظر کی پاکیزگی کا اہتمام کرے، تاکہ نورِ قرآن کریم پاک دل کو نورِ معرفت سے منزہ و منور کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پورے آداب کے ساتھ تلاوتِ قرآن کریم کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین!

Scanned with CamScanner

برادرانِ اسلام! اس سے قبل قرآنِ کریم کا ذکر ہوا۔ اب چند احادیثِ مقدسہ کی روشنی میں فضائلِ قرآنِ عظیم کا ذکر کیا جاتا ہے؛

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ۔

(مشکوٰۃ ص۱۸۳، ابوداؤد ص، ترمذی ص، نسائی ص، ابن ماجہ ص)

"حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم روؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔"

حضور سرورِ عالم نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمانِ ذیشان سے یہ ثابت ہے کہ "امتِ مسلمہ میں افضل ترین وہ شخص ہے جو خود قرآنِ عظیم پڑھتا اور دوسروں کو پڑھاتا ہے۔" اور تلاوتِ قرآن کی برکات کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

حضرت سعید بن سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص قرآنِ پاک کو حاصل کرے۔ پھر کسی دوسرے شخص کو جس نے دُنیا کی کوئی چیز (یا کوئی عہدہ) حاصل کی ہوئی اپنے سے افضل سمجھے، اُس نے قرآن کریم کی تحقیر کی۔ (گویا کہ قرآنِ کریم کی نعمت اور دولت ہر چیز سے اور ہر دُنیاوی عہدہ سے افضل ہے)

- قرآن کا پڑھنے والا افضل ہے ○ قرآن کا پڑھانے والا افضل ہے
- قرآن میں غور کرنے والا افضل ہے ○ قرآن کے معانی سمجھنے والا افضل ہے
- قرآن کی تفسیر پڑھنے والا افضل ہے ○ قرآن کی تفسیر پڑھانے والا افضل ہے
- قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والا افضل ہے ○ قرآن کی تعلیم دینے والا سب سے افضل ہے
- قرآن سب کتابوں سے افضل ہے ○ قرآن کی شان سب چیزوں سے افضل ہے
- قرآن کا پڑھنے والا عرش کے سایہ میں ہوگا ○ تلاوتِ قرآن سے محبت خدا سے محبت ہے

اس لیے قرآن پاک پڑھیں، اولاد کو پڑھائیں، عزیز و اقارب کو پڑھائیں، مُسلمانوں کو پڑھائیں اور افضلیت کا درجہ پائیں۔

تلاوتِ قرآنِ کریم پر عطائیں

تلاوتِ قرآن کی ایسی برکات ہیں کہ بے طلب ہی سب کچھ مل جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے؛

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ مَسْأَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ۔ (ترمذی شریف ص، الترغیب والترہیب ج ۲ ص۲۴۵)

"حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن مجید میں مشغول رہنے کی وجہ سے دُعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، میں اُس کو سب دُعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام سب کلاموں پر ایسی فضیلت رکھتا ہے، جیسے خود اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر فضیلت ہے۔"

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا ـــــ قرآن پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہنا ـــــ مسائلِ قرآن میں مشغول رہنا ـــــ فہمِ قرآن میں مشغول رہنا بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے اور اگر وہ اس مشغولیت کی وجہ سے بارگاہِ ایزدی میں التجا۔ و دُعا نہ بھی کر سکے، تو تمام دعائیں مانگنے والوں کی دُعاؤں سے زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔ **تو معلوم ہوا کہ؛**

- تلاوتِ قرآن کریم میں مشغول رہنا، مقبولیتِ بارگاہ کا ذریعہ ہے۔
- تلاوتِ قرآن کریم میں مشغول رہنا، قبولیتِ دُعا کا ذریعہ ہے۔

پھر ارشاد فرمایا؛ کلام اللہ تمام کلاموں پر اس طرح فضیلت رکھتا ہے جیسے خود اللہ تبارک و تعالیٰ کی فضیلت تمام مخلوق پر۔ آپ کو پتہ ہے خالق اور مخلوق میں کیا فرق ہے؟

- ○ خالق و مالک عظمت و جلال سے متصف ہے ○ خالق قدرت اور تمام کمالات والا ہے۔
- ○ ہر قسم کی عبادت کے لائق خالق ہے، ○ تمام تعریفوں کے لائق خالق ہے۔
- ○ تمام کمالات کے لائق خالق ہے ○ وحدۃ الوجود خالق ہے۔
- ○ مخلوق حادث ہے، فانی ہے، ضعیف ہے، ناتواں ہے اور ادنیٰ ہے۔
- ○ وہ اعلیٰ ــــ یہ ادنیٰ ــــ وہ باقی ــــ یہ باقی ــــ وہ قادر ــــ یہ عاجز۔

وہ خالق ــــ یہ مخلوق ــــ تو معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام تمام صفات سے متصف ہے، اس لئے مخلوق کے کلام سے خالق کا کلام اعلیٰ و ارفع بلند و بالا۔ باکمال ــــ بے مثال ــــ لازوال ــــ اور انتہائی حسین بلکہ نورِ مبین ہے۔ جب کلام اتنا ارفع و اعلیٰ ہے، تو اس کا پڑھنے والا بھی انتہائی فضیلت والا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ۔ (ترمذی ص، الترغیب ج ۲ ص ۳۴۳)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ جو شخص قرآن مقدس سے ایک حرف پڑھے اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کی مثل ہے ــ میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے ایک حرف پڑھنے پر دس ۱۰ نیکیاں ملتی ہیں۔ اس طرح الٓمٓ تلاوت کرنے پر تیس ۳۰ نیکیاں ملتی ہیں۔

حضراتِ محترم! آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ قرآن حکیم میں فرعون کا نام بھی ہے اور شیطان کا بھی۔ ویسے تو یہ نام منحوس ہے، لیکن جب قرآن کریم میں آگیا تو اس کے ایک ایک حرف پر بھی دس دس نیکیاں ملیں گی۔

> ؎ پڑھے قرآن جو نال محبت، سُنن فرشتے بھائی
> حشر میدانوں اس بندے دی دیون ملک گواہی

تلاوتِ قرآن کا ثواب

برادرانِ اسلام! قرآن مقدس کا پڑھنا باعثِ ثواب ہے اور سننا فرض ہے۔ اس مقدس کتاب کے پڑھنے پر جس طرح ثواب ہے، اسی طرح اس کے سننے پر بھی اجر و ثواب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو قرآن مقدس کی ایک آیت پڑھتا ہے، اس کو دوگنا ثواب دیا جاتا ہے۔" ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا؛

○ وَمَنْ تَلَاوَتَهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (الترغیب ج ۲ ص ۳۴۵)

"اور جو شخص پڑھتا ہے قیامت کے دن قرآن اس کے لئے نور ہوتا ہے۔"

- ○ تلاوت قرآن باعثِ ثواب ہے۔ ○ سماعتِ قرآن باعثِ ثواب ہے
- ○ تلاوتِ قرآن سے ثواب بڑھتا ہے ○ سماعتِ قرآن سے نیکیاں بڑھتی ہیں
- ○ تلاوتِ قرآن باعثِ نور ہے ○ تلاوتِ قرآن باعثِ نجات ہے

یادِ الٰہی

اور جو کوئی تلاوت کرتا ہے، وہ ذکرِ الٰہی کرتا ہے اور جب کوئی شخص ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی فریاد قبول کرتا ہے۔

ہندوستان میں ایک ایسا بوڑھا شخص تھا جو عرصہ دراز سے بُتوں کی پوجا کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اسے ایک کام میں فکر ہوئی، تو حسبِ عادت اپنے بُت کی تعریف کرنے لگا۔ اس سے فریاد کرنے لگا: اے بُت! عرصہ دراز تک میں نے تیرا ذکر کیا ہے تو میری

"فریاد سُن ؟" مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اُس نے انتہائی مایوس ہوکر خیال کیا کہ کیوں نہ وہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو پکارے ؟ اور اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور شرمندہ ہوگیا۔ اچانک اُس کی زبان سے نکلا، یَا صَمَد (اے بے نیاز) بس یہ پکارنا ہی تھا کہ غیب سے آواز آئی، لَبَّیْکَ "اے بندے ! مانگ اپنے رب سے کیا مانگتا ہے ؟" فرشتوں نے عرض کی اے مولا کریم ! وہ عرصہ دراز تک بُت کی پوجا کرتا رہا اور بُت نے اُس کی ایک نہ سُنی اور تجھے ایک بار پکارا اور تونے جواب عطا فرما دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اے فرشتو! بُت نے اُس کی ایک نہ سُنی تو مجھ میں اور بُت میں کیا فرق ہوتا۔ اگر میں نہ سُنتا، اس لئے میں نے اُس کی پکار کا جواب دیا۔" (نزہتہ المجالس ص۳۹ ج۲)

وہ اللہ کریم جو بُت پرست کے صمد کہنے پر سُنتا ہے ـــــ وہ ہر پکارنے والے کی پکار پر سُنتا ہے ـــــ وہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں کی کس قدر سُنتا ہوگا؟

پڑھنا سُنّت سُننا واجب، ہر ہر مومن تائیں
بخشے جاون دونوں فضلوں کرم کرے رب سائیں

- ○ قرآن ذکرِ الٰہی ہے ○ قرآن کلامِ الٰہی ہے ○ قرآن قبولیتِ دُعا کا ذریعہ ہے

قرآنِ کریم کی سفارش

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "قرآن پڑھو۔"

فَاِنَّهٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شَفِیْعًا لِّاَصْحَابِهٖ۔ (الترغیب ج۲ ص۲۴۹)

"بے شک قرآن کریم قیامت کے دن شفاعت کرے گا اپنے پڑھنے والوں کی۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیدِ عالم رسول کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن قرآن پڑھنے والا آئے گا تو قرآن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کرے گا "اے اللہ! اسے لباس عطا فرما۔" فَیُلْبَسُ تَاجَ الْکَرَامَةِ۔ پس قرآن پڑھنے والے کو عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا۔

پھر قرآن کریم کہے گا "یا اللہ اور زیادہ کر" تو حکم ہوگا:

فَیُلْبَسُ حُلَّةَ الْکَرَامَةِ۔ "تو عزت کا لباس پہنا دیا جائے گا۔"

پھر قرآن کریم کہے گا: یا اللہ! تو اس سے راضی ہو جا تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا اور فرمائے گا: "قرآن پڑھتے رہو۔" اور ہر آیت پر نیکی عطا فرمائے گا۔ (الترغیب ص۳۵۵ ج۲)

- ○ قرآنِ کریم پڑھنے والوں کی قرآنِ کریم سفارش کرے گا۔
- ○ قرآنِ کریم پڑھنے والوں کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔
- ○ قرآنِ کریم پڑھنے والوں کو عزت کا لباس پہنایا جائے گا۔
- ○ قرآنِ کریم پڑھنے والوں سے قیامت میں اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔

والدین کے لئے نور کا تاج

قرآن پاک پڑھنے والوں کے والدین کے لئے عظیم خوشخبری دی گئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ وَتَعَلَّمَ وَعَمِلَ بِهٖ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَاجًا مِّنْ نُّوْرٍ ضَوْءُهٗ مِثْلُ ضَوْءِ الشَّمْسِ وَیُکْسٰی وَالِدَاهُ حُلَّتَیْنِ لَا یَقُوْمُ لَهُمَا الدُّنْیَا فَیَقُوْلَانِ بِمَا کُسِیْنَا هٰذَا؟ فَیُقَالُ بِاَخْذِ وَلَدِکُمَا الْقُرْاٰنَ (الترغیب ص۳۵۵ ج۲ مستدرک حاکم ص

"حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی تعلیم دی اور قرآن پر عمل کیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے والدین کو نور کا تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی مانند روشنی ہوگی اور اُس کے والدین کو ایسا لباس پہنایا جائے گا، جس کی مثل دُنیا میں لباس نہیں ہے، (تو اس شخص کے والدین کہیں گے) ہمیں کس وجہ سے یہ لباس پہنایا گیا؟ کہا جائے گا تمہارے بچے کے قرآن کریم پڑھنے کی وجہ سے۔"

Scanned with CamScanner

تلاوت میں لذت

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں قرآنِ مقدس کی تلاوت کیا کرتا تھا، مگر لذت نہ آتی تھی۔ میں نے اپنے دل میں تصور کرلیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سُن کر پڑھتا ہوں تو لذت حاصل ہوئی۔ اب میں نے تصور کرلیا کہ میں جبریل امین علیہ السلام سے سُن کر پڑھتا ہوں تو لذت بڑھ گئی۔ پھر میں نے تصور کرلیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے سُن کر پڑھتا ہوں، تو تلاوت میں مجھے بہت زیادہ لذت آئی۔ (کیمیائے سعادت ص۱۰۱)

○ قرآن کریم پڑھنے سے والدین کو نور کا تاج ملتا ہے۔
○ قرآنِ کریم پڑھنے سے والدین کو جنتی لباس ملتا ہے۔
○ قرآن کریم پڑھنے سے والدین کو دارین میں عزت ملتی ہے۔
○ قرآن کریم پڑھنے سے قلبی اور رُوحانی لذت و سرور ملتا ہے۔

تو معلوم ہوا قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے کو نفع دیتا ہے، اس کے والدین کو بھی نفع دیتا ہے، اور اگر والدین فوت ہو جائیں، تو اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے پڑھنے سے اُن کے درجات بُلند ہو جاتے ہیں۔

شیطان کی خوشی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شیطان کے تمام چیلے شام کے وقت اُس کے پاس آتے ہیں۔ ہر شیطان، ابلیس لعین کے سامنے اپنے کارنامے بیان کرتا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ میں نے فلاں زاہد عابد سے یہ گناہ کروایا ہے، دُوسرا کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو نیکی کے راستے سے ہٹایا۔ اسی طرح دوسرے شیطانوں نے بھی پارسا لوگوں سے گناہ سرزد کروانے کے افسانے سُنائے۔ یہاں تک کہ چھوٹے سے شیطان نے کہا: "میں نے ایک بچے کو درس گاہ سے قرآن پڑھنے سے ہٹایا۔" تو اس فعل پر ابلیس لعین ازحد خوش ہوا کہ اسے اپنے دائیں پہلو میں خوش ہو کر بٹھایا۔ (تفسیر رُوح البیان ج ۱ ص ۸)

○ شیطان لعین، قرآنِ کریم پڑھنے سے ہٹاتا ہے۔
○ شیطان لعین، قرآنِ کریم نہ پڑھنے والوں پر خوش ہوتا ہے۔
○ شیطان لعین، قرآنِ کریم پڑھنے والوں کا مخالف ہے۔
○ شیطان لعین، قرآنی تعلیم حاصل کرنے والوں کا دشمن ہے۔
○ شیطان لعین: قرآن پڑھنے سے روکنے والوں پر خوش ہوتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ قرآنِ عظیم اللہ تعالیٰ کی وہ مقدس کتاب ہے جس کا مقابلہ دُنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم جیسی کوئی سُورت اور کوئی آیت دُنیا کا کوئی انسان نہیں بنا سکتا۔ قرآن کا یہ چیلنج تا قیامت ہے۔

○ قرآنِ پاک لاریب ہے ○ قرآن پاک بے عیب ہے ○ قرآن پاک خُدا تعالیٰ کا فرمان ہے ○ قرآن پاک مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان ہے۔ ○ قرآن پاک بے مثل، بے مثال ہے ○ قرآن پاک لاجواب و باکمال ہے۔ ○ قرآنِ پاک حق ہے ○ قرآن حقیقت ہے ○ قرآن نورِ معرفت ہے۔

قرآن کریم ایسی عظیم کتاب ہے، جس کی مثل کوئی کتاب نہیں ہے

ہ

پڑھے قرآن جو نال محبت سُن فرشتے بھائی
حشر میدانوں اُس بندے دی دیون مَلک گواہی

قرآنِ کریم دیکھ کر پڑھنے پر ثواب

حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِ الْمُصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهُ فِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلَى ذَالِكَ إِلَى أَلْفَيْ دَرَجَةٍ۔

(بیہقی فی شعب الایمان ج ص)

ترجمہ: "کسی آدمی کا بغیر دیکھے قرآن پاک پڑھنا ایک ہزار درجہ رکھتا ہے اور جو شخص دیکھ کر قرآن پاک پڑھتا ہے، اس کے درجے دو ہزار تک بڑھ جاتے ہیں۔"

○ قرآنِ مُقدس کی زیارت ثواب ○ قرآنِ مُقدس کی تلاوت ثواب

○ قرآنِ مُقدس کو چھُونا ثواب ○ قرآنِ مُقدس کو چُومنا ثواب

○ تلاوت قرآنِ کریم آنکھوں کی بیماری کے لئے شفاء ہے۔

○ تلاوت قرآنِ کریم دِل کا زنگ دُور کرنے کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مقدس کے ذریعے انسان کو عزت کا تاج عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا، وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ــــ اور بے شک ہم نے عزت دی اولادِ آدم کو۔"

حضرت علامہ مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

؎ آدمی خاکی ز حق آموخت علم تا بہ ہفتم آسماں افروخت علم

خاکی آدمی نے اللہ سے علم سیکھا، ساتوں آسمانوں تک علم روشن ہوا

؎ نام و ناموسِ ملک را در شکست کوری آنکس کہ با حق در شکست

نام و عزت میں فرشتوں سے بڑھ گیا اندھا ہے وہ آدمی کہ علم نہ سیکھے

؎ قطرۂ دِل را یکے گوہر فتاد کاں بہ بحر و تہا و دریا ہا نداد

دل پر گوہرِ آب دار کا ایک قطرہ پڑا علم کی کان ہو گئی کہ جس کی کوئی قیمت نہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم رسُولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر قرآن پاک نازل فرمایا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہوا:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ "رحمٰن جلّ شانہٗ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو قرآن سکھایا۔" ـــــ قرآنِ حکیم کا علم سکھایا ـــــ کس قدر سکھایا، یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) ہی بہتر جانتا ہے۔ حروف مقطعات کٓھٰیٰعٓصٓ کی آیت لے کر نبیِّ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں جبریل علیہ السّلام حاضر ہوئے

اور عرض کیا: کٓ۔ آپ نے فرمایا عَلِمْتُ۔ عرض کیا: ھٰ۔ فرمایا: عَلِمْتُ۔ عرض کیا: یٰ۔ فرمایا عَلِمْتُ۔ عرض کیا: عٓ۔ فرمایا عَلِمْتُ۔ عرض کیا: صٓ فرمایا: عَلِمْتُ (میں نے جان لیا)

جبریلِ امین علیہ السّلام نے عرض کیا: "یارسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم! اس کا بھیجنے والا ربّ العالمین، لانے والا میں جبریلِ امین، مجھے اس کا علم نہیں آپ کو کیسے علم ہو گیا؟"

آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا علم براہِ راست عطا فرمایا ہے"

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اللہ تعالیٰ نے حرُوفِ مقطّعات کا عِلم عطا فرمایا۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اللہ تعالیٰ نے پُورے قرآنِ کریم کا عِلم عطا فرمایا۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اللہ تعالیٰ نے اوّلین کا عِلم عطا فرمایا۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اللہ تعالیٰ نے آخرین کا عِلم عطا فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اللہ تعالیٰ نے علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ عطا فرمایا

؎ عربی سوہنا سرورِ عالم ملیا تاج شہانہ

سب تھیں افضل نازل ہویا ایہہ فرقان خزانہ

○ تو معلوم ہوا، تمام علوم قرآن میں ہیں، اس لئے قرآن پڑھئے اس پر عمل کیجئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کرم رسُولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو گھروں میں جمع ہو کر تلاوتِ قرآن پاک کرے، اور اس کا دور کرے تو اُن کو سکون حاصل نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ گھیر لے۔" (مُسلم شریف ص)

برادرانِ اسلام! اختصار سے کام لیتے ہوئے فضائلِ قرآن کا ذکر کیا۔ ہر سُورۃ کی فضیلت، حافظِ قرآن کی فضیلت کی تفصیل کسی الگ جگہ پر تحریر کی جائے گی (ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز)

Scanned with CamScanner

اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں رسُولوں میں سے رسُولِ اعظم عطا فرمائے ___ نبیوں میں سے امام الانبیاء (علیہ التحیۃ والثناء) عطا فرمائے۔ کتابوں میں سے کتابِ اعظم عطا فرمائی، اور ایسی کتاب جو منبعِ برکات اور جامع الصفات ہے تو معلوم ہوا کہ قرآنِ حکیم ایسی کتاب ہے جو گم کردہ راہ ہدایت کے لئے رہنما ہے

- قرآنِ حکیم بیماروں کے لئے شِفا ہے
- قرآنِ حکیم ہر مرض کی بہترین دوا ہے
- قرآنِ حکیم زندگی کا ساتھی ہے
- قرآنِ حکیم قبر کا ساتھی ہے
- قرآنِ حکیم حفاظتِ گھر بار ہے
- قرآنِ حکیم حفاظت شیاطین اشرار بھی ہے
- قرآنِ حکیم علم بھی ہے، احکام بھی،
- قرآنِ حکیم قصص بھی ہے، نورِ اسلام بھی
- قرآن تعلیم بھی ہے، تلاوت بھی،
- قرآنِ حکیم نور بھی ہے، بُرہان بھی،

اِس عظیم اور مُقدس کتاب کے پڑھنے والا، اور عمل کرنے والا، ثواب و درجات پانے والا ہے ___ خوش نصیب، وہ شخص ہے جو قرآنِ کریم پڑھتا ہے، قرآن پڑھاتا ہے قرآنِ حکیم میں غور و فکر کرتا ہے ___ قرآنِ حکیم کی تفاسیر کا مطالعہ کرتا ہے۔ قرآنِ کریم کو سمجھتا ہے، سمجھاتا ہے۔ اس لئے کہ قرآنِ کریم کا پڑھنا ثواب، پڑھانا ثواب، سمجھنا ثواب اور سمجھانا ثواب ہے۔ غور و فکر کرنا ثواب، بلکہ قرآنِ کریم کی آیات پر نظر کرنا بھی ثواب ہے۔ اس کا چھُونا بھی ثواب اور اس کا بطورِ عقیدت چُومنا بھی عین ثواب ہے۔

ے ہر ہر حرفوں بھبت خدا دا کیا مذکور سُناواں
طُول طوالت اس دی ہووے سُن توں یار سجاواں

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں قرآنِ حکیم کی باقاعدگی سے تلاوت کرنے اور اس کے فیوض و برکات حاصل کرنے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَیْلَۃُ الْقَدْر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لَنَا شَھْرَ رَمَضَانَ وَوَفَّقَنَا فِیْہِ الْقِرَاءَۃَ الْقُرْاٰنَ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ کَانَ فِیْھَا نُزُوْلُ الْقُرْاٰنِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۭ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۭ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ ۚ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ ۙ سَلٰمٌ ۛ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ

(پ ۳۰ - سُورۃ القدر - آیت ۱ تا ۵)

ترجمہ: "بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں اُتارا اور تم نے کیا جانا کہ شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور جبریل (علیہ السّلام) اُترتے ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے۔ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔"

ے خالق دی اِک رات مُبارک اس مہینے آوے
خالق نیکو کاراں تاہیں پاک جمال کراوے

اس آیت کریمہ میں شب قدر کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے، آج میں اس مقدس رات کے حوالے سے چند گزارشات عرض کرنا چاہتا ہوں، اس رات کو پانے کے لئے نوافل پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے کی صورت میں شب بیداری کرنی چاہیے۔

برادرانِ اسلام! آپ نے رمضان المبارک کی فضیلت کو ملاحظہ فرمایا۔ رمضان شریف کا ہر لمحہ، ہر آن، باعثِ برکت و رحمت ہے اور رمضان کی برکات بے انداز ہیں، اس کی ہر گھڑی، ہر ساعت، ہر رات، ہر دن باعثِ حصولِ برکات ہے۔ مگر ایک رات ایسی ہے جو تمام دنوں، تمام راتوں تمام ساعتوں پر زیادہ فضیلت و اہمیت رکھتی ہے۔ اس رات کا ذکر اللہ ربّ العزت نے اِن آیاتِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا،

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ۝

(پ ۳۰، سورۃ القدر: آیت ۱ تا ۵)

ترجمہ: "بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شبِ قدر میں اتارا، اور تم نے کیا جانا کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبریل (علیہ السلام) اُترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے۔ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔"

وجہ تسمیہ اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہا گیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے، رمضان المبارک کے روزے رکھنے والے، ماہِ رمضان کا احترام کرنے والے، ماہِ رمضان کا اعتکاف کرنے والے بلند رتبہ پاکر ذوالجلال کا قرب حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مراتب کو بلند فرماتا ہے، اور قدر بمعنی شرافت و بزرگی کے بھی ہے اور یقیناً اس رات کو شرافت و بزرگی اور عظمت حاصل ہے۔ نزولِ ملائکہ کی وجہ سے سلامتی حاصل ہوتی ہے۔

○ اس رات میں رات سے صبح تک تجلیاتِ الٰہی بندوں کی طرف متوجہ رہتی ہیں۔
○ اس رات میں ملائکہ آسمان سے اُتر کر عبادت کرنے والوں سے ملاقات کرتے ہیں۔
○ اس رات میں فرشتوں کی ملاقات کی وجہ سے عبادت میں لذت پیدا ہوتی ہے۔
○ اس رات میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا تک نزولِ قرآن ہوا۔
○ اس رات میں فرشتوں کی پیدائش ہوئی۔
○ اس رات میں جنت میں باغات لگائے گئے۔
○ اس رات میں پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔

شبِ قدر کو پوشیدہ کیوں رکھا گیا؟

شب قدر کونسی رات ہے؟ تو عرض ہے حضور سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شبِ قدر کو رمضان شریف کے آخری عشرے میں یعنی طاق راتوں میں تلاش کرو، مگر رات کا تعین نہیں فرمایا یہ اس لئے تاکہ بندگانِ الٰہی اس رات کی جستجو میں دوسری راتوں میں بھی عبادت کر کے ان کی فضیلت کو حاصل کر سکیں۔

○ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمِ اعظم کو مخفی رکھا اسمائے مقدسہ کے درمیان۔
○ اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ولایت کو، اپنے نیک بندوں کے درمیان۔
○ اللہ تعالیٰ نے جمعۃ المبارک کی ایک ساعت کو مخفی رکھا باقی ساعتوں کے درمیان
○ اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کو مخفی رکھا، رمضان شریف کی ساعتوں کے درمیان تاکہ میرے بندے تلاش میں لگے رہیں، اور فضائل و برکات حاصل کر لیں۔
○ اس رات کو اللہ تبارک تعالیٰ نے بے شمار فضائل سے نوازا، اور اس کا نام لیلۃ القدر رکھا۔ یہ نام مبارک اس لئے رکھا تاکہ متلاشیانِ حق اس رات کی قدر و منزلت کو جانتے ہوئے خوشنودیٔ مولا کی خاطر رات عبادت میں بسر کریں

اَنْزَلَ فِيْهَا كِتَابًا ذَا قَدْرٍ — "بڑی قدر ومنزلت والی کتاب اتاری"۔
عَلٰى رَسُوْلٍ ذِيْ قَدْرٍ — "بڑی قدر ومنزلت والے رسول پر اتاری"۔
عَلٰى اُمَّةٍ ذَاتِ قَدْرٍ — "بڑی قدر ومنزلت والی اُمت کے لئے اتاری"۔

سُورۂ قدر کا شانِ نزول

كَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ يَقُوْمُ اللَّيْلَ حَتّٰى يُصْبِحَ ثُمَّ يُجَاهِدُ حَتّٰى يُمْسِيَ فَعَلَ ذٰلِكَ اَلْفَ شَهْرٍ فَتَعَجَّبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔
(تفسیر کبیر ج ۳۲ ص۳۱)

"بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا، جو رات کو صبح تک کھڑے ہو کر عبادت کرتا تھا، پھر صبح ہوتے ہی اپنے بدن پر ہتھیار سجاتا اور دین کے دشمنوں سے جہاد کرتا، یہاں تک کہ شام ہو جاتی۔ اس طرح وہ عبادت کرتا رہا ایک ہزار مہینہ تک، اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو تعجب ہوا تو ان آیاتِ کریمہ کا نزول ہوا۔"

جب حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل کے اس شخص کا واقعہ سنا کہ ایک صالح مرد جس کا نام شمعون یا سمعون تھا، وہ ہزار ماہ تک لگاتار رات کو عبادت کرتا رہا اور دن کو شام تک جہاد کرتا تھا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) ہماری عمریں تو ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوتی ہیں، ہم اس شخص کے برابر کیسے ثواب حاصل کر سکیں گے؟ اس خواہش کے اظہار پر حضور نبی کریم صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے چہرۂ انور پر کچھ آثار نمودار ہوتے — اس لئے کہ حضور نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے:۔

- ○ روزِ محشر میری اُمت اعمال میں تمام اُمتوں سے زیادہ ہو۔
- ○ روزِ محشر میری اُمت حسنات میں تمام اُمتوں سے زیادہ ہو۔
- ○ روزِ محشر میری اُمت نیکیوں میں تمام اُمتوں سے زیادہ ہو۔
- ○ روزِ محشر میری اُمت عظمتوں میں تمام اُمتوں سے زیادہ ہو۔
- ○ روزِ محشر میری اُمت عبادتوں، ریاضتوں میں تمام اُمتوں سے زیادہ ہو۔

چہرۂ والضحیٰ پر تعجب کے آثار کا نمودار ہونا تھا کہ اتنے میں حضرت روح الامین علیہ السلام جلوہ گر ہوتے اور رب العالمین جل شانہٗ کا پیغام لائے کہ اے محبوبِ کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اگرچہ تمہاری امت کی عمریں چھوٹی ہیں، مگر سال میں ہم نے ایک رات ایسی عطا کر دی ہے جو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے — یہ رات لیلۃ القدر کی رات ہے، جو اس میں عبادت کرے گا، وہ بنی اسرائیل کے اس شخص کی عبادت بلکہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ثواب پائے گا (تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ زیرِ آیت ۲۵۷)

لیلۃ القدر کیوں عطا کی گئی؟

قَالَ اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اُرِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْمَارَ النَّاسِ فَاسْتَقْصَرَ اَعْمَارَ اُمَّتِهٖ وَخَافَ اَنْ لَّا يَبْلُغُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مِثْلَ مَا بَلَغَهٗ سَائِرُ الْاُمَمِ فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ (تفسیر کبیر ج۳۲ ص۳۱، تفسیر مظہری)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کی عمروں کا مشاہدہ کروایا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ گزشتہ اُمتوں کے لوگوں کی عمریں بہت لمبی تھیں اور آپ کی اُمت کی عمریں بہت چھوٹی تھیں۔ آپ کو خیال آیا کہ میری امت کے لوگ گزشتہ اُمتوں کی طرح نیکی نہ کر سکیں گے، آپ کا چہرۂ انور غمناک ہو گیا تو آپ کو خوشخبری دی گئی کہ آپ کو لیلۃ القدر عطا کی گئی۔"

Scanned with CamScanner

کون سی لیلۃ القدر؟

- جو ہزار مہینوں کے روزوں سے افضل ہے۔
- جو ہزار مہینوں کے نوافل سے افضل ہے۔
- جو ہزار مہینوں کی نمازوں سے افضل ہے۔
- جو ہزار مہینوں کے جہاد سے افضل ہے۔
- جو سراپا رحمت و برکت ہے
- جو ذریعۂ بخشش و مغفرت ہے۔

شوقِ جہاد

حضرت کعب بن احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ تھا، اُس نے کوئی نیک کام کیا، جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند آگیا۔ اُس زمانے کے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اے اللہ کے نبی (علیہ السلام) فلاں بادشاہ سے کہو کہ وہ کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام بادشاہ تک پہنچا دیا۔ تو اُس نے فوراً دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے اور عرض گزار ہوا: اے اللہ تعالیٰ! میری دُعا ہے کہ میں جان، مال، اولاد سے تیری راہ میں جہاد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ہزار بیٹے عطا فرمائے۔ جب وہ جوان ہوتے، تو اُن میں سے ایک ایک بیٹے کو مال دے کر راہِ خدا میں جہاد پر بھیجتا رہا اور ہر ماہ ایک بیٹا شہید ہوتا رہا اور خود دن رات عبادت میں مصروف رہتا۔ جب ایک بیٹا شہید ہو جاتا، تو دوسرے ماہ دُوسرا بیٹا جہاد کرنے جاتا۔ غرضیکہ بلاناغہ ایک ہزار مہینوں تک اُس نے اپنے بیٹوں کو جہاد کے لئے روانہ فرمایا۔ اور ایک ایک کر کے سب بیٹے شہید ہو گئے اور اب خود بادشاہ جہاد کے لئے نکلا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گیا۔

صحابۂ کرام نے جب یہ سُنا تو رشک کرنے لگے اور کہنے لگے اس بادشاہ کے مرتبے تک کسی کی رسائی نہ ہو گی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس رشک پر اللہ تعالیٰ نے

اپنے لُطف و کرم سے اُمتِ مصطفےٰ (علیہ السلام) کو نوازا اور سُورۃ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ کا نزول ہوا۔

ایہہ رات ہزار مہینے کولوں کامل رُتبے والی
ایہدے وِچ فرقان خزانہ نالے نعمت عالی

اَسّی برس کی عبادت سے افضل

حضرت علی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمتِ عالم رسُولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن بنی اسرائیل کے چار آدمیوں کا ذکر فرمایا۔ جنہوں نے لگاتار اسّی برس عبادت کی اور اس عرصہ میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نافرمانی نہیں کی۔ ان میں سے ایک حضرت ایوب، دوسرے حضرت زکریا تیسرے حزقیل بن عجوز اور چوتھے حضرت یوشع بن نون علیہم السلام تھے۔ آپ کے اسی فرمان پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تعجب کیا۔

فَاَتَاہُ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ) عَجِبَتْ اُمَّتُکَ مِنْ عِبَادَۃِ ھٰؤُلَآءِ النَّفَرِ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ خَیْرًا مِّنْ ذَالِکَ فَقَرَءَ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ۔

(تفسیر رُوح المعانی ص — تفسیر خازن ص ۳۹۷ ج ۲ تفسیر قرطبی ص ۱۳۰ ج ۲)

"تو حضور انور رہبرِ کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوتے اور عرض کی یا رسُول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ کی اُمت ان کی اسّی سال کی عبادت کرنے پر تعجب کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس سے بہتر نازل فرمایا۔ پھر اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ کی تلاوت کی۔"

الغرض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں کی پاکی و تطہیر، صوم و صلوٰۃ و جہاد اور اُن کے تقدس کا ذکر سُن کر بے تاب ہو رہے تھے کہ ربّ العالمین جل شانہ نے اپنے محبوب مکرم رسُولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

غلاموں کے بے چین دلوں کی جانب نگاہِ لطف فرما کر جبریل علیہ السلام کو بھیجا کہ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام دے دو کہ بنی اسرائیل کے متقی اور عبادت گزار لوگوں کے ذکر کو سن کر اُن پر رشک کرنے والے غلاموں کو خوشخبری دے دیں کہ اللہ کریم نے تمہیں ایک ایسی رات سے نوازا ہے، جس کی عبادت و ریاضت و شب بیداری اسّی سال کے عبادت گزاروں کے زہد و تقویٰ سے افضل ترین ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن)

فرشتوں کا نزول

حضور سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَأْمُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَا جِبْرِيْلُ (عَلَيْهِ السَّلَام) فَيَهْبِطُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ وَمَعَهُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ فِيْ هٰذِهِ لَيْلَةِ وَغَفَرَ لَهُمْ۔ (الترغیب ص۱۰۱ ج۲)

"جب لیلۃ القدر کی رات آتی ہے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو حکم کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین کی طرف پرواز کرتے ہیں، ان فرشتوں کے جھرمٹ کے پاس سے ایک سبز رنگ کا پرچم ہوتا ہے جسے یہ کعبہ کی چھت پر گاڑ دیتے ہیں اور اس رات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نگاہِ رحمت فرماتا ہے اور اُن کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

نازل ہون فرشتے سارے دُنیا اندر آون
مجلس ڈھونڈن نیکاں والی جس جگہ وچ پاون

اُمتِ مصطفےٰ علیہ السلام کی خصوصیت

اِنَّ اللّٰهَ وَهَبَ لِاُمَّتِیْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَمْ يُعْطِهَا مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ۔

(تفسیر دُرِّ منثور ج۶ ص۳۷۱)

ترجمہ: "یہ مقدس رات اللہ تعالیٰ نے فقط میری اُمّت کو عطا فرمائی، سابقہ اُمتوں میں سے کسی کو یہ شرف نہ ملا۔"

لیلۃُ القدر کی تلاش

لیلۃ القدر کون سی رات ہے؟ اس کے بارے میں محققین کے بہت سے اقوال ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کی طرف لیلۃ القدر کے بارے میں بتانے کے لئے کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہوگی، تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دو مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ آپ نے اُن کو لڑتے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ۔ (بخاری شریف ج۱، ص۲۷)

"میں تمہیں شب قدر کے بارے میں اطلاع دینے آیا تھا، مگر فلاں فلاں کی لڑائی کی وجہ سے اس کا تعین اٹھا لیا گیا۔ اب تم اس رات کو انتیس۲۹، ستائیس۲۷ اور پچیس۲۵ رات کی تاریخوں میں تلاش کرو۔"

لیلۃُ القدر کو پوشیدہ رکھنے کی حکمتیں

اللہ رب العزت نے لیلۃ القدر کو مخفی اور پوشیدہ رکھا۔

- اولیاء اللہ کو تمام بندوں میں چھپا دیا تاکہ سب بندوں کا احترام باقی رہے۔
- نماز وسطیٰ کو چھپا دیا تاکہ تمام نمازوں کی حفاظت کی جائے۔
- موت کا وقت چھپا دیا تاکہ ہر وقت خوفِ خدا قائم رہے۔
- جمعہ میں دعا کی قبولیت کی گھڑی کو چھپا دیا تاکہ تلاش میں پورے جمعہ کے وقت کا ثواب حاصل ہو جائے۔

Scanned with CamScanner

- دعاؤں میں قبولیت والی دعا کو چھپا دیا تاکہ بندہ خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے
- لیلۃ القدر کو اس لئے پوشیدہ رکھا کہ رمضان کی راتوں کو فضیلت حاصل ہو جائے
- لیلۃ القدر کو اس لئے پوشیدہ رکھا کہ طاق راتوں میں جاگ کر ان کا ثواب پالے
- لیلۃ القدر اگر معین ہوتی، تو اس میں عبادت نہ کرنے والا بہت بڑا مجرم بن جاتا۔
- لیلۃ القدر اگر معین ہوتی، تو اس میں نہ جاگنے والا محروم کہلاتا۔
- لیلۃ القدر اگر معین ہوتی، تو اس کی شب بیداری فرض ہو جاتی۔

اور اگر اولیاء اللہ، سجدہ ریزوں، عبادت گزاروں، پرہیزگاروں کی بات پوچھتے ہو تو ان کے لئے تو ہر شب، شب قدر ہے۔ ع "ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی"۔

عارف ربانی حضرت عمر بن فارسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں؛

وَكُلُّ اللَّيَالِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ اِنْ دَنَتْ
كَمَا كُلُّ اَيَّامِ اللِّقَاءِ يَوْمُ جُمُعَةٍ

"اگر محبوب کا قرب نصیب ہو جائے تو ساری راتیں لیلۃ القدر ہیں، جس طرح اس کی ملاقات کا ہر دن جمعہ کا دن ہے" (روح المعانی)

غرضیکہ رات شب قدر میں جس طرح شب بیداری پر ہزار ماہ کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح اگر لیلۃ القدر معین ہو جاتی، تو اطاعت نہ کرنے والے کو ہزار ماہ سے زیادہ نافرمانی کی سزا ملتی۔

ایک دن حضور نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور ایک شخص کو سوتے ہوئے پایا تو ارشاد فرمایا: يَا عَلِيُّ نَبِّهْهُ "اے علی! اسے جگائیں" لِيَتَوَضَّأَ "تاکہ یہ وضو کرے"۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اسے جگا دیا اور بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عرض کیا؛

إِنَّكَ سَبَّاقٌ إِلَى الْخَيْرَاتِ فَلِمَا تُنَبِّهْهُ "بے شک آپ نیکیاں کمانے میں پہل فرمانے والے ہیں، پھر آپ نے اسے کیوں نہ جگایا؟" قَالَ رَدُّهُ عَلَيْكَ لَيْسَ بِكُفْرٍ فَعَلْتُ ذَالِكَ لِتَخِفَّ جِنَايَتُهُ لَوْ أَبَى۔ "آپ نے فرمایا، اس کا تجھ پر انکار کرنا گناہ نہیں اور میں نے اس لئے نہ جگایا کہ اگر انکار بھی کر دے، تو اس کا گناہ کم رہے"۔ (تفسیر کبیر ج ۳۲، ص ۲۹)

ملائکہ کے خدشے کا ازالہ

اللہ رب العزت نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانا چاہا، تو فرشتوں سے مشورہ کیا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ تو فرشتوں نے عرض کی کہ ہم تیری تسبیح و تقدیس کے لئے کافی ہیں۔ زمین میں فساد برپا کرنے والے خون ریز انسان کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ "جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے"۔

رمضان المبارک میں جب اللہ تعالیٰ کا بندہ رضائے الٰہی کے لئے روزہ رکھتا ہے اور رمضان المبارک کی بابرکت راتوں میں شب قدر کی جستجو کرتا ہے۔ اور رمضان المبارک کی ہر ہر رات میں لیلۃ القدر کی جستجو کے لئے عبادت کرتا ہے کہ شاید یہ رات لیلۃ القدر ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے پر خلوص بندوں کی اس کامل جستجو کو ملاحظہ فرما کر فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے؛

كُنْتُمْ تَقُولُونَ فِيهِمْ يُفْسِدُونَ وَيَسْفِكُونَ الدِّمَاءَ فَهَذَا اجْتِهَادُهُ فِي اللَّيْلَةِ الْمَظْنُونَةِ لَوْ جَعَلْتُهَا مَعْلُومَةً لَهُ۔ (تفسیر کبیر ج ۳۲، ص ۲۹)

"اے فرشتو! تم کہتے تھے کہ تو ان لوگوں کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے جو زمین میں فساد کریں گے، خون ریزی اور قتل و غارت گری کر کے خون کی ندیاں بہائیں گے۔

Scanned with CamScanner

(دیکھو فرشتو! یہ وہی بندے ہیں، جو اس چھپی ہوئی رات کی جستجو میں سربسجود ہیں۔ اگر انہیں اس رات کا علم ہوتا تو یہ کس قدر عبادت و ریاضت کرتے)
میں نے تمہیں کہا تھا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔" آج میں تمہیں وہ حکمت بتارہا ہوں کہ انسان کو کس لئے پیدا کیا گیا۔

آخری عشرہ

برادران اسلام! یوں تو ہر شب رمضان، شب قدر ہے مگر لیلۃ القدر کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بیان فرمایا: اِلْتَمِسُوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِیْ عَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنَ الرَّمَضَانَ -
"رمضان شریف کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔" (   )

اور بخاری شریف کی حدیث مبارک یوں ہے:-
تَحَرَّوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ
"شب قدر رمضان شریف کی آخری راتوں میں تلاش کرو۔"

ستائیسویں شب

اگرچہ آخری عشرے کی طاق راتوں کا ذکر اور ان میں ہر رات کی فضیلت کا ذکر پایا جاتا ہے، مگر

- ○ اکثریت بزرگان دین کا قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر، ستائیسویں رات ہے۔
- ○ علماء دین کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔
- ○ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "میں قسم کھاتا ہوں لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔" (نسفی — رُوح المعانی، ج ، ص۲۲)

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم، رسول عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو طلوع شمس کی شعاعوں کی نشانی ارشاد فرمائی، وہ ستائیسویں رات ہے۔
(تفسیر دُرِّ منثور ج   ص   )

امام المفسرین حضرت امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ملاحظہ فرمائیں؛

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ تِسْعَۃُ حُرُوْفٍ وَھُوَ مَذْکُوْرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَتَکُوْنُ السَّابِعَۃَ وَالْعِشْرِیْنَ - (تفسیر کبیر ج۳۲، ص۳۰)
"لیلۃ القدر کے نو حروف ہیں، اور اس کا تین بار تکرار آیا ہے تو مجموعہ ستائیس ہوگا"

- ○ لیلۃ القدر کو رمضان کی اکیسویں رات کو تلاش کرو۔
- ○ لیلۃ القدر کو رمضان کی تیئیسویں رات کو تلاش کرو۔
- ○ لیلۃ القدر کو رمضان کی پچیسویں رات کو تلاش کرو۔
- ○ لیلۃ القدر کو رمضان کی ستائیسویں رات کو تلاش کرو۔
- ○ لیلۃ القدر کو رمضان کی انتیسویں رات کو تلاش کرو۔
- ○ اور لیلۃ القدر کو رمضان کی ستائیسویں رات یقیناً سمجھو۔
- ○ لیلۃ القدر کی ستائیسویں رات محققین کا قول سمجھو۔
- ○ لیلۃ القدر ستائیسویں رات کو اکثریت کا قول سمجھو
- ○ اور یقین جانو اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر ضرور عطا فرمائے گا۔

لیلۃ القدر کی علامتیں

لیلۃ القدر کا ذکر ہوا، اب اس کی علامات ملاحظہ فرمائیں،

- ○ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "اس رات کی صبح ایسی ہوتی ہے کہ سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوگا۔" (مسلم شریف ص   )
- ○ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "یہ رات معتدل ہوگی، اور روشن اور صاف ہوگی۔" (   )
- ○ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "اس رات کوئی بیماری پیدا نہیں ہوتی۔" (طبری ص   )
- ○ اِس رات درخت سجدہ ریز ہوتے ہیں ○ اِس رات فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

- اس رات رقت طاری ہو جاتی ہے ○ اس رات لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔
- اس رات کیف و سرور آتا ہے ○ اس رات خوشبو آتی ہے۔

صاحبِ رُوح المعانی کا بیان

صاحب رُوح المعانی نقل فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو اللہ تعالیٰ جبرائیل امین علیہ السلام کو زمین پر اُترنے کا حکم دیتا ہے، تو جبرئیل امین علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ چار جھنڈے لے کر اُترتے ہیں اور ایک جھنڈا خانہ کعبہ پر، دُوسرا گنبدِ خضراء پر، تیسرا مسجدِ اقصیٰ پر اور چوتھا طُورِ سینا پر لگا دیتے ہیں۔ پھر یہ فرشتے جبرائیل علیہ السلام کے حکم سے رُوئے زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ سوائے اس گھر کے جس میں کُتا، خنزیر، شراب اور فوٹو لگی ہوئی ہو، ہر گھر میں جاتے ہیں اور صبح تک تسبیح و تہلیل اور ایمان والوں کی مغفرت کی دُعاؤں میں مصروف رہتے ہیں۔ صبح صادق کے وقت بہ آسمان پر جاتے ہیں، جہاں باقی فرشتے اُن کا استقبال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ تو یہ جواب دیتے ہیں، كُنَّا فِى الدُّنْيَا لِاَنَّ اللَّيْلَةَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"ہم دُنیا میں تھے، اس لئے کہ گزشتہ رات امتِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے لیلۃ القدر کی رات مبارکہ تھی۔"

اب فرشتے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حاجتوں کے بارے میں کیا حکم دیا؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا:-

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى غَفَرَ لِصَالِحِهِمْ وَشَفَّعَهُمْ فِىْ طَالِحِهِمْ۔

"بیشک اللہ تعالیٰ نے نیکوں کو بخش دیا اور گنہ گاروں کے حق میں (نیکوں کی) شفاعت قبول فرمائی۔"

یہ سُن کر فرشتے تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور یہ سلسلہ تمام آسمانوں میں پھیل جاتا ہے۔ اب عرشِ الٰہی بارگاہِ رب العالمین میں عرض کرتا ہے: "اے اللہ تبارک و تعالیٰ! مجھے خبر

پہنچی ہے کہ تو نے اُمتِ مصطفےٰ علیہ السلام کے نیکوں کو بخش دیا اور گنہ گاروں کے حق میں نیکوں کی سفارش کو قبول فرما لیا؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

صَدَقْتَ يَا عَرْشِىْ ـــ "اے عرش! تو نے سچ کہا۔"

وَلِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عِنْدِىْ اَلْكَرَامَةُ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔

اور اُمتِ مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے میرے پاس وہ اعزاز (بلند مرتبہ) ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی دل پر خیال گزرا (رُوح المعانی)

- ○ لیلۃُ القدر میں جبریل امین (علیہ السلام) کا نزول ہوتا ہے۔
- ○ لیلۃُ القدر میں ستر ہزار فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔
- ○ لیلۃ القدر میں رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔
- ○ لیلۃُ القدر میں صالحین و مومنین کی بخشش ہوتی ہے۔
- ○ لیلۃُ القدر میں سیہ کاروں کی شفاعت ہوتی ہے۔
- ○ لیلۃُ القدر میں ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ اجر ملتا ہے۔
- ○ لیلۃ القدر کی رحمت زندوں کو حاصل ہوتی ہے۔
- ○ لیلۃُ القدر کی رحمت مُردوں تک پہنچتی ہے۔

اہلِ ذکر کی تلاش

اللہ رب العزت جل شانہٗ ارشاد فرماتا ہے: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا

"اس میں فرشتے اترتے ہیں اور رُوح الامین یعنی جبریل علیہ السلام بھی۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً يَّطُوْفُوْنَ فِى الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ

اللّٰہ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۹۷)

"بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے چکر لگاتے ہیں، راستوں پر اور تلاش کرتے ہیں ذکر کرنے والوں کو، پھر جب کسی ایسی قوم کو پالیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، تو پکارتے ہیں دوسرے فرشتوں کو ادھر آؤ، جن کی تلاش میں تم ہو، وہ یہاں ہیں۔"

نامے عملوں درج کرینداے نیکی ہر ہر والوں
عیب تمامی بخشے خالق درجہ کامل سالوں

لیلۃ القدر کے نوافل

برادران اسلام! اگر لیلۃ القدر کی عظمت بیان کی جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ مگر اختصار سے کام لیتے ہوئے آخر میں نوافل اور ان کا طریقہ کار ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے قبول فرمائے۔ آمین!

○ جو شخص اس طرح نفل پڑھے کہ چار رکعت کی نیت کرلے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھے، ہر رکعت کو اسی طرح پڑھے، تو موت کی تنگی سے محفوظ و مامون رہے گا۔ (نزہۃ المجالس ص۔)

○ جو شخص دو رکعت نفل پڑھے، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد سات دفعہ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سات مرتبہ یوں پڑھے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهٗ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔

(میں اپنے ہر گناہ کی جو میں نے کیا، اپنے پروردگار سے معافی مانگتا ہوں اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں) پڑھے۔ یہ شخص ابھی اپنی جگہ سے اٹھے گا نہیں کہ حَتّٰی یَغْفِرُ اللّٰهُ لَهٗ وَلِاَبَوَیْهِ وَیَبْعَثُ اللّٰهُ تَعَالٰی مَلٰٓئِکَةً اِلَی الْجِنَانِ یَغْرِسُوْنَ لَهُ الْاَشْجَارَ وَیَبْنُوْنَ الْقُصُوْرَ وَیُجْرُوْنَ الْاَنْهَارَ وَلَا یَخْرُجُ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی یَرٰی ذٰلِکَ کُلَّهٗ۔ (درۃ الناصحین ص۲۷۲)

"یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اور اس کے والدین کی بخشش فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ ملائکہ کو جنت میں بھیجے گا تاکہ اس کے لئے درخت لگائیں اور نہریں جاری کریں اور محل بنائیں، پس وہ شخص دنیا سے مرکر اس وقت تک نہیں نکلے گا، جب تک وہ ان تمام چیزوں کو نہ دیکھ لے۔" (درۃ الناصحین ص۲۷۲ بحوالہ تفسیر حنفی (تفسیر عزیزی ص ـــ)

○ چار رکعت نفل پڑھے ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۃ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ایک بار (پوری سورۃ) اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ستائیس بار پڑھے تو یہ شخص گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتے گا، جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ایک ہزار محل عطا فرمائے گا۔"

○ چار نفل یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر تین مرتبہ اور سورۃ اخلاص پچاس مرتبہ اور سلام پھیر کر سجدہ میں جا کر سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ کہے اور اس کے بعد دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا قبول فرمائے گا۔ بیشمار نعمتیں عطا فرمائے گا اور اس کے سب گناہ بخش دے گا۔

○ دو رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ قدر ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھے۔ اس کو شب قدر کا ثواب عطا فرمایا جائے گا اور اس کو حضرت ادریس، شعیب، داؤد اور نوح علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ثواب عطا کیا جائے اور جنت میں مشرق سے مغرب تک ایک شہر عطا فرمایا جائے گا۔

○ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو کیا کروں؟ ارشاد فرمایا، کثرت سے پڑھنا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ

اے مسلمانو! اس ماہ عظیم کی روح افزا بہاریں لوٹ لو جس کی ایک رات کا یہ حال ہے کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ لم یزل میں عرض کی، "اے اللہ! میں تیرا

قُرب چاہتا ہوں؟ تو اللہ ربُ العزّت نے ارشاد فرمایا: "میرا قُرب اُسے حاصل ہے، جو لیلۃُ القدر کو رات بھر جاگے۔"

ے شب وہی شب، دن وہی دن ہے جو تیری یاد میں گُزر جاتے

○ "اے اللہ! میں تیری رحمت کو دیکھنا چاہتا ہوں؟" فرمایا:
"رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو لیلۃ القدر میں مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔"

○ "اے اللہ! میں پُل صراط پر بجلی کی طرح سے گزرنا چاہتا ہوں؟" ارشاد فرمایا،
"یہ اُس کے لئے ہے، جو لیلۃُ القدر کو صدقہ کرے۔"

○ اے اللہ! میں ارادہ کرتا ہوں جنّت کے درختوں کے نیچے بیٹھنے اور پھلوں کے کھانے کا؟
ارشاد فرمایا: "یہ اس شخص کے لئے ہے، جو لیلۃُ القدر کو تسبیح کرے۔"

○ "اے اللہ! میں جہنّم سے خلاصی چاہتا ہوں۔؟" ارشاد فرمایا،
"یہ اُس شخص کے لئے ہے، جو لیلۃ القدر کی صبح تک استغفار کرے۔"

○ "اے اللہ! میں تیری رضا اور خوشنودی چاہتا ہوں؟" ارشاد فرمایا،
"یہ اس شخص کے لئے ہے، جو لیلۃ القدر کو دو رکعتیں پڑھے۔"

(تذکرۃ الواعظین صفحہ ۲۷۲، مطبوعہ مصر)

یہ بات ذہن میں رکھیں یہ تمام چیزیں جو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تھیں، اپنی ذات کے لئے نہیں، بلکہ اپنی امت کے لئے مانگی تھیں، اس لئے کہ شانِ نبوت کو تو یہ تمام بلکہ اس سے اعلیٰ وارفع نعمتیں حاصل ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سب کچھ اُس اُمت کے لئے ہے جو لیلۃ القدر کو شب بیداری، تسبیح و استغفار کرے اور نوافل پڑھے اور یاد رکھو لیلۃُ القدر صرف اپنے محبوب مکرّم رسُولِ معظّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کو عطا فرمائی۔

اللہ اللہ! یہ کس قدر رحمتوں اور برکتوں والی رات ہے:

○ لیلۃُ القدر قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔
○ لیلۃُ القدر تجلیاتِ الٰہی کے نزول کا ذریعہ ہے۔

○ لیلۃُ القدر ہزار مہینوں کی عبادت کے ثواب کا ذریعہ ہے۔
○ لیلۃُ القدر ہزار مہینوں کے جہاد کے ثواب کا ذریعہ ہے۔
○ لیلۃُ القدر فرشتوں کے نزول کا ذریعہ ہے۔
○ لیلۃُ القدر تسبیح و تہلیل کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔
○ لیلۃُ القدر گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔
○ لیلۃُ القدر درجات کی بُلندی کا ذریعہ ہے۔
○ لیلۃُ القدر نوافل کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔
○ لیلۃُ القدر دُعاؤں کی اجابت کا ذریعہ ہے۔

اس لئے آؤ شبِ قدر کو تلاش کریں — اِس کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں۔

○ اور رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو شب بیداری کر کے
○ سیاہ کار آنکھوں سے آنسو بہا کر ○ سرِ نیاز کو سجدوں میں جُھکا کر
○ تسبیح و تہلیل کو وردِ زباں بنا کر ○ دلوں کو عاجزی سے جُھکا کر
○ اپنے ہاتھوں کو دُعا کے لئے پھیلا کر ○ اپنے دلوں کو انکساری سے سجا کر
○ اپنے کشکولِ حیات کو، نورِ رحمت، نورِ ایماں سے بھر لو،
○ رُوح افزا بہاروں کو لُوٹ لو ○ نامۂ اعمال کی سیاہیوں کو دھو لو
○ مغفرتوں کو حاصل کر لو ○ دِل کی بنجر زمینوں کو آباد کر لو

تاکہ صبحِ نور کی پھوٹتے ہی آسمانوں سے صدا بُلند ہو ○ فرشتوں کی زبانوں پہ غلغلہ ہو کہ آج کی رات بیدار رہنے والوں، سجدہ کرنے والوں، تسبیح پڑھنے والوں کو اللہ ربُ العزت نے بخش دیا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ رحمتیں، یہ راحتیں، یہ مغفرتیں سب مسلمانوں کو نصیب فرمائے اور اپنے حبیب مکرم رسُولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین! وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

Scanned with CamScanner

اعتکاف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُنْقَسِمِ الْمُحْسِنُ الدَّیَّانَ ذِی الْفَضْلِ وَالْجُوْدِ وَالْاِحْسَانِ الَّذِیْ اَوْرَدَ عَلَیْنَا شَہْرَ رَمَضَانَ شَہْرٌ فِیْہَا اِعْتِکَافٌ وَّ رَحْمَۃٌ وَّغُفْرَانٌ وَّ کَفَارَۃٌ لِّلسَّیِّئَاتِ وَعُتَقَاءُ مِنَ النِّیْرَانِ وَنَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ

(سُورۂ بقرہ، آیت ۱۸۷، پ ۲)

"اور نہ مُباشرت کرو، ان (عورتوں) سے، جبکہ تم اعتکاف بیٹھے ہو مسجدوں میں۔"

اس آیتِ کریمہ سے ظاہر ہے کہ اپنی بیویوں سے مُباشرت رمضان شریف کی راتوں میں اس وقت جائز ہے، جب اعتکاف میں نہ ہوں اور جب اعتکاف ہو، رات میں بھی مباشرت جائز نہیں ہے۔ نہایت یکسوئی سے مولا کریم کی یاد کرنی چاہیئے، صرف اُسی ذاتِ پاک کی طرف متوجہ ہو کر ذکر و اذکار اور تلاوتِ قرآن کی جائے

؎ دل میں ہو یاد تیری گوشۂ تنہائی ہو   پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

برادرانِ اسلام! اعتکاف خلوت نشینی اور گوشۂ تنہائی میں یادِ الٰہی میں مصروف رہنے کا نام ہے۔ سابقہ اُمتوں کے لوگ خلوت نشین ہو کر یہ سمجھتے تھے کہ ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں، لیکن خلوت میں رہ کر بھی وہ لوگ، وہ مرتبہ و مقام حاصل نہ کر سکے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم رسُولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے اُمتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا، بندۂ مومن جب علائقِ دُنیاوی سے کٹ کر، آلائشِ دُنیاوی اور خواہشاتِ نفسانی سے دُور رہ کر، مخلوق سے علیحدہ ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے لَو لگا کر ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتا ہے، تو اُس کے یہ چند یوم برسوں کی عبادت و ریاضت، محنت و مشقت پر بھاری ہو جاتے ہیں، پھر دل کی بنجر اور ویران دُنیا معرفت سے آباد ہو جاتی ہے۔ خوفِ خدا کی ہریالی، سجدوں کی بہار، ذکر کے گلدستے اس کے دل پر سجنے لگتے ہیں۔

اعتکاف کس قدر حسین اور دل نشین امتزاج ہے، جس میں بندہ بیٹھ کر اپنے نفس کا محاسبہ کر کے ایک مجرم کی حیثیت بارگاہِ ربّ العالمین میں پیش کر کے اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہا کر تصفیۂ باطن کر کے قربِ خدا کی دولت سے بہرہ ور ہو سکے۔ اس لیے کہ نفس اپنی خلقت و ماہیت کے اعتبار سے بُری خصلتوں کا مرقع و مرکز ہے حرص و ہوا، تکبّر و غرور، حسد و کینہ، عیاری و مکاری، یہ سب نفس کی بُری خصلتیں ہیں:

- ○ نفس سخی کو، سخاوت کا گھمنڈ اور اچھا گمان دلا کر ہلاک کر دیتا ہے۔
- ○ نفس مجاہد کو، خود پسندی کا فریب دلا کر ہلاک کر دیتا ہے۔
- ○ نفس عالم کو، علم کے گھمنڈ میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔
- ○ نفس پیرانِ عظام کو، خود فریبی پر اُکسا کر ہلاک کر دیتا ہے۔
- ○ نفس عابدوں کو، دوسروں کو حقیر سمجھنے اور خود کو برتری کے جال میں پھنسا کر ہلاک کر دیتا ہے۔
- ○ نفس تکبّر و غرور کا پُتلا ہے ○ نفس عیار و مکار ہے۔

○ نفس شیطانی خواہشات کو پورا کرتا ہے ○ نفس ظالم ہے جس کی وجہ سے انسانی
ظلمت میں ہے۔ پھر جب مسلمان چند روز تنہائی میں رہ کر خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، تو،
○ کثرتِ مجاہدہ سے نفس کمزور ہو جاتا ہے ○ گریہ وزاری سے نفسانی آلائشیں
دُھل جاتی ہیں ○ سجدہ ریزی سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ○ پھر اس خلوتِ
اعتکاف میں محبوب کی جلوت نصیب ہو جاتی ہے اور انسان اس آیت کریمہ کا مصداق
ہو جاتا ہے،

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (پ سورۂ نور آیت ۳۷)

"اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ انہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ
کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔"

اللہ تعالیٰ کے ایسے ہی بندے قربِ الٰہی کی دولت سے سرشار ہو جاتے ہیں۔

؎ یارب تیری رحمت کا ملا جس کو سہارا
چمکا ہے ضرور اُس کے مقدر کا ستارا

اعتکاف کا حکم ارشادِ خداوندی ہے:۔ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ (سورۃ بقرہ، آیت: ۱۸۷)

"اور عورتوں کو ہاتھ تک نہ لگاؤ، جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو"
عبادت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد میں گنتی کے دن ٹھہرنے کا نام اعتکاف
ہے، اور اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ **اعتکافِ واجب**: اگر کوئی شخص منت مانے کہ اگر میرا یہ کام ہو جائے،
تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، جب وہ کام ہو جائے، تو اتنے دن اعتکاف کرنا واجب ہے۔

۲۔ **اعتکاف سنتِ مؤکدہ**: رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف،
اعتکافِ سنتِ مؤکدہ ہے۔ بیس ۲۰ رمضان المبارک کو غروبِ آفتاب سے قبل مسجد میں

داخل ہو جائے، اور ۲۹ کو اگر عید کا چاند نظر آنے پر یا ۳۰ روزے مکمل کرنے کے بعد مسجد سے
نکلے۔ یہ اعتکاف سنتِ مؤکدہ کفایہ ہے۔ یعنی اگر ایک آدمی بھی اعتکاف کر لے تو سب
(اہلِ محلہ) اعتکاف سے بری ہو گئے اور اگر کوئی بھی اعتکاف نہ کرے، تو سب گنہگار ہیں،
اِس اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔ (درِ مختار، ج ۲، ص ۱۲۹)

۳۔ **اعتکافِ مستحب**: وہ یہ ہے کہ اعتکاف کی نیت سے مسجد میں
داخل ہو، جب تک مسجد میں رہے گا، اعتکاف کا ثواب پائے گا۔

؎ بھول جاؤ گے غم زمانے کے   یاد میں اُس کی محو ہو جاؤ

اعتکاف کی خصوصیت

رُوِيَ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِيْ
رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ اَوْ عُمْرَتَيْنِ (الترغیب ص ۱۵۹ ج ۲، کشف الغمہ ص ۲۱۲ ج ۱)

"حضرت علی ابن حسین اپنے باپ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رمضان
کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، وہ ایسے ہے جیسے کہ اُس نے دو حج یا دو عمرے کئے۔"

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ
وَيُجْزٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا۔
(مشکوٰۃ ص ۱۸۳، ابن ماجہ ص)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے ارشاد فرمایا کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی
ہیں کہ جتنی تمام نیکیاں کرنے والے کے لئے۔"

Scanned with CamScanner

اس حدیثِ مقدّس سے اِعتکاف کا فائدہ معلوم ہوا:

- مُعتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔
- مُعتکف بُرائیوں اور لغو باتوں سے بچ جاتا ہے۔
- مُعتکف جھُوٹ اور غیبت سے بچ جاتا ہے۔
- مُعتکف بوجہ اِعتکاف جن نیک کاموں میں شامل نہیں ہوسکتا، اُن کا بھی اُسے ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

جہنّم سے دُوری کا ذریعہ

حضور سیدالعالمین رحمۃ للعالمین ختم المرسلین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا اِبْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ۔ (کشفُ الغمہ ج ۱ ص ۲۱۲)

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف بیٹھے گا، اللہ تعالیٰ اس شخص اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں جتنی (آڑ) بنا دے گا، جس کی مسافت زمین و آسمان کی مُسافت سے بہت زیادہ ہے۔"

تو معلوم ہوا: ○ اعتکاف رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔
○ اعتکاف جہنّم سے دُوری کا ذریعہ ہے ○ اعتکاف گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

آخر دس دن سرورِ عالم عاکِف ہر سالوں
مسجد گھر نزدیک نبی دا بیٹھن فضل کمالوں

عاکِف مسجد وچوں ہرگز باہر مُول نہ جاوے
جائز ہے جے نکلے باہر حاجت پیش جو آوے

بندہ وُہی تعریف کے لائق ہے جہاں میں
جو تیری عبادت میں شب و روز گزارے

مسائلِ اعتکاف

جب اعتکاف کریں نیت یہ کریں کہ میں یہ اعتکاف اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہوں اور اس نیت کے ساتھ ۲۰ رمضان المبارک کو عصر کے بعد سُورج غروب ہونے سے قبل ایسی مسجد جس میں جماعت ہو یا جامع مسجد میں داخل ہو جائے۔ عورت اپنے گھر کا کوئی حِصہ یا کمرے کا کوئی کونہ مقرر کرلے۔

- مرد کے لئے مسجد اور عورت کے لئے اپنی مقرر کردہ گھر کی جگہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ بغیر ضرورتِ انسانی مثلاً پیشاب، پاخانہ، وضو، غسل فرض وغیرہ کے نکلنا حرام ہے اگر بلا ضرورت نِکلے، تو اعتکاف ٹوٹ جائے اگرچہ بھُول کر نکلے۔ (درمختار ج ۲ ص ۱۸۱)
- اعتکاف کرنے والا دن رات مسجد میں ہی رہے گا، وہیں کھائے پیئے اور سوئے۔ معتکف کے علاوہ کسی شخص کو مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی اجازت نہیں، اگر ایسا کرنا چاہے تو اعتکافِ مُستحب کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو تو اُس کے لئے کھانے پینے اور سونے کی اجازت ہے۔ (درِّمختار، ج ۲ ص ۱۳۴)
- اِعتکاف کرنے والا بالکل چُپ نہ رہے اور نہ لوگوں سے بلا ضرورت بات کرے ضرورت کی چیز منگوا سکتا ہے۔ دُنیاوی گفتگو ہرگز نہ کرے۔ نماز، نوافل، تلاوت، دینی کتب کے مطالعہ اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے۔ (درِ مختار، ج ۲، ص ۱۳۲)
- اعتکاف میں اس لئے چپ رہے کہ چُپ رہنا ثواب ہے۔ یہ مکروہ تحریمی ہے، اور اگر ویسے ہی یعنی ثواب کی نیت کے بغیر چُپ رہے تو حرج نہیں۔ (دُرِّ مختار ج ۲ ص ۱۰۵)

ایک اہم گذارش! برادرانِ گرامی! اِعتکاف ہو یا کوئی اور عبادت ہو، ہر عبادت کی بنیاد نیت ہے۔ حضور نبی اکرم رسُولِ محترم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ "تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔"

لہٰذا جب اعتکاف کریں، تو خالص رضائے الٰہی کے لئے کریں اور پھر اعتکاف میں جو چاہیں اپنے اللہ کریم سے مانگ لیں، تو چاہیے اعتکاف کی نیت فقط رضائے الٰہی کے لئے ہو۔

Scanned with CamScanner

تو معلوم ھوا کہ: ○ اعتکاف: خالقِ حقیقی سے لو لگانے کا ذریعہ ہے۔

○ اِعتکاف: نفسِ امّارہ کی سرکوبی کا ذریعہ ہے۔

○ اِعتکاف: قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

○ اِعتکاف: تکبّر و غرور سے نجات کا ذریعہ ہے۔

○ اِعتکاف: دو حجِ مبرور اور دو مقبول عمروں کا ذریعہ ہے۔

○ اِعتکاف: جہنّم سے دُوری کا ذریعہ ہے۔

○ اِعتکاف: گُناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔

○ اعتکاف: حسنات و درجات کے حصول کا ذریعہ ہے۔

اِعتکاف ضرور کریں، رمضان شریف کے آخری عشرہ میں کریں اور اگر نہ ہو سکے، تو مُستحب اعتکاف کریں۔ اِعتکاف کی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ جلوت عطا فرمائے۔ (آمین!)

؎ مجمعہ نمازوں وضو غسلوں اور پاخانے جاوے
کرے پیشاب تے نک جھاڑے دیر نہ ہرگز لاوے

؎ ہک ساعت بے عُذرا جے کوئی باہر مسجد جاوے
فاسد ہے اعتکاف بندے دو اشارع حکم سناوے

؎ حد مسجد دی، جتنے اندر سجدہ کیتا جاندا
نیّت شرط ضروری لازم، بندہ آکھ سناندا

؎ روزِ حشر دے گرمی ہوسی سایہ ہتھ نہ آوے
تلے عرش دے سب تھیں اوّل عاکف سایہ پاوے

؎ کھانا کھاسی جنت جاسی پاوے عیش بہاراں یارب کریں نصیب بندے نوں مومن دوست یاراں

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کے اعتکاف کی برکتیں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!) وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

عیدُ الفطر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ ھٰذَا الشَّھْرَ مَبْدَءَ الْاِحْرَام وَجَعَلَہٗ شَھْرًا مُحْتَرَمًا بَیْنَ الشُّھُوْرِ الْعَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہِ الْکِرَامِ وَ اَصْحَابِہِ الْعِظَامِ اَجْمَعِیْنَ ط اَمَّا بَعْدُ ط

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَ لِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰاکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ (سُورۃ بقرہ: پ۲ - آیت: ۱۸۵)

ترجمہ: "تم گنتی پوری کر لیا کرو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کیا کرو، اِس پر کہ اُس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گزاری کیا کرو۔"

برادرانِ اسلام! آج عید المبارک کا دن ہے، اور عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ ایک سال کے بعد یہ خوشی لوٹ کر آتی ہے۔

○ عید خوشیاں لوٹ کر آنے کا دن ہے ○ عید شہر الحرام کا پہلا دن ہے۔

○ عید تکبیر کہنے کا دِن ہے ○ عید غریبوں کی یادگیری کا دن ہے۔

○ عید عزیزوں کی مُلاقات کا دن ہے ○ عید گناہوں کی معافی کا دن ہے۔

○ عید رمضان شریف کی تکمیل کی خوشی کا دن ہے ○ عید نزولِ رحمت کا دن ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: جب تم رمضان شریف کے روزے مکمل کر لو، یعنی ۲۹ کی شام کو چاند دیکھ لو یا چاند نظر نہ آنے کی صورت میں ۳۰ دن رمضان کے پورے کر چکو،

تو سمجھ لو یہ سب کچھ میرے فضل سے ہوا، یہ سب کچھ میرے کرم سے ہوا، اور جب تمہیں میرا فضل و کرم مل گیا، تو میرے فضل و کرم پر خوشیاں مناؤ اور ہاں یاد رکھو کہ کہیں خوشی میں مجھے بھول نہ جانا، اس لئے میری حمد و ثنا، تکبیر و تحلیل بجا لاؤ تاکہ تمہیں میرا فضل و کرم یاد رہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیِّنُوْا اَعْیَادَکُمْ بِالتَّکْبِیْرِ۔ (دُرِّ منثور ج ۱، ص۱۹۴)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اپنی عیدوں کو تکبیر سے مزین کرو"۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوں تکبیر فرماتے تھے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ (دُرِّ منثور ج ۱ ص۱۹۴)

عید فطر کو گھر سے نکلتے وقت آہستہ تکبیر ایک راستے سے کہتے ہوئے جائیں، اور دوسرے راستے سے واپس آئیں۔ یہ دونوں راستے قیامت کے دن تیرے دو گواہ ہوں گے۔

مسلمانوں کی عیدیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اہل مدینہ اُن دنوں دو روز خوشی کیا کرتے تھے۔ (مہرگان و نیروز) آپ نے پوچھا "یہ کیا دن ہیں؟" تو لوگوں نے عرض کیا: ہم ان دونوں میں (دورِ جاہلیت سے) خوشی کیا کرتے ہیں۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَبْدَلَکُمْ بِہِمَا خَیْرًا مِّنْہُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ

"حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہیں عطا فرمائے ہیں عید الاضحیٰ اور عید الفطر"۔ (ابوداؤد ج ۱ ص۱۶۸)

اِس حدیث سے واضح ہوا کہ عید کا دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عطا فرمایا۔

لوگو! ○ ہمیں قرآن مِلا مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے۔

○ ہمیں ایمان مِلا مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے۔

○ ہمیں رمضان ملا مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے۔

○ عید الفطر کا دن ملا، مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے۔

○ عید الاضحیٰ کا دن ملا، مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے۔

○ لیلۃ القدر کی رات ملی مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے۔

○ بلکہ یوں کہیے: ○ ہمیں ربِ رحمان ملا مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے۔

ے فضلِ ربُّ العلیٰ اور کیا چاہیئے
مِل گئے مصطفےٰ اور کیا چاہیے؟

ے خالص نیت، جو کوئی مومن عید نماز گزارے
عیب تمامی اُس دے پہلے، بخشے جاون سارے

عید کا دن بخشش کا ذریعہ

حضور اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:۔

نَادٰی مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی انْفِجَارِ الصُّبْحِ۔

(رمضان شریف کی) ہر رات طلوعِ فجر تک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے۔

یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ تَمِّمْ وَاَبْشِرْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَاَبْصِرْ

"اور اے خیر کے طلب گار! (نیکی کو) پورا کر اور خوش ہو جا۔

اور اے شر کے طلب گار! (گناہوں سے) باز آجا اور (عبرت کیلئے) دیکھ (غور کر)

ہَلْ مِنْ تَائِبٍ یُّتَابُ عَلَیْہِ؟ ہَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ یُّغْفَرُ لَہٗ؟

"کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اُس کی توبہ قبول کی جائے۔؟

کیا کوئی مغفرت مانگنے والا ہے کہ اس کی بخشش کی جائے۔

Scanned with CamScanner

هَلْ مِنْ دَاعٍ يُسْتَجَابُ لَهٗ

کیا کوئی دُعا مانگنے والا ہے کہ اس کی دُعا قبول کی جائے۔

هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطٰى سُؤْلَهٗ

کیا کوئی سوالی ہے کہ اُس کا سوال پُورا کیا جاتے۔

پھر ارشاد فرمایا:- وَلِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ فِطْرٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ كُلَّ لَيْلَةٍ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ سِتُّوْنَ اَلْفًا۔

"اور اللہ تبارک و تعالیٰ ماہِ رمضان کی ہر رات ساٹھ ہزار آدمیوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔"

فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ اَعْتَقَ فِيْ جَمِيْعِ الشَّهْرِ ثَلَاثِيْنَ مَرَّةً سِتِّيْنَ اَلْفًا۔ (زواجر ج۱، ص۱۶۱)

"اور شوال المکرم (یعنی عید) کا دن آتا ہے، تو جتنے سارے مہینے میں آزاد کئے ہوتے ہیں، اتنے ہی عید کے دن آزاد فرماتا ہے۔"

- ○ رمضان کی ہر رات مُنادی ندا کرتا ہے۔
- ○ رمضان کی ہر رات نیکیوں کو پورا کرنے کی ندا دی جاتی ہے۔
- ○ رمضان کی ہر رات بُرائیوں سے بچنے کی ندا دی جاتی ہے۔
- ○ رمضان کی ہر رات مغفرت مانگنے والوں کی بخشش کی جاتی ہے۔
- ○ رمضان کی ہر رات توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔
- ○ لیکن عید کے دن، رمضان کی تمام راتوں اور دنوں میں جتنے لوگوں کی مغفرت و بخشش ہوئی، اتنے لوگوں کی بخشش و مغفرت ہوتی ہے۔
- ○ عید کا دن پیغامِ مغفرت ہے ○ عید کا دن ذریعہ بخشش ہوتی ہے
- ○ عید کا دن نزولِ رحمت کا دن ہے ○ عید کا دن حصولِ برکات کا دن ہے

○ عید کا دن، مسرت و شادمانی کا دن ہے ○ عید کا دن نیکیوں کی بہار کا دن ہے

ہے ربّ سخی نہ خالی ٹورے اسدی صفت کریمی
نہ پرواہ کسے دی اُس نوں واہ جبّار قدیمی

عید کے دن کا وظیفہ

جانِ کائنات، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عید کے دن تین سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھے اور اُس کا ثواب دُنیا سے جانے والے مسلمانوں کو بخشے، تو ہر قبر میں اس کے بدلے ہزار انوار داخل ہوں گے۔ اور جب یہ تسبیح پڑھنے والا مر جائے گا، تو اس کی قبر میں بھی ہزار انوار اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا (نزہۃ المجالس ص۳۴۴ ج۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص عید کے دن نمازِ عید سے قبل چار سو بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ چار سو حوروں کو اُس کی زوجہ بنائے گا۔ (نزہۃ المجالس ص۳۴۴ ج۱)

سُبْحَانَ اللّٰهِ کا وظیفہ

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرما کر فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ اسے اُٹھائیں، مگر وہ نہ اٹھا سکے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، سُبْحَانَ اللّٰهِ کہو۔ فرشتوں نے کہا، سُبْحَانَ اللّٰهِ تو اب اُن کے لئے عرش کا اُٹھانا آسان ہو گیا۔ اب فرشتوں نے سُبْحَانَ اللّٰهِ کا ورد کرنا شروع کر دیا اور یہ ورد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش تک جاری رہا۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو سیدنا آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو فرشتوں کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے کا حکم ہوا اور اب یُوں تسبیح کرنے لگے، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اور حضرت نوح علیہ السلام

Scanned with CamScanner

کی پیدائش تک یہ وظیفہ جاری رہا، اور جب حضرت نوح علیہ السلام پر وحی اتری تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اے نوح! اب بُت پرستوں سے کہو، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں"۔ فرشتوں نے جب یہ جملہ سُنا تو تہیہ کر لیا کہ ہم بھی یہ کلمہ ضرور پڑھیں گے اور اب سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بطور وظیفہ پڑھنے لگے۔ اور یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور تک پڑھتے رہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قربانی کا حکم ملا اور بیٹے کی جگہ مینڈھا قربان دیکھا تو خوشی سے اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہا۔ تو فرشتوں نے یہ جملہ بھی ساتھ ملا لیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سارا واقعہ سنایا، تو آپ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ تو جبریل علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا، اس جملہ کو بھی سابقہ جملہ سے ملا لو (تنبیہ الغافلین ج۲ ص۱۱۳)

روایات میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو صدقہ دینے کی ترغیب دی، تو صحابہ کرام صدقہ دینے لگے، مگر حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے بیٹھ کر اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اے ابو امامہ! کیا پڑھ رہے ہو؟" عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) لوگ صدقہ دے رہے ہیں اور میرے پاس صدقہ کے لئے کچھ نہیں، اس لئے میں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھ رہا ہوں" حضور نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "ابو امامہ! یہ تسبیح تیرے لئے ایک سیر سونا صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔" (تنبیہ الغافلین ج ۲، ص۱۱۴)

○ سُبحان اللہ کی تسبیح پڑھنے سے انوار ملتے ہیں۔
○ سُبحان اللہ کی تسبیح کا ایصالِ ثواب کرنے سے ہزار انوار قبروں میں داخل ہوتے ہیں۔
○ سُبحان اللہ کی چار سو بار تسبیح کرنے سے چار سو حوریں ملتی ہیں۔
○ سُبحان اللہ کی تسبیح کرنے سے ایک سیر سونے جتنا ثواب ملتا ہے۔

اس لئے: ○ عید کا چاند دیکھ کر تسبیح پڑھیں ○ نماز عید کو جاتے ہوئے تسبیح پڑھیں۔
○ نماز عید پڑھ کر تسبیح کریں۔ ○ نماز عید پڑھ کر واپسی پر تسبیح پڑھیں۔
○ تسبیح ذریعہ مغفرت و نجات ہے ○ تسبیح ذریعہ بلندی درجات ہے

دُعا کی قبولیت کا دن

فَاِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِهِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰی بِهِمْ مَلٰئِکَتَهٗ فَقَالَ یَا مَلٰئِکَتِیْ مَا جَزَاءُ اَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَهٗ، قَالُوْا رَبَّنَا جَزَاءُهٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرَهٗ، قَالَ مَلٰئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَاءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّهُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهٗ (مشکوٰۃ شریف ص۱۸۲)

"اور جب عید الفطر کا دن آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: اے فرشتو! اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کرے کیا بدلہ ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں "اے ہمارے پروردگار! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اُجرت پوری پوری دی جائے۔" تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور باندیوں (یعنی مرد اور عورتوں) نے میرا فریضہ پورا کر دیا۔ پھر دُعا کے لئے چلتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) نکلے ہیں، میری عزت، میری بخشش، میرے جلال، میری بلندی کی قسم، اور میرے بلند مرتبہ کی قسم، میں ان لوگوں کی دُعا ضرور قبول کروں گا۔" پھر ارشاد فرماتا ہے: "اے لوگو! واپس جاؤ میں نے تمہارے سارے گناہ بخش دیئے ہیں اور تمہاری بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔" پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "وہ لوگ (عیدگاہ سے) ایسے حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ اُن کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ:

Scanned with CamScanner

- عِیدُ الفطر کا دن عبادت کی قبولیت کا دن ہے۔
- عِیدُ الفِطر کا دن، دُعاؤں کی قبولیت کا دن ہے۔
- عِیدُ الفطر کا دن، گناہوں کی بخشش کا دن ہے۔
- عِیدُ الفطر کا دن، نیکیاں کمانے کا دن ہے۔
- عِیدُ الفطر کا دن، غریبوں کی غمگساری کا دن ہے۔
- عِیدُ الفطر کا دن، توبہ و استغفار کا دن ہے۔
- عِیدُ الفطر کا دن، اعمال کے اجر و جزا کا دن ہے۔

سال برابر وچ گناہ دے بندہ وقت لنگھاوے
عید نماز خطایاں مؤمن کُل معاف کرائے
خالص نیت جو کوئی مؤمن عید نماز گزارے
عیب تمامی پہلے اُس دے بخشے جاون سارے

اہلُ اللہ کی عید

صُوفیاءِ کرام فرماتے ہیں، ایک وہ عید الفطر ہے جو رمضان کے گزرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور اس میں حسبِ طبع کھایا پیا جاتا ہے۔ دُوسری عید وہ ہے جو عیدِ دیدارِ یار ہے۔ یہ عید ہلالِ موت دیکھ کر، قبر کی گہرائیوں میں پہنچ کر، زندگی کا پردہ اُٹھنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس عید کے لئے مسلمان زندگی بھر تڑپتا ہے، سوز و گداز کی منزلیں طے کرتا ہے، بادِ سموم اور بادِ نسیم کے جھونکوں سے گزرتا ہے۔ بس ایک ہی مقصد سامنے ہوتا ہے کہ قبر میں پہنچ کر عید یعنی دید ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عید کی ترجمانی اس طرح فرماتے ہیں

رُوح نہ ہو کیوں مضطرب، مَوت کے انتظار میں
سنتے ہیں دیکھنے آئیں گے مجھ کو وہ مزار میں

اِس عید کی یاد میں آنکھیں چھم چھم برسنے لگتی ہیں، دلِ مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے جِسم و رُوح، ذہن و احساس میں عشقِ بلال، محبتِ اویس، سوزِ جامی، سازِ رُومی، کیف و سُرورِ سعدی کے پھریرے لہرانے لگتے ہیں۔ اور جب قبر کے پردے چاک کر کے وہ نُورِ مجسّم، شفیعِ معظم، رسُولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم جلوہ نما ہوتے ہیں تو چہرۂ والضحیٰ، زُلفِ دوتا پر نظر پڑتے ہی عید ہو جاتی ہے اور امتی فرشتوں کو جواب دیتے ہوئے بے ساختہ پُکار اُٹھتا ہے ہاں ہاں! یہی تو ہمارے آقا و مولیٰ نبی مکرم، رسُولِ محترم، حبیبِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں، جن کی دیدِ سعید سے آج میری عید ہو گئی ہے اور میرے دل کی آرزو پوری ہو گئی ہے۔

حضرت سیدنا شیخ سید عبد القادر جیلانی غوثِ صمدانی قطبِ ربانی، شہبازِ لامکانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں چند بچے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! کل روزِ عید ہے، آپ ہمیں عید کی رباعی لکھ دیں۔ آپ نے فوراً فی البدیہہ یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

خلق گویند کہ فردا روزِ عید است	خوشی در رُوحِ ہر مومن پدید است
دراں روزے کہ با ایماں بمیرم	مرا در مُلکِ خود آں روزِ عید است

"لوگ کہتے ہیں کہ کل عید ہے، اور ہر مومن خوش نظر آرہا ہے۔ "میں جس روز ایمان کے ساتھ مروں گا، میری تو اُس روز عید ہوگی۔"

سامعین کرام! آپ نے اہل اللہ کی عید کی کیفیت و نوعیت سماعت فرمائی۔ تیسری عید لقائے یار و تجلّیِ انوار ہے۔ یہ عید اُن خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، جو اُس کی رضا کے لئے زندہ رہتے ہیں اور اُسی کی رضا میں مرتے ہیں۔ یہ عید قیامت میں ایمانداروں کو نصیب ہو گی اور اہلِ جنت کے لئے سب سے بڑا مژدہ دیدارِ الٰہی کا ہو گا۔ ہاں ہاں روزے داروں اور لیلۃ القدر میں شب بیداروں کو عید الفطر کی طرح عید لقائے، دیدارِ یار بھی میسر ہو گا۔

Scanned with CamScanner

اسلام کی ہر چیز بے مثل ہے!

○ مسلمانوں کی کتاب، کتابوں میں بے مثل ہے۔
○ مسلمانوں کے نبی اور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سب سے بے مثل ہے
○ مسلمانوں کی عیدیں، تمام ادیان کی عیدوں میں بے مثل ہے۔

اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ عید کے دن شکرِ الٰہی بجا لائیں۔
اور شیطان مردود کے مکر و فریب اور چکر میں نہ آئیں۔

عید کے دن شیطانی حملے

حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان عید کے دن جب گریہ وزاری کرتا ہے، تو اُس کی اولاد اُس کے قریب جمع ہو جاتی ہے اور پوچھتی ہے اس آہ وزاری کی کیا وجہ ہے؟ تو وہ کہتا ہے: قَدْ غُفِرَ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ "اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مصطفےٰ علیہ السلام کو آج کے دن بخش دیا ہے" "لہٰذا تم انہیں دوبارہ لذتوں اور خواہشاتِ نفسانی میں پھنساؤ" پس شیاطین اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (دُرّۃ الناصحین ص۲۷۱، نزہۃ المجالس ج۱ ص۱۴۲)

○ عید کے دن: شیطان، پریشان و سرگردان رہتا ہے۔
○ عید کے دن: شیطان، آہ وزاری کرتا ہے۔
○ عید کے دن: شیطان، گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔
○ عید کے دن: شیطان، اپنا زور بہکانے پر لگا دیتا ہے۔
○ عید کے دن: شیطان، اپنے مکر میں پھنساتا ہے۔

اس لئے عید کے دن، خاص خیال رکھو کہ کہیں اعمال ضائع نہ ہو جائیں،
اس لئے اپنے دل و دماغ کو پاک رکھ تاکہ عبادت و ریاضت سے مزین ہو۔
اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کر، اور قربِ حق تعالیٰ کو حاصل کر۔

مسلمانوں کی پہلی عید

اِنَّ اَوَّلَ عِیْدٍ شُرِعَ فِی الْاِسْلَامِ عِیْدُ الْفِطْرِ فِی السَّنَةِ الثَّانِیَةِ مِنَ الْهِجْرَةِ۔ "بے شک پہلی عید جو اسلام میں شروع ہوئی، وہ عید الفطر تھی، اور یہ ۲ھ میں ہوئی۔"

○ اسلام کی پہلی عید، عید الفطر تھی ○ اسلام کی پہلی عید سن ۲ ہجری میں منائی گئی

یوم جزاء

عید الفطر کی فضیلت کے بارے سرکارِ دو عالم نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:-

عَنْ سَعْدِ ابْنِ اَوْسٍ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِیْهِ (رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ عَلٰی اَبْوَابِ الطُّرُقِ فَنَادُوْا اغْدُوْا یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی رَبٍّ کَرِیْمٍ یَمُنُّ بِالْخَیْرِ ثُمَّ یُثِیْبُ عَلَیْهِ الْجَزِیْلَ لَقَدْ اُمِرْتُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَقُمْتُمْ وَاُمِرْتُمْ بِصِیَامِ النَّهَارِ فَصُمْتُمْ وَاَطَعْتُمْ رَبَّکُمْ فَاقْبِضُوْا جَوَائِزَکُمْ فَاِذَا صَلَّوْا نَادٰی مُنَادٍ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ قَدْ غَفَرَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا رَاشِدِیْنَ اِلٰی رِحَالِکُمْ فَهُوَ یَوْمُ الْجَائِزَةِ وَیُسَمّٰی ذٰلِکَ الْیَوْمُ فِی السَّمَآءِ یَوْمُ الْجَائِزَةِ۔

(الترھیب والترغیب ج۲، ص۱۵۳)

"حضرت سعد بن اوس انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب یوم عید الفطر ہو تو فرشتے راستوں کی گزرگاہوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پکارتے ہیں، آج کی صبح تم اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر خیریت سے پھر تمہیں اس پر بہت بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔ تمہیں رات کے قیام کا حکم دیا گیا، تو تم نے قیام کیا۔ (یعنی تراویح پڑھی)

اور دن کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ تو تم نے روزہ رکھا۔ تم نے اپنے رب کی اطاعت کی، تم اپنی جزا اور انعام حاصل کرو۔ اور جب مسلمان نمازِ عید پڑھ لیتے ہیں، تو فرشتے پکارتے ہیں، بیشک تمہارے رب نے تمہاری مغفرت کردی ہے، پس تم واپس لوٹو اپنے گھروں کی طرف رُشد وہدایت پاتے ہوئے، یہ جزا کا دن ہے۔ اور آج کے دن کا نام آسمانوں میں "یوم الجزا" ہے۔"

○ عید کے دن فرشتے راستوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں۔
○ عید کے دن، فرشتے مسلمانوں کو جنّت کی خوشخبری دیتے ہیں۔
○ عید کے دن، فرشتے مسلمانوں کو جزائے خیر کی نوید سُناتے ہیں۔
○ عید کے دن، کا نام آسمانوں میں یوم الجزاء ہے۔
○ عید کی صبح بخشش و مغفرت کی صبح ہے۔
○ عید کی صبح فضل واحسان کی صبح ہے۔
○ عید کی صبح کی ساعت انعام واکرام کی ساعت ہے۔

عید کے دن کی سُنّتیں

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں،

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْبَسُ بُرْدَ حِبَرَۃٍ فِیْ کُلِّ عِیْدٍ۔ (نیل الاوطار، ج ۳، ص ۳۲۹)

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر عید پر خوبصورت یمنی جبہ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔"

○ عید کے دن حجامت بنوانا سُنّت ہے ○ عید کے دن ناخن ترشوانا سنّت ہے
○ عید کے دن غسل کرنا سُنّت ہے ○ عید کے دن مسواک کرنا سُنّت ہے
○ عید کے دن خوشبو اور تیل لگانا سنّت ہے ○ عید کے دن آنکھوں میں سرمہ ڈالنا سُنّت ہے
○ عید کے دن نیا لباس پہننا سُنّت ہے ○ عید کے دن دُھلا ہوا لباس بھی پہننا سُنّت ہے

○ عید کے دن انگوٹھی پہننا سُنّت ہے ○ عید کے دن مصافحہ کرنا سُنّت ہے
○ عید کے دن نمازِ فجر محلّے کی مسجد میں پڑھنا سنّت ہے
○ عید کے دن جلد عیدگاہ کی طرف روانہ ہونا سنّت ہے۔
○ عید کے دن، میٹھی چیز یا چند کھجوریں کھا کر عیدگاہ کی طرف جانا سُنّت ہے۔
○ عید کے دن، عیدگاہ سے واپسی پر راستہ بدل کر گھر آنا سُنّت ہے۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا۔ (بخاری شریف ج ۱، ص ۱۳۰)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عید الفطر کے دن کھجوریں کھائے بغیر عیدگاہ کی طرف نہ جاتے تھے اور آپ طاق کھجوریں تناول فرماتے تھے۔" (یعنی تین۔ پانچ۔ سات وغیرہ)

○ عید الفطر کے دن میٹھی چیز یا طاق کھجوریں کھانا سُنّت ہے۔
○ عید الفطر سادگی سے منانا اور عزیزوں سے میل جول رکھنا سُنّت ہے۔
○ متانت اور سادگی پر ایک ایمان افروز ملاحظہ فرمائیں۔:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بچوں کی عید

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دورِ حکومت کا واقعہ ہے، دارالحکومت دمشق میں عید کا چاند دیکھ کر ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ رہی ہے ہر گھر میں چہل پہل ہے۔ ہر گھر عید کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ بچے شادمانی و مسرت سے اُچھلتے کودتے پھر رہے ہیں، اپنے نئے کپڑے دیکھ کر پھولے نہیں سماتے۔ اس خوشی کے عالم میں ایک بچہ نہایت غمگین و پریشان اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور اپنی ماں سے لپٹ کر رونے لگتا ہے۔ ماں گھبرا کر تسلی دینے لگتی ہے اور پوچھنے لگتی ہے، میری آنکھوں کے تارے، میرے دل کے سہارے! میں تجھ پر قربان!

Scanned with CamScanner

ذرا بتا تو سہی کیوں رو رہا ہے؟ دیکھ تو سہی سب بچے کتنے خوش و خرم لگتے ہیں۔ بچہ سسکیاں لیتے ہوئے بولا: "اماں جان! میں اس لئے رو رہا ہوں کہ کل ہمارے خاندان کے تمام بچے نئے کپڑے پہن کر عید گاہ جائیں گے، مجھے پرانے کپڑے پہن کر جاتے ہوئے شرم آئے گی۔ امی مجھے بھی نئے کپڑے دو۔" ماں کا دل بے قابو ہو گیا اور بچے کو سینے سے لگاتے ہوئے اور تسلی دے کر کہنے لگی: "بیٹا! مت رو۔ تھوڑی دیر بعد تمہارے ابو آجائیں گے۔ میں اُن سے کہہ کر تمہارے کپڑے منگوا لوں گی۔"

جانتے ہو یہ کون بچہ ہے؟ مسلمانوں کے سب سے بڑے سردار اور خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا فرزند دلبند ہے۔ ماں کی تسلی اور تشفی پر بچہ مسکرا اٹھا اور کہنے لگا: "امی جان! میرے لئے ایسی عبا (کوٹ) ضرور منگوا دیجئے ضرور منگوا دیجئے جیسی جعفر کو اُس کے ابو نے لا کر دی ہے۔" ماں بیٹے کی گفتگو ہو رہی تھی کہ امیر المومنین تشریف لے آئے۔ تو بیوی نے کہا: "حضور! کل عید ہے، بنو امیہ کے سب بچوں کے کپڑے نئے بنے ہیں، مگر ہمارے بچوں کے لئے خلیفہ ہوتے ہوئے بھی پرانے کپڑے ہیں۔ امیر المومنین نے ارشاد فرمایا: تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ سلطنت کا کام کرنے کے بدلے میں مجھے صرف دو درہم روزانہ ملتے ہیں۔ اس تھوڑی سی رقم سے کھانے پینے کا کام بھی بمشکل پورا ہوتا ہے رہا بیت المال تو وہ عام مسلمانوں کا پیسہ ہے جس کے حق دار یتیم، مسکین اور بیوہ عورتیں وغیرہ ہیں۔"

بیوی: "مگر بچے روتے ہیں، ننھا منا کہہ رہا ہے اسے عید گاہ جاتے ہوئے شرم آئے گی؟"

امیر المومنین: "اچھا اگر تمہارے پاس زیور ہو تو اسے بیچ کر بچوں کی خوشی پوری کر دو۔"

بیوی: "میرے پاس تو کوئی زیور نہیں۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی یہ کہہ کر تمہارا سارا زیور بیت المال کے پیسوں سے بنا ہوا ہے، اُسے بیت المال میں جمع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ مال عوام کا ہے، اس پر ہمارا کوئی حق نہیں۔"

امیر المومنین، سر جھکا کر کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر بیت المال کے مہتمم کو خط لکھا کہ "مجھے اگلے مہینے کا وظیفہ پیشگی دے دو۔"

مہتمم نے جواب میں لکھا کہ "امیر المؤمنین! تعمیل کے لئے غلام حاضر ہے، مگر آپ نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ آپ مزید ایک ماہ تک زندہ رہیں گے اور اس یقین کے بغیر آپ مسلمانوں کے پیسوں کی ذمہ داری کس بناء پر لے رہے ہیں؟"

امیر المؤمنین نے جواب پڑھا تو سانس گھٹنے لگا۔ بھرائی ہوئی آواز میں آپ نے کہا: "خدا تعالیٰ کی قسم! مجھے مہتمم نے گناہ سے بچا لیا ہے۔"

امیر المومنین اب تسلی کے لئے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور ہاتھ پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بیٹا! جو بچے صبر و شکر سے پرانے کپڑے پہن کر گزارہ کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُنہیں جنت میں قیمتی کپڑے پہناتا ہے، پرانے کپڑے پہننے میں کوئی شرم نہیں۔ شرم تو اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مخلوق کی خدمت سے منہ موڑ لے، ظلم و زیادتی اور فریب و دھوکہ بازی سے اپنی خواہشات پوری کرے۔" بیٹے کے دل پر باپ کی بات نے گہرا اثر کیا اور اگلے دن خوشی خوشی پرانے لباس میں ہی عید منالی۔ (الاخیار)

عید گاہ کی طرف روانگی

ہاں! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ عید کے لئے تیاری پوری طرح کرے اور اب جلدی سے عید گاہ کی طرف جائے۔ راستے میں تکبیر کہتا جائے۔ سُنت طریقہ یہ ہے کہ جاتے ہوئے سواری استعمال نہ کرے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "عید گاہ کی طرف پیدل جانا اور میٹھی چیز کھا کر نکلنا سُنت ہے" اور اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ آدمی عید گاہ کی طرف پیدل جائے اور بغیر عذر کے سوار نہ ہو۔ (جامع ترمذی ج ۱، ص ۔۔)

عید گاہ میں نماز عید کی اہمیت

نماز عید حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کے عذر کے علاوہ کبھی بھی مسجد میں نہ

پڑھیں مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کی ہر مسلمان کو خواہش ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

- ○ فجر کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھائی ○ ظہر کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھائی
- ○ عصر کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھائی ○ مغرب کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھائی
- ○ عشاء کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھائی ○ جُمعہ کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھائی

اس لئے کہ ایک نماز پر پچاس ہزار کا ثواب ملتا ہے۔

مگر عید کی نماز کھلے میدان میں (یعنی عیدگاہ میں) پڑھائی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۳۱)

حُضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (نماز کے لئے) عیدگاہ کی طرف جاتے تھے۔"

نمازِ عید، عیدگاہ (کھلے میدان) میں پڑھنا سُنّتِ رسول ہے۔

جو لوگ عُذر کے بغیر مسجد میں نمازِ عید پڑھتے ہیں، وہ خلافِ سُنّت کرتے ہیں۔ اگر مسجد میں نمازِ عید پڑھنا ثواب ہوتا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجدِ نبوی کو نہ چھوڑتے۔ میرے نبی تو مسجدِ نبوی کو چھوڑ کر میدان میں نمازِ عید پڑھا کرتے تھے، تم اپنی مسجدوں میں نمازِ عید کیوں پڑھتے ہو؟ تم نے کیسے جائز کر لیا؟

اب جب تم عیدگاہ میں پہنچ جاؤ، تو بھائیو! صفوں میں بیٹھ جاؤ اور بغیر اذان و اقامت کے، نمازِ عید کے لئے دیتے ہوتے وقت پر کھڑے ہو جاؤ۔

- ○ پانچوں نمازوں میں اذان و اقامت۔
- ○ نمازِ جمعہ میں بھی اذان و اقامت۔

مگر نمازِ عید میں اذان و اقامت ہرگز نہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے حضور نبی اکرم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک دو نہیں کئی عیدوں کی نمازیں پڑھیں، بغیر اذان اور اقامت کے۔" (جامع ترمذی ج ۱، ص ۷۰)

عورتوں کی عیدگاہ میں حاضری

جس طرح مردوں کا عیدگاہ میں جانا باعثِ اجر و ثواب ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی جانا موجبِ اجر و ثواب ہے۔ حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ دونوں عیدوں کے دن، حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو عیدگاہ میں لائیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دُعا میں شامل ہو جائیں۔ البتہ حائضہ عورتیں نماز نہ پڑھیں۔ ایک عورت نے سوال کیا کہ "اگر کسی عورت کے پاس اوڑھنے کی چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟" آپ نے فرمایا: "اُس کی پڑوسن کو چاہیے کہ اسے اُدھاری دے دے۔" (مسلم شریف، ج ۱، ص ۱۹۱)

- ○ عورتوں کا عیدگاہ میں باعثِ اجر و ثواب ہے۔
- ○ عورتیں باپردہ اور الگ راستے سے عیدگاہ میں جائیں۔
- ○ عورتیں جماعت اور دُعا میں لازمی شریک ہوں
- ○ عورتوں کے لئے عیدگاہ میں پردے کا انتظام ہو۔
- ○ حیض والی عورتیں نماز با جماعت میں شامل نہ ہوں۔
- ○ حیض والی عورتیں صرف مسلمانوں کی دُعا میں شریک ہوں۔
- ○ حیض والی عورتوں کو عیدگاہ جانے کی ممانعت نہیں۔
- ○ اگر عورتوں کا فقط دُعا میں شمولیت کے لئے جانا جائز ہو سکتا ہے۔ تو نماز کے لئے بھی جانا یقیناً بدرجہ اُولیٰ جائز ہے۔

Scanned with CamScanner

نمازِ عید سے پہلے نوافل کی ممانعت

عید کے دن نمازِ عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نہیں پڑھنے چاہئیں۔

حضرت عبداللہ ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: بے شک حضور نبی اکرم رحمتِ عالم رسُولِ محترم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نمازِ عید ادا فرمائی اور اس سے پہلے یا بعد کوئی نماز نہ پڑھی۔ (بخاری شریف ج ۱ صـ۱۳۱)

نمازِ عید پڑھنے کے بعد پوری توجہ اور یکسُوئی سے خُطبہ سُنا جائے، اور یہ خطبہ نمازِ عید کے بعد کا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم، شفیعِ معظّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ "خطبہ سے پہلے نمازِ عید پڑھاتے تھے۔"

(بخاری شریف ج ۱ صـ۱۳۱، مسلم شریف ج ۱، صـ۲۹)

- نمازِ عید سے پہلے نفل جائز نہیں
- نمازِ عید کے بعد نفل جائز نہیں۔
- نمازِ عید دو۲ رکعت ہے۔
- نمازِ عید کے بعد خُطبہ سُنّت ہے۔

صَدقۂ فِطر کی اہمیت

برادرانِ اسلام! اسلام ایک جامع اور دینِ کامل ہے، جو مسلمانوں کو عزّت و وقار کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام جشنِ عید میں اچھے کپڑے پہننے، عمدہ کھانے پکانے، دوستوں اور عزیزوں کو تحائف بھیجنے کی ترغیب و تعلیم دیتا ہے۔ عید کے دن غریبوں، ناداروں، بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں سے رواداری کی بھی تعلیم اسلام ہی نے دی ہے اور یہ تعلیم صدقۂ فطر کے ذریعے دی گئی ہے۔ صدقۂ فطر امیر کے روزے کا کفارہ ہے اور غرباء و مساکین کی عید ہے۔ خطباء حضرات سے درخواست ہے کہ صدقۂ فطر کے علاوہ مساکین کو تقسیم کرنے کے پورے پورے مسائل بیان کریں جو اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔ صدقۂ فطر کے ضمن میں آپ کا واسطہ غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور سائلوں سے پڑتا ہے انہیں ضرور یاد رکھیں۔

اور خدا تعالیٰ کے محتاج اور نادار بندوں کو ہرگز نہ بھولیں تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور ہاتھ لگی دولت ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ اس موقع پر ایک واقعہ سماعت فرمائیں:۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک حکایت نقل فرماتے ہیں: عید کے دن ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، اس کے سامنے بُھنا ہوا مُرغ پڑا تھا کہ اچانک اُس کے دروازے پر ایک سائل آیا اور سوال کیا کہ بال بچے بھُوکے ہیں اور خود بھی بھُوکا ہوں، بنامِ خدا میری مدد کریں، مگر اُس شخص نے سائل کو کچھ نہ دیا اور خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ یہ شخص بہت زیادہ مالدار تھا۔ قدرتِ الٰہی دیکھئے کہ چند دن بعد یہ کنگال ہو گیا اور اس کا مال ختم ہو گیا۔ نوبت فاقہ کشی تک جا پہنچی۔ مفلوک الحالی اور تنگدستی سے تنگ آ کر اُس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اُس کی بیوی نے کسی اور شخص کے ساتھ نکاح کر لیا۔ پھر ایک سال بعد عید کے دن یہ دونوں میاں بیوی بُھنا ہوا مرغ کھا رہے تھے کہ دروازے پر اچانک دستک ہوئی اور ایک سائل نے سوال کیا کہ "کئی دن سے بھُوکا ہوں بنامِ خدا تعالیٰ مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔" خاوند نے بیوی سے کہا کہ جاؤ پہلے فقیر کو کھانا دے آؤ۔ جب عورت دروازہ پر گئی اور اُس سائل کو غور سے دیکھا تو یہ فقیر اُس کا پہلا خاوند تھا، اس تغیّرِ زمانہ پر وہ حیران رہ گئی۔ اُس نے اپنے موجودہ خاوند سے کہا کہ یہ میرا خاوند ہے اور اس کے سائل کو خالی لوٹانے اور گھر سے دھکے دے کر نکالنے کا قصہ بیان کیا۔

اس پر دوسرے شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ میری داستان بھی سُنیے:۔ "اللہ تعالیٰ کی قسم! میں وہی سائل ہوں، جس کو تمہارے پہلے شوہر نے گھر سے دھکّے دے کر خالی ہاتھ نکالا تھا۔ کرشمۂ قدرت دیکھئے: "یہ انقلابات ہیں زمانہ کے" اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سے مال چھین لیا اور مجھ ناچیز کو مال و منال عطا فرما دیا۔" سرکش اور متکبّر مالداروں کے لئے یہ واقعہ تازیانۂ عبرت ہے۔" (قلیوبی صـ۲۷)

○ دولت مند نے سائل کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔

○ دولت مند کے مال کو تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تباہ و برباد کر دیا۔

○ دولت مند نے کنگال ہو جانے پر تنگ آکر اپنی بیوی کو جُدا کر دیا۔

○ دولت مند سائل بن گیا ○ سائل کو مال و دولت مل گیا۔

○ سابقہ دولت مند کی بیوی کا نکاح سابقہ سائل سے ہو گیا۔

○ سابقہ دولت مند اب سائل بن گیا ○ سابقہ سائل اب دولت مند بن گیا۔

○ اس لیئے مال و دولت پر فخر مت کرو ○ سائل کو خالی ہاتھ مت لوٹاؤ۔

○ خصوصاً عید کے سائلوں کا خیال کیا کرو۔

○ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال پر شکرِ الٰہی ادا کرو۔

○ عید کی خوشی کے موقع پر صدقہ خیرات میں غریب کو شامل کرو۔

نمازِ عید کے بعد دُعا اور مُلاقات

○ عید کے دن، نمازِ عید کے بعد خطبہ سُن کر دُعا مانگیں۔

○ گناہوں کی مغفرت کی دُعا کریں ○ ایمان کی سلامتی کی دُعا مانگیں۔

○ عالمِ اسلام کے امن اور اُس کی سلامتی کی دُعا مانگیں۔

○ پاکستان میں نظامِ مصطفےٰ کی دعا مانگیں ○ بیماروں کی صحت کی دُعا مانگیں

○ بے اولادوں کی اولاد کی دُعا مانگیں ○ رزق کی وسعت کی دُعا مانگیں

○ مُردوں کی بخشش کی دُعا مانگیں ○ کشمیر کی آزادی کی دُعا مانگیں

○ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لیئے دُعا مانگیں ○ ایمان کی سلامتی کی دُعا مانگیں،

○ نماز روزے کی قبولیت کی دعا مانگیں ○ صدقہ و خیرات کی قبولیت کی دعا مانگیں

○ غرضیکہ جو کچھ مانگنا ہے اپنے اللہ تعالیٰ سے مانگیں، مگر سُنو!

○ خدا تعالیٰ دیتا ہے، یقیناً دیتا ہے، مانگنے سے سوا دیتا ہے۔

○ مگر جو کچھ دیتا ہے خُدا بوسیلہ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثناء) دیتا ہے۔

○ اس لیئے، اللہ تعالیٰ سے مانگو، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے مانگو۔

○ اور جب دُعا مانگ چکو تو مصافحہ و معانقہ کرو۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم محبوبِ ربِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَّتَفَرَّقَا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۱)

"جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں، اور مصافحہ کرتے ہیں، تو ان دونوں کے جُدا ہونے سے قبل، اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔"

○ مصافحہ و معانقہ سُنّتِ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہے۔

○ مصافحہ و معانقہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔

○ مصافحہ و معانقہ باعثِ بلندیٔ درجات ہے۔

○ مصافحہ و معانقہ ذریعۂ مغفرت و نجات ہے۔

عید پڑھنے کے بعد خوشی خوشی اپنے گھروں میں لوٹو، ہر جائز مسرت و شادمانی بجالاؤ، مگر شیطان لعین کے مکر و فریب سے بچو! آج عید کے دن شیطان لعین بڑے غصے میں ہے، انتقام لینے کی کوشش میں سرگرداں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایک ماہ کی قید کا غصہ تم پر نکالے؟ اس لیئے آئندہ بھی ہر بُرائی سے بچو۔

○ دُنیا کے عیش و طرب سے بچو ○ شیطان کے مکر و فریب سے بچو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب مکرم شفیع معظم، نبی محتشم، رسولِ محترم، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے شیطان کے مکر و فریب سے بچنے اور اپنے پروردگار کو راضی کر کے عید الفطر کی نعمتیں حاصل کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

Scanned with CamScanner

جنگِ بدر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ فَسَوَّاهُ وَعَدَّلَهٗ وَعَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ فَضَّلَهٗ ثُمَّ هَدَاهُ السَّبِیْلَ وَنَعَبَ لَهُ الدَّلِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا اَمَّا الْکَافِرُوْنَ فَاَعْتَدْ لَهُمْ سَلَاسِلَ وَّاَغْلَالًا وَّسَعِیْرًا وَّاَمَّا الشَّاکِرُوْنَ فَنَعَّمَهُمْ وَکَرَّمَهُمْ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا وَّاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔

(پ ۴ - سُورۃ آل عمران، آیت ۱۲۳)

"بے شک مدد کی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدانِ) بدر میں،
حالانکہ تم بالکل کمزور تھے۔"

ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدرِ کبریٰ کا واقعہ پیش آیا۔ تاریخِ اسلام کا یہ وہ معرکہ ہے، جب اسلام اور کفر، حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، یعنی مسلمانوں اور کافروں کی پہلی زبردست ٹکر ہوئی ۔ یہ میدانِ بدر تھا۔

بدر ایک بستی ہے جو بدر بن حارث کے نام سے منسوب ہے، یا بدر بن مخلد کے نام پر منسوب ہے یا اس لئے کہ اس بستی کے کنوؤں کا پانی صاف و شفاف تھا جس میں چاند

نظر آتا تھا اور چاند کو بدر کہتے ہیں۔ اِس بستی پر حق و باطل کی ٹکر ہوئی۔ مسلمانوں کی فوج، کفار کی فوج سے ایک تہائی تھی۔ یعنی ۳۱۳ تھی، جبکہ کفار کی فوج تین گنا زیادہ تھی۔ یہ بڑے کر و فر، غرور و تکبر اور رعونت سے میدان میں آئے۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج کم ہونے کے ساتھ ساتھ اسلحہ، سامانِ جنگ و جدال بھی بہت کم رکھتی تھی، مگر اُنہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت، ایمان کی دولت اور قوتِ ایمان کی ثروت پر یقینِ کامل تھا۔ (مدارج النبوۃ فارسی ج۲ ص۸۱) (طبقات ابن سعد ج۲ ص۱۲، زرقانی لامام محمد بن عبد الباقی ج۱ ص۴۰۸، مختصر سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب ص۲۰۳)

زمینِ بدر تک جب آ گیا سیلِ سیہ کاری
مدینے سے اُٹھا نورِ خدا بھرِ ضیا باری

اس یقینِ محکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساز و سامان پر بھروسہ کرنے والے تکبر و غرور پر اترانے والے ذلیل و خوار ہوئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مٹھی بھر بے اسلحہ مسلمانوں کو فتحِ مبین عطا فرمائی تاکہ قیامت تک کے مسلمان یہ جان لیں کہ فتح و نصرت محض کثرتِ سامان سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس یوم کو یوم الفرقان کے لقب سے ملقب فرمایا تاکہ حق و باطل، اندھوں اور بیناؤں کے درمیان فرق ظاہر ہو جاتے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ۔ (الانفال: آیت ۴۱)

"اور جسے ہم نے اتارا اپنے بندے (محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر فیصلے کے دن جس دن دونوں لشکر آمنے سامنے ہوتے تھے"

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خدا والے، محمد والے بھی قرآن والے بھی

نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی، نہ طرّہ تھا، کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے

مُسلمانوں کی تعداد

ہجرت کا اُنیسواں مہینہ تھا۔ رمضان کی ۱۲ تاریخ تھی، ہفتے کا دن تھا۔ مسلمانوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ کفار نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عمرے سے روکا۔ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر ملکِ شام سے تجارت کا مال لانے والے قافلہ ابوسُفیان کو روکنے کے لیے نکلے تھے، لڑائی پیشِ نظر نہ تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا جس کی سواری موجود ہے، ساتھ لے لو، پہاڑ پر سواری لینے نہیں جا سکتے اور جب یہ قافلہ جمع ہوا تو کُل ۳۱۳ تھے، جن میں ۷۷ مہاجرین ۲۳۶ انصار تھے۔ جلدی سے جمع ہونے والا اسلحہ اور سواری بہت کم تھے۔ ان کے پاس ۲ گھوڑے، ۷۰ اونٹ، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں تھیں۔ (مدارج النبوۃ فارسی، ج ۲، ص ۸۱، طبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۱۲ ج ۲، زرقانی شریف ص ۴۸۳ ج ۱، مختصر سیرتِ رسُول ص ۲۰۴)

شاعرِ اسلام حفیظ جالندھری نے اس بے سروسامانی کی خوب ترجمانی کی ہے:

تھے اُن کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
بدلنے آئے تھے یہ لوگ دُنیا بھر کی تقدیریں

رَوانگی کا مقصد

میں عرض کر چکا ہوں کہ مُسلمانوں کا مقصد صرف ابوسُفیان کے قافلے کو روکنا تھا جس کی سواری موجود تھی، ہمراہ ہو لیا اور جس کی سواری پہاڑ پر تھی، وہ نہ لا سکا، اس لیے کہ حضور نبی اکرم رحمتِ عالم، رسُولِ معظّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ كَانَ ظَهْرُهٗ حَاضِرًا فَلْيَرْكَبْ مَعَنَا وَلَمْ يَنْتَظِرْ۔
مَنْ كَانَ ظَهْرُهٗ غَائِبًا عَنْهُ۔ "جس کی سواری حاضر ہے وہ تو سوار ہو جائے اور ہمارے ساتھ چلے اور جن کی سواری نہ تھی یعنی چراگاہوں میں تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کا انتظار نہ فرمایا۔" (سیرتِ حلبیہ ص ۴۲۲ ج ۱، مدارج النبوۃ ص ۸۲ ج ۱، زرقانی شریف ص ۴۷۵ ج ۱، مختصر سیرتِ رسُول ص ۲۰۳)

قافلہ کی روانگی

اب یہ قافلہ اس شان سے روانہ ہوا کہ تین تین صحابہ کے لیے ایک ایک اُونٹ مقرر کر دیا گیا۔ وہ اونٹ جو حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حصّے میں سواری کے لیے آیا۔ اُمت کے والی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر تنہا سفر کرنا پسند نہ فرمایا بلکہ مساواتِ محمّدی کے طور پر اپنے ہمراہ حضرت علی اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس اُونٹ کے لیے مقرر فرمایا۔ یہ مساواتِ مصطفوی کا اعلیٰ نمونہ ہے ــــ یہ عدلِ نبوی کی بہترین مثال ہے۔ اب یہ نورانی اور مصطفائی لشکر اپنے آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیادت میں روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک مقام "روحا" ہے، جب اس جگہ پر یہ لشکر پہنچا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ کا والی بنا کر واپس بھیج دیا اور ان کی جگہ حضرت مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ شامل فرما لیا اور لشکرِ اسلام رواں دواں ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی باری کی مسافت طے کر چکے اور نیچے اُترنے لگے تاکہ دُوسرا ساتھی سوار ہو تو دونوں غلاموں نے عرض کی "یا رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ نہ اتریئے، بلکہ ہماری باری میں بھی آپ ہی سوار رہیں۔ ہمارے لیے اس سے زیادہ کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ آقا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آپ اُونٹ پر سوار ہوں، نکیل ہمارے ہاتھ میں ہو، سواری کی گردِ راہ اڑ رہی ہو، ہمارے چہروں پر پڑ رہی ہو، ہماری آنکھوں کا سُرمہ اور چہروں کا غازہ بن رہی ہو۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کی بات سُن کر ارشاد فرمایا:۔

مَا اَنْتُمَا اَقْوٰى مِنِّیْ وَمَا اَنَا اَغْنٰى عَنْكُمَا مِنَ الْاَجْرِ۔

"تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور یہ بات نہیں کہ تمہیں اجر کی ضرورت ہے اور مجھے نہ ہو۔"

Scanned with CamScanner

یعنی میں تم سے زیادہ طاقتور بھی ہوں اور اجر و ثواب کا بھی تم دونوں سے زیادہ چاہنے والا ہوں۔ شرفِ انسانی کے پیامبر، مساواتِ انسانی کے داعی۔ عدل و انصاف کے پیکر، عالمِ اسلام کے رہنما و رہبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایمان کو اس قدر توانائی حاصل ہوئی اور امتِ مسلمہ کے فوج کے کمانڈروں کے لئے یہ ارشادِ مبارک کس قدر سبق آموز ہے۔

(مدارج النبوۃ ص ۸۲ ج ۲، زرقانی شریف ص ۴۷۲ ج ۱، مختصر سیرت رسول ص۔)

ابوسفیان کا مدد طلب کرنا

ابوسفیان کو کسی نے بتا دیا کہ جب تمہارا قافلہ مکے سے شام روانہ ہونے والا تھا۔ اس وقت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہارا تعاقب کیا تھا اور جبکہ تم مال و دولت کے ہمراہ واپس آرہے ہو، اب تمہارے تعارض کے لئے یعنی تمہیں روکنے کے لئے حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ خبر سن کر ابوسفیان کو فکر لاحق ہوئی، تو اس نے سارے علاقے میں اپنے جاسوس پھیلا دیئے تاکہ مسلمانوں کی سرگرمیوں کی اطلاع ملتی رہے۔ اب جاسوسوں نے اطلاع دی کہ تمہارے قافلے پر حملہ کرنے کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر ابوسفیان کو سخت فکر لاحق ہوئی، تو اس نے بنی غفار کے ایک ماہر شتر سوار ضمضم ابن عدی کو بیس مثقال سونا بطورِ اجرت دے کر روانہ کیا کہ فوراً مکہ پہنچے اور جا کر قریش کو خبر دے کہ تمہارے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ سے نکل چکے ہیں اور ابوسفیان کا قافلہ ایسا تھا کہ قریش کے ہر فرد یعنی مرد و عورت کا مال حسبِ طاقت اس تجارت میں شامل تھا۔ (مدارج النبوۃ فارسی ص ۷۲ ج ۲، زرقانی شریف ص ۴۷۶ ج ۱، طبقات الکبریٰ لابنِ سعد ص ۱۳ ج ۲)

ضمضم مکہ میں

ضمضم غفاری کے مکہ میں پہنچنے سے تین دن قبل حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت عاتکہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ایک خواب میں عجیب واقعہ دیکھا، جس کی وجہ سے وہ ڈر گئیں اور اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر خواب سنایا۔ کہنے لگیں، بھائی جان! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے آج رات خواب دیکھا ہے، جس کی وجہ سے میں خوفزدہ اور ہراساں ہوں۔ مجھے خوف اور ڈر ہے کہ قریش پر کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ اب آپ خواب سنیں اور اسے کسی پر ظاہر نہ کریں۔ اب خواب کو یوں بیان کیا:

"میں دیکھتی ہوں کہ ایک شتر سوار آیا اور وادیٔ بطحا میں آکر کھڑا ہو گیا اور اس نے بلند آواز میں چیخ کر کہا:۔ اَلَا انْفِرُوْا یَا اٰلَ غُدَرٍ اِلٰی مَصَارِعِکُمْ فِیْ ثَلَاثٍ۔ "اے دھوکہ بازو! تین دن کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں کی طرف دوڑ کر آؤ" پھر میں نے دیکھا کہ لوگ اس شتر سوار کے پاس جمع ہو گئے، پھر وہ مسجد میں داخل ہوا لوگ اس کے پیچھے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس شخص کا اونٹ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہے اس نے پھر وہ نعرہ مارا، پھر ایک بڑی چٹان کو لڑھکا دیا۔ جب وہ چٹان نیچے آگئی، تو پھٹ گئی۔ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا، جس میں اس چٹان کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔"

یہ خواب سن کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے، راستے میں ولید سے ملاقات ہوئی۔ پریشانی کے عالم میں اس خواب کا ذکر ولید سے کر دیا اور اس بات کو راز میں رکھنے کی تاکید کی، مگر اس نے اپنے باپ عتبہ سے اور عتبہ نے ابوجہل وغیرہ سے بات کر دی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں شام کے وقت بیت اللہ شریف کے طواف کے لئے گیا، تو ابوجہل لوگوں میں بیٹھا اس خواب کا ذکر کر رہا تھا اور کہنے لگا "ہم تین دن تک انتظار کریں گے، اگر تمہارا خواب سچا نہ ہوا تو ہم یہ لکھ کر ہر جگہ چسپاں کر دیں گے: اِنَّکُمْ اَکْذَبُ اَھْلِ بَیْتٍ فِی الْعَرَبِ "کہ تمہارا گھر عرب میں سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں شام کو جب میں گھر پہنچا تو قریش کی ہر عورت، اس خواب کا ذکر کر کے مجھے ڈانٹ رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ فاسق (ابوجہل) پہلے تمہارے مردوں پر الزام تراشی کرتا تھا اور تم خاموش رہے اب تمہارے خاندان کی عورتوں پر الزام لگا رہا ہے اور تم خاموشی سے خرافات سُن رہے ہو۔ تم میں غیرت نہیں کہ اس کا منہ توڑ جواب دے سکو؟ اس واقعہ کے تیسرے دن پھر میں حرمِ کعبہ میں گیا اور دل میں ٹھان لی کہ آج اگر ابوجہل سے ملاقات ہوئی تو اس سے بدلہ لے کر رہوں گا۔ جب میں حرم میں گیا، تو مجھے ابوجہل نظر آیا۔ میں اس کے پاس جانے لگا، تو دیکھا کہ ابوجہل دروازے کی طرف بھاگا جا رہا ہے، میں بھی باہر گیا تو دیکھا ضمضم وادی کے درمیان کھڑا ہے۔ اُس کے اُونٹ کا ناک، کان اور دُم کٹی ہوئی ہے کجاوہ الٹا دیا گیا ہے، قمیص کا اگلا حصّہ پھٹا ہوا ہے اور چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہا ہے: اللطیم! اللطیم! اپنے اس قافلے کو بچالو، جس پر چینی خوشبو، بزازی اور تجارت کا دیگر مال لدا ہوا ہے۔ جو مال کہ ابوسُفیان کے پاس ہے اور

قَدْ عَرَضَ لَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَصْحَابِهٖ لَا أَدْرِيْ أَنْ تُدْرِكُوْهَا أَلْغَوْثُ أَلْغَوْثُ۔ (سیرتِ حلبیہ ص ۴۲۳ ج ۱، زرقانی ص ۴۷۶ ج ۱) (سیرتِ ابنِ کثیر ج ۲ ص ۸۳ - سیرتِ دحلان ج ۱ ص ۳۶۳ مدارج النبوۃ ص ۸۲ ج ۲)

اِس پر حملہ کرنے کے لیے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور اُن کے صحابہ نے چڑھائی کر دی ہے۔ میرے گمان میں یہ نہیں کہ تم وہاں بروقت پہنچ جاؤ۔ فریاد! فریاد!

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس حادثے کی وجہ سے میں ابوجہل سے کوئی بات نہ کر سکا، اس طرح حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب سچا ہو گیا۔

قریشِ مکہ کی تیاریاں

ضمضم کے اس اعلان کے بعد قبیلہ قریش میں جوش و خروش کا یہ حال تھا کہ ہر شخص ہی جنگ میں شریک

ہونے کی بے تابی جھلک رہی تھی اور کوئی اگر کسی مجبوری کی وجہ سے خود نہ جا سکتا تھا تو وہ اپنی طرف سے ایک آدمی دے رہا تھا۔ اُن کے مالدار نادار وں کی امداد کر رہے تھے، انہیں اُونٹ اور سامانِ جنگ مہیا کر رہے تھے اور عام لوگوں کو بھی قریش مشتعل کر رہے تھے۔ سہیل بن عمرو مکے کا رئیس کہلاتا تھا، وہ لوگوں سے کہہ رہا تھا: کیا تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور یثرب کے بے دینوں کو اجازت دو گے کہ وہ تمہارے مال و دولت لُوٹ کر لے جائیں۔ جس شخص کو دولت کی ضرورت ہو میری دولت حاضر ہے، اور جس کو اسلحہ کی ضرورت ہو میرے اسلحہ ڈپو سے اسلحہ لے جا سکتا ہے۔

(سیرتِ دحلان ص ۳۶۳ ج ۱، سیرتِ حلبیہ ص ۴۲۳ ج ۱، مدارج النبوۃ فارسی ص ۸۳ ج ۱، زرقانی شریف ص ۴۷۶ ج ۱، طبقات لابنِ سعد ص ۱۳ ج ۲)

لشکرِ قریش کی روانگی

ابوجہل لعین نے قریش کے ہر فرد کو مجبور کیا اور ان کے سرکردہ لوگوں سے کہا کہ اس لشکر میں شریک ہو کر مسلمانوں کے لشکر کے خلاف لڑنے کے لیے نکلیں۔ اب اشراف اور سرداروں میں ابولہب کے بغیر کوئی پیچھے نہ رہا۔ اُس نے ابوجہل کے بھائی عاص کو اپنے قائم مقام روانہ کیا اور چار ہزار درہم جو بطورِ قرض دیئے تھے معاف کر دیئے۔ اُمیّہ بن خلف نے پیچھے رہنے کا ارادہ کیا، اس لئے کہ اُس نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سُنا ہوا تھا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب علیہم الرضوان کے ہاتھوں سے قتل ہو گا، مگر ابوجہل نے کہا کہ تو سردار ہے، اگر تو پیچھے رہ گیا، تو دُوسرے بھی دیکھا دیکھی تیرے ساتھ رہ جائیں گے۔ ابوجہل کے بے حد اصرار پر وہ بھی ساتھ ہو لیا۔ (سیرت ابنِ ہشام ص —)

قریشِ مکہ کی فوج کی تعداد ۹۵۰ تھی۔ ایک سو گھوڑے تھے، جن پر سَو زرہ پوش تھے علاوہ ازیں زرہ پوش پیدل بھی چل رہے تھے۔ اِن کے ساتھ رقص کرنے والی کنیزیں بھی

تھیں، جو دفیں بجا رہی تھیں۔ قریش کے سردار اُمیّہ، عتبہ، شیبہ، زمعہ، عمیر، حکیم بن حزام اس لشکر میں سب شریک تھے اور عتبہ بن ربیعہ جو کہ سردار بھی تھا اور مالدار بھی، وہ لشکرِ کفّار کا سردار بھی تھا۔ (سیرتِ حلبیہ ص ۴۲۵ ج ۱، مدارج النبوۃ فارسی ج ۲ ص ۸۴)

ابوسفیان، ضمضم غفاری کو مکۂ مکرمہ بھیج کر بے فکر نہ ہوا، بلکہ زیادہ فکر مند ہوا تو اُس نے جاسوسی کی سرگرمیاں اور تیز کر دیں، اور عمومی راستہ چھوڑ کر ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ چلنے اور تیزی کے ساتھ مسافت طے کرنا شروع کر دی۔ اس طرزِ عمل سے وہ مسلمانوں کے حملے سے محفوظ ہو گیا۔ اُس نے امراؤ القیس کو بھیجا کہ جا کر لشکرِ قریش کو جو کہ مکہ سے آرہا ہے اُسے یہ پیغام پہنچا دینا کہ ہم ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں مسلمانوں کے حملے کا کوئی خطرہ نہیں، آپ لوگ واپس چلے جائیں، اب قافلہ کو امداد کی ضرورت نہیں رہی۔

جب ابوسفیان کا قاصد اُس کا پیغام لے کر پہنچا تو لشکرِ کفار مقامِ جحفہ جو مکہ سے تین چار منزل کی مسافت پر ہے، وہاں پہنچ کر خیمہ زن ہو چکا تھا۔ امراؤ القیس نے ابوسفیان کا پیغام تو دے دیا، مگر ابوجہل جو فرعونِ وقت تھا، ابوسفیان کے مشورہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہنے لگا: "ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے۔

حَتّٰی نَحْضُرَ بَدْرًا فَنُقِيْمُ فِيْهِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

"یہاں تک کہ بدر میں پہنچیں، وہاں تین دن ٹھہریں گے۔"

اُونٹوں کو ذبح کریں گے، سارے لشکر کو کھانا کھلائیں گے، شراب پئیں گے ہماری کنیزیں ہمارے لئے رقص و سرود کی محفل گرم کریں گی۔ سارا عرب ہمارے لشکر اور سفر کے بارے میں سُنے گا، پھر وہ ہمیشہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ اے دوستو آگے بڑھتے چلو۔ ہماری کامیابی یقینی ہے۔"

(الامتناع ص ۲۹ ج ۱، سیرت ابنِ کثیر ص ۴۰۰ ج ۲، سیرتِ حلبیہ ص ۴۲۷ ج ۱، مدارج النبوۃ فارسی ص ۸۵ ج ۲، زرقانی شریف ص ۴۷۶ ج ۱)

لشکرِ اسلام کی کیفیت

یہ تو کفّار کا لشکر تھا جو ابوجہل کے کہنے پر میدانِ بدر کی طرف بڑھا اور اب آپ مسلمانوں کے لشکر کا حال بھی مُلاحظہ فرمائیں کہ رمضان المبارک کے روزے رکھ کر وہ چند تھوڑے سے مُسلمان اللہ تبارک و تعالیٰ کے حبیبِ مکرّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ کس شان و شوکت سے میدانِ بدر میں اُترے۔

ـہ نہ تیغ و تیر پہ تکیہ، نہ خنجر پہ نہ بھالے پر … بھروسہ تھا تو اک سادہ سی کالی کملی والے پر

ـہ نہ اُن کے پاس تلواریں نہ اُن کے پاس ڈھالیں تھیں … نہ قلّہ اُن کے اونٹوں پہ نہ پانی کی پکھالیں تھیں

میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ حضور اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے حکم پر حضرات صحابہ کرام فقط ابوسُفیان کے قافلے کو روکنے کے لئے نکلے تھے، اُن کے پاس لڑائی کا سامان نہ تھا۔ جو شخص اس وقت مدینے میں موجود تھا، ساتھ ہو لیا۔ مختصر سی تعداد کو لے کر حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ مصلّیٰ امامت کیلئے کسی اور کو مقرر فرما کر جلدی سے روانہ ہو چکے تھے۔ یہ مختصر سا قافلہ مقامِ روحاء پر پہنچ گیا۔ حضور نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینے اپنی نیابت کے لئے بھیج دیا تھا۔ بہر حال یہ لشکر مقامِ روحاء سے اس شان و شوکت سے آگے بڑھا کہ تین جھنڈے اُن کے ہاتھوں میں اس ترتیب سے تھے کہ ایک سفید رنگ کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا جو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پیچھے لئے ہوئے چل رہے تھے اور دو جھنڈے حضور نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے آگے تھے، جن میں سے ایک حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہاتھ میں تھا۔ دُوسرا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ جب لشکر روانہ ہونے لگا تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حکم دیا کہ جن اُونٹوں میں گھنٹیاں ہیں انہیں کاٹ کر اُتار دو۔ مقصد یہ تھا کہ لشکر کا راز برقرار رہے۔

یہ لشکرِ اسلامی درمیانی راستے سے مدینہ طیبہ سے عقیق - ذوالحلیفہ - اولا الجیش، تربان، ملل، غمیس - الحمام - مخیرات الیمامہ، السیالہ، روحا، شنوکہ سے گزرتا ہوا مقام مرج الظبیہ پہنچا - (سیرت ابن کثیر ص۲۲۰ ج۲، سیرت حلبیہ ص ج۱، مدارج النبوۃ ص ج۲)

؎ نمازِ عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں، چٹانوں کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے سینوں میں

؎ عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے، زبانیں خشک، پوشاکیں دریدہ پاؤں میں چھالے

مرج الظبیہ کے مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لشکر کا جائزہ لیا اور چھوٹی عمر کے بچوں کو واپس جانے کا حکم دیا - حضرت عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن حضیر، زید بن ارقم اور زید بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو کمسنی کی وجہ سے واپس بھیج دیا - جب حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حضرت عمیر ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بھی کم عمری کی وجہ سے واپس جانے کا حکم دیا، تو وہ رو پڑے - اس ننھے سے مجاہد کا جذبۂ جہاد دیکھ کر اس سولہ سالہ نوجوان کو ساتھ لے لیا اور انہوں نے اسی جذبۂ شوق کی وجہ سے بدر میں شہادت پائی -

صحابۂ کرام کا جاں نثاری کا عہد

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لشکر وادیٔ ذفران پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے، مگر قریشِ مکہ لشکرِ جرار کے ساتھ بڑھے چلے آ رہے ہیں - اس مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابۂ کرام سے مجلسِ مشاورت قائم فرمائی - انصار و مہاجرین، اوس و خزرج، جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو موجودہ تمام حالات سے مطلع فرمایا اور دریافت فرمایا: "بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟" تو سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی - انتہائی خوبصورت گفتگو فرمائی - پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اٹھے اور جذبۂ جاں نثاری کا بھرپور مظاہرہ فرمایا - پھر حضرت سیدنا مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے، اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو آپ کو بتایا ہے، وہ کیجئے، ہم آپ کے ساتھ ہیں - وَاللّٰہِ مَا نَقُوْلُ لَکَ کَمَا قَالَ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ لِمُوْسٰی (علیہ السلام) اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ - "اللہ کی قسم! ہم ایسے نہ کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ جائیے اور آپ کا رب جا کر جنگ کریں، ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہوتے ہیں -" وَلٰكِنِ اذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا مَعَكُمَا مُقَاتِلُوْنَ - "بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ تشریف لے چلیں آپ! اور آپ کا پروردگار، اور جنگ کیجئے، ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے -"

"اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا - اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں، تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور جنگ کرتے جائیں گے، یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں -"

یہ کلمات سُن کر حضور نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بہت خوش ہوتے اور حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی، پھر آپ نے انصار کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "لوگو! مجھے مشورہ دو -" انصار کی طرف اشارہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ بیعتِ عقبہ کے وقت ان لوگوں نے عہد کیا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ مدینہ منورہ میں ہمارے عہد و امان میں ہوں گے، یعنی مدینے میں آپ کی حفاظت ہم پر واجب ہے - اب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کھڑے ہوتے اور عرض کی: "اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) یوں لگتا ہے آپ ہماری رائے پوچھ رہے ہیں"، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "بے شک"۔

اب حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوتے: "ہم آپ پر ایمان لائے"

Scanned with CamScanner

ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ جو دین لائے ہیں وہ حق ہے۔ اور اس پر ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کئے ہیں، اور ہم نے آپ کا حکم سننے اور اس کو بجالانے کے عہد و پیمان کئے ہیں۔ فَامْضِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ) لِمَا اَرَدْتَ وَنَحْنُ مَعَکَ فَوَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَوِ اسْتَعْرَضْتَ بِنَا الْبَحْرَ فَخُضْتَہٗ لَخُضْنَا مَعَکَ مَا تَخَلَّفَ مِنَّا رَجُلٌ اَحَدٌ۔

"جدھر حضور (علیک الصلوٰۃ والسلام) آپ کا ارادہ ہے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اگر آپ ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں، اور خود اس میں داخل ہو جائیں، تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔"

"ہم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں (یعنی پیچھے رہنے کو) آپ کل ہی دشمن کا مقابلہ کریں، ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں دشمن سے مقابلہ کے وقت، ہم سچے ہیں، اور امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ کارنامے دکھائے گا، جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، تو پھر آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو جائیے۔"

(سیرت ابنِ کثیر ص ۳۹۲ ج ۲، سیرت حلبیہ ص ۴۲۵ ج ۱، مدارج النبوۃ فارسی ص ۸۴ ج ۲، طبقاتِ لابنِ سعد ص ۱۴ ج ۲، زرقانی شریف ص ۴۷۸ ج ۱، مختصر سیرتِ رسول ص ۲۰۳)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان پاکیزہ اور مجاہدانہ جذبات کو سُن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور ارشاد فرمایا روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے:

وَاللّٰہِ لَکَاَنِّیْ اَلْاٰنَ اَنْظُرُ اِلٰی مَصَارِعِ الْقَوْمِ۔ (طبقاتِ ابنِ سعد ص ۱۴ ج ۲)

"بخدا ایسی قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔"

اب مجلس مشاورت ختم ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو دشمن کے مقابلے کے لئے چلنے کی دعوت دی۔

لشکرِ اسلام میدانِ بدر میں

اب سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مقامِ بدر میں اُترنے کا حکم دیا۔ بدر، مدینہ منورہ سے تقریباً اسّی میل کے فاصلہ پر ہے — اور یہ زمانہ قدیم سے شام اور مکہ مکرمہ کے درمیان تجارتی قافلوں کی جولان گاہ رہا ہے۔ بدر پہاڑوں کے درمیان ایک میدان ہے جس کی لمبائی ساڑھے پانچ میل اور چوڑائی چار میل ہے۔ اِس میدان کی طرف اُترتے ہوئے حضرت حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) میں بدر اور اُس کے کنوؤں سے واقف ہوں، وہاں ایک میٹھے کنوئیں کا پانی ہے جو ختم نہیں ہوتا، ہم اس پر اُتریں گے اور اس کا میٹھا پانی پئیں گے۔

حضرت جبریلِ امین علیہ السلام آئے اور بارگاہ مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عرض کی کہ حضرت حباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رائے درست ہے۔ چنانچہ جب بدر میں اُترے، تو حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، یہ جگہ ہے جہاں اُترنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں اُترے اور باقی سارے کنوؤں کو بند کر دیا گیا۔ اور ایک کنوئیں کو رہنے دیا گیا۔ دُوسری طرف کافر بھی خیمہ زن ہوئے، انہوں نے بھی کنوئیں تیار کر لئے اور اتفاقاً مُسلمانوں کے کنوئیں سے پانی ختم ہو گیا اور مسلمانوں کو غسل و وضو کے لئے پانی کی سخت ضرورت تھی۔ شیطان نے اُن کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تم حق پر ہو تو تمہیں پانی کیوں نہیں ملتا؟ جبکہ کفار و مشرکین پانی پر قابض ہیں، پھر تمہیں کس طرح یقینی ہے کہ تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی جس کا ذکر کتاب اللہ میں یوں ہے:

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْہُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِہٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِہِ الْاَقْدَامَ (پ ۹ - سورۃ الانفال آیت ۱۱)

Scanned with CamScanner

"ترجمہ": جب اُس نے تمہیں اونگھ سے گھیر دیا، تو اُس کی طرف سے چین تھی، اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دُور فرما دے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جما دے"

اللہ تعالیٰ نے یہ بارش رات کے وقت دی۔ خوب موسلا دھار بارش ہوئی۔ مسلمان چونکہ ریتلے علاقے میں خیمہ زن تھے، اس لئے بارش سے ریت جم کر پختہ ہو گئی اور مسلمان آسانی سے چلنے پھرنے لگے۔ کفار جس جگہ خیمہ زن تھے، بارش کی وجہ سے وہاں کیچڑ ہو گیا، جس کی وجہ سے اُن کو چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ مسلمانوں کا کنواں صاف پانی سے بھر گیا اور کافروں کے کنوئیں ریت اور کیچڑ سے بھر گئے۔ یہ جُمعہ کی رات تھی، مسلمانوں نے پانی پیا، موسم خوشگوار ہو گیا، اس لئے اُنہیں نیند آ گئی۔ (سیرتِ حلبیہ ص ۴۳۲، مدارج النبوۃ فارسی ص ۸۵ ج ۲، طبقاتِ ابن سعد ص ۱۵ ج ۲، زرقانی شریف ص ۴۸۱ ج ۱)

ع یہ ریگستان کہ اک اک بُوند پانی کو ترستا تھا
اسی پر آج بادل چھا گئے اور مینہ برستا تھا

ع نزولِ آب سے تسکین و راحت ہو گئی طاری
مٹی تشنہ لبی گردِ کدورت دُھل گئی ساری

ع انہی کی منتظر تھی غالباً شانِ الٰہی بھی (جلَّ شانہٗ)
کہ پیاسے تھے محمدؐ بھی، محمدؐ کے سپاہی بھی (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم)

عریش مبارک

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ عالم شفیعِ معظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہِ اقدس میں یہ تجویز پیش کی کہ یارسُول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے لئے ایک چھپر عریش بنا دیں، تاکہ آپ دورانِ جنگ اس میں تشریف فرما ہوں، اور آپ کی سواری کے لئے اُونٹ بھی وہاں کھڑے رہیں، پھر ہم دشمن پر حملہ کریں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے جاں نثار کی بات سُن کر دُعائے خیر فرمائی۔ آپ نے اس کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اب حضور نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے ٹیلے پر ایک عریش بنا دی گئی، جہاں سے

جنگ کا سارا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ اس عریش میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جلوہ گر ہوئے۔ سیدنا حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرت سیدنا سعد ابن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تلواریں لے کر اس عریش کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ یہ جُمعۃ المُبارک کی رات تھی، مسلمانوں کو خوب نیند آئی، صبح اُٹھے تو سفر کی تھکن ختم ہو چکی تھی، اور حضور انور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ساری رات عبادت میں مصروف رہے۔ (سبل الہدیٰ ص ۴۹ ج ۱، دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۳۵ ج ۳، سیرتِ حلبیہ ص ۴۳۴ ج ۱، مدارج النبوۃ فارسی ص ۷۶ ج ۲، طبقاتِ ابن سعد ص ۱۵ ج ۲)

ع بنایا اک عریشہ پھونس کا اربابِ ہمت نے
قیام اس میں کیا بہرِ دُعا اربابِ ہمت نے

ع اسی کے گرد اُتری یہ جماعت بے نواؤں کی
شہنشاہوں پہ خندہ زن تھیں تقدیریں گداؤں کی

۱۷ رمضان المبارک کی صبح

جب ۱۷ رمضان المبارک کی صبح نمودار ہوئی تو حضور سیدِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو نماز کے لئے بُلایا اور نماز سے فارغ ہو کر جہاد پر وعظ فرمایا اور اب آپ نے صحابۂ کرام کو لڑائی کے تمام طریقے ارشاد فرما دیئے۔ اسی موقع پر رات کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے لشکر کی صف بندی فرمائی اور صبح کو بھی۔ اس صف بندی کا ایک عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے دستِ مبارک میں ایک تیر تھا، جو شخص آگے پیچھے ہوتا، اس کو تیر کے اشارے سے صف میں برابر ہونے کا حکم دیتے۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم صفیں درست کرواتے ہوئے ایک صف سے گزر رہے تھے کہ دیکھا حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صف سے آگے نکلے ہوئے ہیں۔ اس تیر سے جو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دستِ مقدس میں تھا، ہلکی سی چوٹ لگائی اور ارشاد فرمایا: اِستَوِ یَا سَوَادُ۔ "اے سواد سیدھے ہو جاؤ۔" حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صف میں سیدھے ہو گئے، اور عرض کی "یارسُول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و انصاف کے

ساتھ بھیجا ہے، آپ کے مارنے سے مجھے درد ہوا ہے۔ فَاَقِدْنِی۔ مجھے بدلہ دیں۔
حضور رحمتِ عالم رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو گستاخی پر محمول نہ فرمایا، کورٹ مارشل کرنے کا حکم نہ دیا، بلکہ پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عدل و انصاف پورا کرنے کے لئے ایک سپاہی کا مطالبۂ قصاص پورا کرنے کے لئے درہ کے بند کھولے، اپنی قمیص مبارک اوپر اٹھائی اور اپنے شکم مبارک کو اپنے سپاہی کے سامنے کردیا اور ارشاد فرمایا، اِسْتَقِدْ۔ "اے سواد آؤ اور اپنا بدلہ لے لو"۔ حضرتِ سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا تو فَاعْتَنَقَہٗ فَقَبَّلَ بَطْنَہٗ۔

"وہ لپک کر آگے بڑھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گلے لگالیا اور بطنِ مبارک کو چوم لیا"۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "اے سواد! تم نے ایسے کیوں کیا؟"
عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) حَضَرَ مَا تَرٰی فَاَرَدْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اٰخِرُ الْعَہْدِ بِکَ اَنْ یَّمَسَّ جِلْدِیْ جِلْدَکَ۔

"جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میری یہ آرزو تھی کہ میری جلد حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلد مبارک سے مس ہو جائے"

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار غلام کی حسرت پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور دعائے خیر سے سرفراز فرمایا۔ (سیرتِ ابن کثیر ج ۲ ص ۴۲۱)

میدانِ کارزار پیشِ نظر تھا، زندہ رہنے کی حالت نظر نہ آتی تھی۔ ان حالات میں کسی کو ماں کی یاد آتی ہے، کسی کو باپ کی، کسی کو بھائی کی، کسی کو بہن کی یاد آتی ہے کوئی اپنی بیوی اور بچوں کو یاد کرتا ہے اور کوئی رشتہ داروں کو اور کوئی دوست احباب کو، مگر قربان جائیں شمعِ رسالت کے ان پروانوں پر، جنہیں نہ دنیا کی چاہت، نہ بیوی بچوں کی یاد۔ نہ دوست و احباب کی ملاقات کی حسرت، نہ کسی قسم کی کوئی خواہش اور نہ کوئی ارمان۔ بس ارمان ہے تو اتنا، حسرت ہے تو بس یہی کہ میرا جسم، جسدِ مصطفےٰ

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مس ہو جائے، اس عاشقِ صادق کو یہ یقین تھا کہ جس خوش بخت کو یہ سعادت میسر آجاتی ہے، آتشِ دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے
(سیرتِ حلبیہ ج ۱، ص ۴۳۸، مدارج النبوۃ فارسی ج ۲، ص ۸۶)

سرِ راہِ شہادت سربلندوں نے صفیں باندھیں — خدا کا حق ادا کرنے کو بندوں نے صفیں باندھیں
یہ اک مسجود کے ساجد یہ اک مطلوب کے طالب — یہ اک معبود کے عابد، یہ اک محبوب کے طالب
نہ کثرت کی کوئی پروا نہ تھا قلت کا غم ان کو — نہ کچھ اندیشۂ پست و بلند و بیش و کم ان کو
چلے آئے تھے مسجد کے نمازی آج میداں میں — صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میداں میں

لشکرِ کفار کی کیفیت

اب قریش صف بستہ ہو چکے تھے، انہیں اپنے لشکر اور سامانِ جنگ پر ناز تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی "یا اللہ! یہ قریش فخر و تکبر کرتے ہوئے آپہنچے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تیرے ساتھ جنگ کریں اور تیرے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو جھٹلائیں۔ اے اللہ! میں تیری اس نصرت کا منتظر ہوں، جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔
اے اللہ! تو کل ان کو ہلاک کردے۔"

جب سب لوگ اپنے مورچوں میں ڈٹ گئے تو کفار نے عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا کہ جاؤ، اندازہ لگاؤ اور آکر ہمیں بتاؤ کہ مسلمانوں کے لشکر کی کتنی تعداد اور کتنا سامان ہے؟ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر لشکرِ اسلام کے ارد گرد چکر لگا کر واپس آیا اور انہیں بتایا کہ مسلمانوں کی تعداد تین سو یا کم و بیش ہے اور ان کے ساتھ ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہیں۔ اے گروہِ قریش! میں نے دیکھا ہے کہ ان کے اونٹوں کے پالانوں پر موتیں سوار ہیں۔ میں نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے کہ جن کے پاس بچاؤ کا کوئی سامان نہیں اور ان کی تلوار کے سوا ان کی کوئی پناہ گاہ نہیں، کیا تم نے ان کو دیکھا کہ وہ گونگے بنے ہوئے ہیں، کوئی بات نہیں کرتے اور زہریلے سانپوں کی طرح پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ بخدا میں دیکھ رہا

Scanned with CamScanner

ہوں کہ ان میں سے ایک آدمی بھی نہ قتل کیا جائے گا، جب تک کہ تم میں سے (کم از کم) ایک آدمی کو قتل نہ کر دے گا۔ پھر جب تمہیں اپنی تعداد کے مطابق قتل کر دیں گے، تو پھر تمہارا جینا کس کام کا ہو گا؟ اس لئے آپس میں صلاح و مشورہ کر لو۔"

عمیر کے بعد کفار نے ابو سلمیٰ الجشمی کو بھیجا تاکہ مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ لگائے۔ اُس نے سوار ہو کر مسلمانوں کے لشکر کا چکر لگایا اور آ کر کہنے لگا: "بخدا میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جن کے پاس نہ اسلحہ کے انبار ہیں اور نہ ہی گھڑ سواروں کے دستے، لیکن یہ لوگ واپس جانے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے، انہوں نے جان کی بازی لگانے کی ٹھانی ہوئی ہے۔ اُن کے پاس تلواروں کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ اُن کی آنکھیں نیلگوں ہیں، بس تم آپس میں مشورہ کر لو۔"

جب حکیم بن حزام نے یہ باتیں سنیں، تو بہت سے لوگوں سے ملاقات کی، پھر عتبہ کے پاس آیا اور اُسے کہا: "اے عتبہ! کیا تم ایسا کارنامہ سرانجام دینا چاہتے ہو کہ لوگ تمہیں ہمیشہ کارِ خیر سے یاد کریں۔" اُس نے پوچھا: "کون سا کارنامہ؟"

حکیم بن حزام نے کہا کہ "لوگوں کو میدانِ جنگ سے واپس لے جاؤ۔"

عتبہ نے حکیم کو ابوجہل کے پاس بھیجا۔ اب عتبہ نے ساری فوج کو اکٹھا کیا اور اُن کے سامنے یہ تقریر کی: "اے گروہِ قریش! تمہیں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب سے لڑنے کی ضرورت نہیں، نہ ہی اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو گا؟ تم ان سے جنگ کر کے کیا کرو گے، وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ تم زندگی بھر ایک دوسرے کا منہ دیکھنا گوارا نہ کرو گے، کسی نے کسی کا بیٹا، کسی نے کسی کا بھائی قتل کیا ہو گا اور کسی نے کسی کا چچا اور کسی نے کسی کا ماموں تہِ تیغ کیا ہو گا۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عرب کے باقی قبیلوں کو آپس میں لڑنے دو۔ اگر انہوں نے اُن کو قتل کر دیا تو تمہارا مقصد و مدعا پورا ہو جائے گا

اور اگر یہ غالب آ گئے، تو تمہیں ان سے ملتے ہوئے کوئی شرم نہ آئے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں نے جان دینے کا عزم کر رکھا ہے، تم اپنا نقصان کئے بغیر ان تک نہ پہنچ سکو گے۔ اے قوم! تم مجھ پر بزدلی کی تہمت لگا دو اور اعلان کر دو کہ عتبہ کی بزدلی کی وجہ سے ہم جنگ نہیں کر سکے۔"۔ حکیم بن حزام عتبہ سے بات کر کے ابوجہل کے پاس آیا اور کیا دیکھتا ہے کہ اُس نے اپنی زرہ تھیلے سے نکالی ہوئی ہے اور وہ اسے درست کر رہا ہے۔ حکیم نے کہا: "اے ابوالحکم (ابوجہل)، مجھے عتبہ نے تیرے پاس اِس مقصد کے لئے بھیجا ہے۔" میری بات سُن کر ابوجہل بگڑ گیا اور کہنے لگا: "عتبہ نے جب سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا ہے، شدتِ خوف سے اُس کا سانس پھول گیا ہے۔ بخدا ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے، جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔"

جب عتبہ کو معلوم ہوا کہ ابوجہل اِس کے بارے میں، یہ کہہ رہا ہے، تو کہنے لگا: "بخدا اِس ذلیل کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ میرا سانس پھولا ہے یا اس کا۔"

(سُبل الہدیٰ ص ۵۱ تا ۵۲، سیرتِ حلبیہ ج ۲ ص ۳۸، مدارج النبوۃ فارسی ج ۲ ص ۸۶، طبقاتِ ابنِ سعد ج ۲ ص ۱۶، زرقانی شریف ج ۲ ص ۴۶۶، مختصر سیرتِ رسول ص ۲۰۶)

ہزار افراد تھے اِس لشکرِ اسلام دشمن میں — مسلح تند خو ڈوبے ہوئے دریائے آہن میں
یہ قاتل برسرِ پیکار تھے سردارِ عالم سے — یہ نقشہ دیکھ کر پیرِ فلک خم ہو گیا غم سے
کھڑے تھے رُوبرو صف بہ صف حق صف بصف باطل — اِدھر حق سربکف تو جو اُدھر خنجر بکف باطل

ادھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے چہروں پر اطمینان و سکون کا نور برس رہا تھا، اُن کے قلوب میں عشقِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شمع فروزاں تھی۔ پرچمِ اسلام اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کے تیار و کمربستہ تھے۔ دشمن کی کثرتِ تعداد کی پرواہ تک نہ تھی۔ کفار کے اسلحہ کی فراوانی کی پرواہ تک نہ تھی۔ باطل کے مضبوط قلعوں کو ریزہ ریزہ کرنے کا عزمِ مصمم کر چکے تھے۔

Scanned with CamScanner

باطل سے ٹکرا جانے کا والہانہ ذوق و شوق تڑپا رہا تھا۔
رَبِّ ذوالجلال کے نام کی بُلندی کا پختہ ارادہ کر چکے تھے۔
نہ تلواروں کا خوف، نہ جان کی پرواہ، آخر یہ سب کچھ کس لئے تھا؟
یہ سبق کہاں سے ملا تھا؟ آبِ حیات کا یہ چشمۂ سوز و گداز کس نے عطا کیا تھا؟
یہ سب کچھ درِ رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے ملا تھا اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان بے تابی سے حکمِ رسُول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے منتظر تھے۔

اُدھر اسلحہ پر ناز تھا، اِدھر نامِ خدا پر ناز تھا۔
اُدھر آلاتِ حرب پہ گھمنڈ تھا، اِدھر نامِ مصطفےٰ پر بھروسہ تھا۔
اُدھر کثرتِ فوج پر فخر تھا، اِدھر غلامیٔ مصطفےٰ پر فخر تھا۔
اُدھر مسلمانوں کو مٹانے کا خیال تھا، اِدھر ایمان بچانے کا خیال تھا۔

؎ اِدھر اعلائے ایماں کو، اُدھر تکذیب کرنے کو — اِدھر تعمیر کرنے کو، تکذیب کرنے کو
؎ اِدھر مُسلم اُدھر مشرک، اِدھر مومن اُدھر کافر — پدر مسلم پسر مشرک، پسر مومن پدر کافر
؎ اِدھر تقدیر پر شاکر، اُدھر تدبیر پہ تکیہ — اِدھر فضلِ خدا پر ناز اُدھر شمشیر پر تکیہ
؎ نہ دیکھا تھا کبھی خورشید نے پہلے یہ نظارا — اِدھر ایماں صف آرا اُدھر شیطاں صف آرا

اسلحہ و آلات کے باوجود کفار لرز رہے تھے اور مسلمان شوقِ شہادت میں تڑپ رہے تھے۔ یہ سب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دُعاؤں کا اثر تھا۔

دُعائے رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حضور سیّد المرسلین، خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے میدانِ بدر میں صبح کی نماز کے بعد اس انداز سے دعا فرمائی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اس شدت اور زاری سے دُعا فرما رہے تھے کہ اس طرح میں نے کبھی نہ سُنا تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُنْشِدُکَ عَھْدَکَ وَوَعْدَکَ اَللّٰھُمَّ اِنْ یُّھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ لَا تُعْبَدْ۔ (زرقانی شریف ص۴۸۵ ج۱، سیرت حلبیہ ص۱۳۸ ج۲)

"اے اللہ! میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں، جو تو نے میرے ساتھ کیا۔ اے اللہ! اگر تو اس گروہ کو ہلاک کر دے گا، تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی"۔
(یعنی تجھے سجدہ کرنے والا نہیں رہے گا۔)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس تضرع و عاجزی سے دُعا کی کہ آپ کے شانہ مُبارک (کندھا انور) سے چادر گر پڑی۔ سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر مبارک اٹھا کر شانۂ اقدس پر ڈال دی اور آپ کا دستِ مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا "یا نبی اللہ (علیک الصلوٰۃ والسلام) آپ کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی درخواست کافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے، وہ جلد وعدہ پُورا کر دے گا۔

نکتہ: اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے رب کے وعدہ پر کامل یقین تھا، مگر یہ سب کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تسلّی و تشفّی اور تالیفِ قلب کے لئے تھا۔ اسی لئے حضرت سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ پکڑ کر عرض کی، یا رسُول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم) آپ کی اتنی ہی دُعا کافی ہے۔ اس لئے کہ سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطمینانِ قلب ہو چکا تھا۔
(سیرتِ حلبیہ ص۴۳۹ ج۱، مدارج النبوۃ ص۸۸ ج۲، زرقانی شریف ص۴۸۸ ج۱، مختصر سیرتِ رسُول ص۲۱۰)

؎ دُعا مانگی الٰہی! یہ تیرے درماندہ بندے ہیں — بہت ہی صاحبانِ جرأت و ایثار بندے ہیں
؎ یہ اس میدان میں آتے ہیں تیرے نام کی خاطر — تیرے پیغام کی خاطر، تیرے اسلام کی خاطر
؎ الٰہی رزق کی تنگی ہے، اِن کو رزق وافر دے — نہیں ہے مال ان کے پاس تو اُن کو غنی کر دے
؎ الٰہی نعمتوں سے ان کی خالی جھولیاں بھر دے
سرو ساماں نہیں ہے تو سرو ساماں عطا کر دے

Scanned with CamScanner

لشکرِ اسلام کا رعب

اب حضور نبیٔ رحمت شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس مقام پر غنودگی طاری ہوجاتی ہے اور نبی پر غنودگی کا طاری ہونا حکمتِ الٰہی سے خالی نہ تھا۔ اس غنودگی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو وحی عطا فرمائی۔ کفار تھوڑے اور مسلمانوں کی کثرت کو دکھایا گیا۔

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بیدار ہوئے تو آپ کی چشمانِ رحمت آنسوؤں سے پُر تھیں، اور آپ کے آنسو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور سربسجود ہونے والے تھے کہ ان آیاتِ مبارکہ کا نزول ہوا۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ (سورۃ الانفال، آیت ۱۲)

"یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ثابت قدم رکھو، ایمان والوں کو، میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب، سو تم مارو (ان کی گردنوں کے اوپر، اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر۔"

اب دعائے رسولِ مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے بعد مسلمانوں کو یقین کامل ہوگیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔

(سیرتِ حلبیہ صفحہ ۴۴۴ ج ۱، مدارج النبوۃ صفحہ ۸۹ ج ۲، مختصر سیرتِ رسول (عربی) صفحہ ۲۱۰)

حفیظ جالندھری نے "شاہنامہ اسلام" میں کیا خوب لکھا ہے:

الٰہی یہ تیرے بندے ہیں تیری راہ میں حاضر ... ہوتے ہیں سربکف ہوکر شہادت گاہ میں حاضر

تیرے پیغام کی آیات ہیں ان کی زبانوں پر ... مدارِ قسمتِ توحید ہے اِن چند جانوں پر

اگر اغیار نے اُن کو جہاں سے محو کر ڈالا

قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو ماننے والا!

جنگ کی ابتداء

اب جنگ کی ابتداء ہونے والی ہے صفیں درست کی جاچکی ہیں، کفار شراب سے بدمست و پُرخمار ہیں اور مسلمان نصرتِ الٰہی کے وعدے پر خوش و خرم ہیں۔

کفار تکبر و غرور اور لاف زنی کر رہے ہیں۔

مسلمان (صحابہ کرام) عاجزی و انکساری سے اپنے ربِ کریم کو یاد کر رہے ہیں۔

جنگ کی پہلی چنگاری اسود بن عبدالاسد نے بھڑکائی۔ یہ شخص انتہائی بدخلق اور ترش رُو تھا۔ یہ شخص کہنے لگا: "میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے حوض سے پانی پیوں گا اور حوض کو منہدم کر دوں گا یا اپنی جان دے دوں گا۔"

جب یہ بدنیت حوض کی طرف بڑھنے لگا، تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مردود پر تلوار کا وار کیا اور اس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی۔ وہ پیٹھ کے بل گر پڑا، اور کٹی ہوئی ٹانگ سے خون کا فوارہ نکلنے لگا۔ پھر وہ رینگتا ہوا حوض کے قریب پہنچا، اُس کا ارادہ بد تھا کہ حوض میں گھس کر سارا پانی خراب کر دے تاکہ مسلمان پانی پی نہ سکیں۔ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرا بھرپور وار کیا اور اُسے جہنم واصل کر دیا۔ اِس جنگ میں یہ پہلا جہنم رسید ہونے والا شخص تھا۔

(سیرت ابنِ کثیر صفحہ ۴۲۷، سیرتِ حلبیہ صفحہ ــ ج ۱، زرقانی شریف صفحہ ۴۸۲ ج ۱)

ادھر محوِ دعا سجدے میں تھا اسلام کا ہادی ... اِدھر نقارہ جنگ سے گونج اٹھی بدر کی وادی

شجاعت اور جواں مردی عیاں کرنے کا وقت آیا ... مقدر آزمانے، اور مرنے مارنے کا وقت آیا

محمد کے صحابہ کو بہت کمزور سا پا کر ... کیا نعرہ بلند سالار نے میدان میں آکر

کہ میں ہوں عتبہ بن ربیعہ جانتے ہو تم ... میں کیا ہوں کون ہوں پہچانتے ہو تم

بیٹا ولید اور بھائی شیبہ ساتھ ہیں میرے

یہ دونوں بازو ہیں میرے یہ دونوں ہاتھ ہیں میرے

Scanned with CamScanner

عُتبہ کا عبرتناک انجام

جب اسود کو ربیعہ بن عتبہ نے اپنی آنکھوں سے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا، تو یہ دیوانہ ہوگیا۔ اُس نے اپنے بھائی شیبہ کو دائیں اور بیٹے کو بائیں طرف لیا اور پُکارنے لگا:۔ هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ۔ (کون ہے جو مقابلہ پر آئے) ان تینوں کے مقابلہ کے لئے حضرت عوف، حضرت عفراء، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نکلے۔ عتبہ نے پوچھا "تم کون ہو؟" جواب دیا: "ہمارا قبیلہ انصار سے تعلق ہے۔" عتبہ بولا "ہمیں تمہاری ضرورت نہیں، ہمارے چچا زادوں کو مقابلہ پر بھیجو۔" اور اب چیخ کر کہنے لگے "اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) ہمارے مقابلے کے لئے ہماری قوم سے بھیجو۔" حضور نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "اے ابوعبیدہ، حمزہ، علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تم اٹھو۔" اب یہ تینوں حضرات کفار کے مقابل پہنچے، اپنا تعارف کرایا۔ اب حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ کو للکارا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید بن عتبہ کو للکارا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شیبہ آیا، تو ابھی سنبھلنے نہ پایا تھا کہ ایک وار ہی میں اُسے فی النار کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ولید کو موقع دیئے بغیر ذوالفقار حیدری سے اُس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عتبہ سے گتھم گتھا ہو گئے۔ کچھ دیر لڑائی جاری رہی، حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وار سے عتبہ کو زخمی کر دیا، جبکہ عتبہ نے وار کر کے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹانگ کو کاٹ دیا۔ حضرت حمزہ و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب یہ دیکھا تو دونوں آگے بڑھے، اور عتبہ لعین کی لاش کو پارہ پارہ کر دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر حضور سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

بارگاہ بےکس پناہ میں لٹا دیا۔ اِس عاشقِ صادق نے جاں بہ لب ہوتے ہوئے بھی حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مُبارک قدموں کو چوم لیا اور چند اشعار پڑھے، تو حضور رحمۃ للعالمین ختم المرسلین شفیعُ المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے۔" (طبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۲ ص ۱۷)

؎ بڑھے اب ابن عبدالمطلب شیرِ خدا حمزہؓ
عرب کا ناز، عمِّ مصطفیٰ دمِ مرتضیٰ حمزہ

؎ کیا حمزہؓ نے نعرہ حمزہ ہوں میں شیرِ رب ہوں میں
مجھے تم جانتے ہو ابن عبدالمطلب ہوں میں

؎ عبیدہؓ اور علی المرتضیٰ نکلے معیت میں
کہی تکبیر اہل اللہ نے جوشِ حمیت میں

؎ یہ تیغِ حمزہ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پر آرہی کر کے دو ٹکڑے جسمِ ناری کے

مُسلمانوں اور کافروں کے نعرے

قریش کے ان سرداروں کو جب اسلام کے بہادروں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تو اب کفار کے حوصلے پست ہو چکے تھے، بُزدلی سے دِل کانپ رہے تھے۔ ابوجہل نے ان کو سہارا دینے اور حوصلہ بڑھانے کے لئے یہ نعرہ لگایا:۔

لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ۔ "ہمارے پاس عزّٰی (بت) ہے تمہارے پاس عزّٰی نہیں ہے۔" حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مجاہدین کو حکم دیا کہ تم نعرہ لگاؤ:۔ اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا لَكُمْ۔ (سیرت ابن کثیر ص)

"اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے، تمہارا کوئی مددگار نہیں۔"

جنگِ بدر کے پہلے شہید

اسلام کے پہلے شہید حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت مجع نامی ہیں، جو لڑائی کے دوران کسی ظالم کا تیر لگنے سے شہید ہو گئے۔ (طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶)

پھر حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ کسی نامعلوم کافر

Scanned with CamScanner

کا تیر لگا، جب آپ پانی پی رہے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی "یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ مطلع فرمائیں کہ میرا بیٹا حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہے؟ اگر جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی، ورنہ جی بھر کر نوحہ کروں گی۔" یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ ابھی تک نوحہ پر ممانعت کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

وَيْحَكِ أَهَبِلْتِ إِنَّهَا جِنَانٌ ثَمَانٌ وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى۔ "(تیرا بیٹا جنت میں ہے) تیرا بھلا ہو، ایک جنت نہیں آٹھ جنتیں ہیں اور تیرے بیٹے کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائی گئی ہے۔"

- ○ نگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہیں سے جنت کو ملاحظہ فرمالیا۔
- ○ نگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت کے آٹھ حصوں کو ملاحظہ فرمالیا۔
- ○ نگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت الفردوس کو ملاحظہ فرمالیا۔
- ○ نگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت الفردوس میں سیر کرتے ملاحظہ فرمالیا۔
- ○ نگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو مطلع فرمادیا کہ تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔
- ○ اللہ اللہ! نگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُٹھے تو جنت الفردوس کو ملاحظہ فرمالے۔
- ○ ہمارے پیارے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے غلام کو جنت الفردوس میں ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

یقیناً ہمارے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اُمتیوں کو بھی ہر جگہ ملاحظہ فرمارہے ہیں اور کائنات کا کوئی ذرّہ نگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوشیدہ نہیں ہے۔

؎ رسول اللہ نے اُن کی شہادت پر گواہی دی ۔۔۔ اُنہیں تہنیت خوشنودی ذاتِ الٰہی دی
؎ فلک سے نور برسا دل پہ راحت ہو گئی طاری ۔۔۔ ہوا کلمہ شہادت کا زباں پر ورد تھا جاری

گھمسان کی جنگ اور دعائے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ کے لئے قریب ہوئیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجاہدین کو حکم دیا کہ میرے حکم کے بغیر حملہ نہ کریں۔ اور اگر کفار گھیرا تنگ کردیں، تو ان پر تیروں کی بارش کر کے دُور ہٹا دیں۔ اب پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عریش (جھونپڑی) میں تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہمراہ حاضرِ خدمت تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہِ ذوالجلال میں نصرت و امداد کے لئے فریاد کر رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ادا کا ذکر رب العزت جل شانہٗ نے قرآن کریم میں اس طرح فرمایا ہے:

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ ط وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

(سورۃ الانفال - پ ۹، آیت ۹، ۱۰)

"یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے، تو سُن لی اُس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں، تمہاری ایک ہزار فرشتے کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں، اور نہیں بنایا فرشتوں کے نزول کو اللہ تعالیٰ نے، مگر ایک خوشخبری، اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل، اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت غالب اور حکمت والا ہے۔"

جوشِ جہاد کی تحریک

اب حضور رحمۃ للعالمین، راحۃ العاشقین، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عریش سے اپنے مجاہدین صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس آئے تو آپ نے صحابہ کرام کو جہاد پر برانگیختہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

کی جان ہے" آج جو شخص (دشمن سے) جنگ کرے اور قتل کیا جائے، صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے اور رضائے الٰہی کا طلب گار رہے، دشمن کی طرف مُنہ کیے ہوئے ہو (یعنی مقابلہ کرے) پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو، تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔"

اِس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰی جَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ "اے لوگو! جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ، جس کی چوڑائی زمین اور آسمان کے برابر ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کلمات طیبات ارشاد فرمائے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہادت کا شوق ہوا، جذبات بڑھ گئے۔ تمام صحابہ مقابلہ کے لئے تیار تھے۔ اِن صحابہ میں ایک صحابی ہیں جن کا نام نامی حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ وہ کھجوریں تناول فرما رہے تھے، عرض کرنے لگے: "واہ واہ یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) کیا جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے؟" تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "بے شک جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کی چوڑائی کے برابر ہے۔" حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "اگر میں یہ کھجوریں کھانے کی دیر تک زندہ رہا تو یہ بہت لمبا عرصہ ہو گا۔" یہ کہہ کر اُنہوں نے کھجوریں پھینک دیں، تلوار کو بے نیام کیا اور دشمن کے مقابلے میں نبرد آزما ہوئے اور بالآخر جامِ شہادت سے مشرف ہوئے۔

(مدارج النبوۃ فارسی ج ۳ ص ۸۸، طبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۲ ص ۲۵)

؎ نمازیں پڑھنے والوں نے دکھائی وہ جواں مردی ۔۔۔ کہ شانِ وحدتِ حق فوج کثرت پر عیاں کر دی
؎ کہیں مولیٰ علی کی تیغ جو ہر دار کا غُل تھا ۔۔۔ خُدا کے فضل سے شیرِ خدا غالب علیٰ کُل تھا

حضور سرورِ انبیاء کے باڈی گارڈز

حضور سید العالمین ختم المرسلین رحمت کائنات (علیہ الصلوٰۃ والسلام) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ عریش میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ جب باہر آئے تو حضور

نبی مکرم رسُولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اجتماعی حملے کا حکم دیا۔ معرکہ کا بازار گرم ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بذاتِ خود بھی جنگ لڑ رہے تھے۔ مشرکین کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ جنگ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ آپ کے ہمراہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین پر بے دریغ تلوار چلا رہے تھے۔

○ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار کے ساتھی ○ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر کے ساتھی ○ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ کے ساتھی۔ ○ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ کے ساتھی ○ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر کے ساتھی ○ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر کے ساتھی، معرکہ بدر و حنین ہو، یا سفرِ حج ہو یا عمرہ — ہر جگہ ہر مقام پر سیدنا صدیق اکبر ساتھ ساتھ اور ہر قربانی و جاں نثاری میں پیش پیش۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

؎ جنابِ حضرتِ صدیق تھے پہلو میں ایستادہ ۔۔۔ نظر آنے لگے دُشمن نہیں لڑنے پر آمادہ
؎ گزارش کی میرے ماں باپ قرباں یا رسُول اللہ ۔۔۔ کیا کفار نے اقدامِ میداں یا رسُول اللہ
؎ لبِ رُوح الامیں سے مُژدہ فتح المبیں پایا
تو اپنے جاں نثاروں میں امام المرسلیں آیا

اُمیہ بن خلف کا انجام

حضور نبی اکرم رسُولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بہت بڑا دشمن امیہ بن خلف بھی اس جنگ میں شریک تھا، اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ یہ وہی امیہ ہے جس کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ غلام تھے، انہیں تپتی ہوئی ریت پر لٹایا کرتا تھا، سخت اذیتیں دیا کرتا تھا، پیٹ کے بل لٹا کر ایک بھاری پتھر اُن کے سینے پر رکھ دیا کرتا تھا اور پوچھا کرتا کہ کیا اسلام چھوڑ دو گے یا نہیں؟ تو آپ فرمایا کرتے تھے: "اَحد اَحد" (اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی زمانہ میں امیہ بن خلف سے وعدہ

کیا تھا کہ تو مدینہ آئے تو میں تیری جان کا ضامن ہوں گا۔ اس عہد کی پابندی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چاہا کہ وہ اس جنگ سے بچ کر نکل جائے، اس لئے اس کو اور اس کے بیٹے کو لے کر پہاڑ پر چڑھے مگر اچانک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا اور انصار کو خبر دی، تو انصار اُن پر ٹوٹ پڑے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُمیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا، لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا کام تمام کرنے کے بعد امیہ کی طرف بڑھے، امیہ کلبھاری جسم تھا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وعدہ کی وفا کے لئے اس سے کہا کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ، وہ لیٹ گیا تو آپ اس پر چھا گئے تاکہ لوگ اسے نہ ماریں، مگر مجاہدینِ اسلام نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹانگوں سے داخل ہو کر اسے قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹانگیں زخمی ہو گئیں، اور ان زخموں کا نشان مدتوں رہا۔ (بخاری شریف ص، سیرۃ حلبیہ ج ص، مختصر سیرت رسولِ عربی ص ۲۱۲)

- ○ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُمیہ بن خلف کو دیکھ لیا۔
- ○ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھیوں کے ہمراہ اُمیہ پر حملہ آور ہوتے۔
- ○ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھیوں کے ہمراہ امیہ کے بیٹے کو قتل کر دیا۔
- ○ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھیوں کے ہمراہ اُمیہ کو بھی قتل کر دیا۔

آج اُمیہ واصلِ جہنم ہوا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غالب آئے۔ ہمیشہ حق والے ہی غالب ہوتے ہیں۔ اس طرح حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وعدہ بھی پورا ہو گیا اور امیہ لعین قتل بھی ہو گیا۔

ـہ غلامانِ محمدؐ میں کسی سے کم نہ تھا کوئی   نحیف و بھوک کے پیاسے تھے مگر بیدم نہ تھا کوئی
ـہ لڑے اس طرح راہِ حق میں وہ سینہ سپر ہو کر   کہ اکثر حملہ آور رہ گئے زیر و زبر ہو کر

ابوجہل کا قتل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں میدانِ بدر میں مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا، میرے دائیں بائیں دو کم عمر انصاری جوان کھڑے ہوئے نظر آئے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ ان کے بجائے اگر کوئی جنگ آزمودہ جنگجو اور بہادر ہوتے تو بہت بہتر تھا۔ میں ابھی اس سوچ میں ہی تھا کہ اُن میں سے ایک نوجوان نے آہستہ سے مجھ سے پوچھا یَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ "چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟" "میں نے کہا، بھتیجے! میں اسے خوب پہچانتا ہوں، تمہیں اس سے کیا کام ہے؟" وہ کہنے لگا! میں نے سُنا ہے کہ ابوجہل میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔

ـہ قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی   کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں ہے عمر بھر نیکی
ـہ قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو   سُنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَئِنْ رَاَیْتُهٗ لَا یُفَارِقُ سَوَادِیْ سَوَادَهٗ حَتّٰی یَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا۔ (سبل الہدیٰ ج ۴ ص ۲۶)

"اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں اسے دیکھ لُوں تو میرا بدن اس کے بدن سے جُدا نہ ہوگا۔ جب تک کہ ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جسے مرنے کی جلدی ہے۔"

اس جوان نے ابھی بات مکمل کی ہی تھی کہ چٹکی بھرتے ہوتے دُوسرے جوان نے مجھ سے پوچھا اور وہی سوال کیا، جو پہلے نے کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان چکر لگا رہا تھا اور شعر پڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

"یہ جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے، میں نوجوان طاقتور اُونٹ ہوں، جو اپنے عنفوانِ شباب میں ہے۔ میری ماں نے مجھے ایسی ہی جنگوں کے لئے جنا تھا۔"

میں نے ان نوجوانوں کو انگلی کے اشارے سے بتایا کہ وہ ابوجہل ہے جس کے

بارے میں تم پوچھ رہے تھے۔ یہ دونوں اس پر حملہ آور ہوئے، عقابوں کی طرح جھپٹے، اپنی تلواروں کے واروں سے اسے گھائل کر دیا۔ ابوجہل بے حس و حرکت ہو کر زمین پر جا گرا۔

ہوائیں گونج اٹھیں رعد کے مانند تکبیریں ۔۔۔ گریں بدبخت پر دو تیز خون آشام شمشیریں
سسکتا چھوڑ کر بدبخت کو جس وقت رُخ پھیرا ۔۔۔ تو ہر جانب سے قرشی فوج نے دونوں کو آگھیرا

یہ عظیم کارنامہ سرانجام دینے کے بعد دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے، تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا؟ تو دونوں نے بیک زبان عرض کی، یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) میں نے اسے قتل کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم نے جن تلواروں سے اسے قتل کیا تھا، ۔ ان تلواروں کو کپڑے سے صاف تو نہیں کر دیا؟ عرض کی "یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) نہیں"۔ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تلواروں کو ملاحظہ فرمایا، تو دونوں تلواریں خون سے رنگین تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ كِلَاكُمَا قَتَلَهٗ۔

"تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔" (سیرت ابن کثیر ج ۲، ص۲۱۲)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں مجاہد اسلام جنہوں نے اسلام کے دشمن، قریش کے سردار، لشکر قریش کے سپہ سالار، اپنی امت کے فرعون کو موت کے گھاٹ اُتار دیا، یہ کون تھے؟ کس جرأت مند ماں کے بیٹے تھے؟ کس ماں نے جایا؟

برادرانِ اسلام! یہ لوگ اسلام کے ابتدائی ایام میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ بعض روایات کے مطابق اسلام قبول کرنے والوں کی یہ مقدس جماعت چھ افراد مشتمل تھی اور عند البعض آٹھ افراد تھے۔ ان میں ایک خوش بخت عورت بھی تھی، اس خاتونِ محترم کا نام حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا، ان کی دو شادیاں ہوئیں،

آپ کے پہلے خاوند حارث بن رفاعہ سے تین بیٹے تھے حضرت عوف۔ معاذ اور معوذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان تینوں کو باپ کے بجائے ماں سے منسوب کیا جاتا ہے اور فرزند عفرا کہا جاتا ہے۔ پھر حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی بکسرین سے ہوئی۔ دوسرے خاوند کے ان کے بطنِ اطہر سے چار بیٹے پیدا ہوئے، جن کے نام ایاس۔ عاقل، خالد عامر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس خوش نصیب صحابیہ حضرت عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ سعادت حاصل فرمائی کہ حق و باطل کے اس معرکۂ اول، اسلام و کفر کی پہلی جنگ میں اس خوش نصیب ماں کے ساتوں بیٹے شریک ہوئے اور جانبازی کے ایسے عظیم کارنامے سرانجام دیئے، جن پر ملتِ اسلامیہ کو بجا طور پر فخر ہے' دو چھ یا آٹھ خوش نصیب ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھا۔ ان میں حضرت عوف بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ کس قدر خوش نصیب ہیں یہ ماں بیٹا کہ جنہوں نے ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ جا کر اسلام قبول کیا۔ یہی حضرت عوف بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جو آج میدان بدر میں بارگاہِ رسالت میں عرض کر رہے ہیں؛

يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا يُضْحِكُ الرَّبُّ مِنْ عَبْدِهٖ۔

"اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کس بات پر خوش ہوتا ہے؟ حضور نبی اکرم شفیعِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندے کا ننگے سر دشمن کے حلقہ میں اپنا ہاتھ ڈال دینا ایسا عمل ہے جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔" (یعنی لشکرِ کفار میں مقابلے کے لئے اتر پڑنا)

حضرت عوف بن عفراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے میدانِ بدر میں اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشادِ مبارک سُنا تو اپنی زرہ اتار کر پرے پھینک دی، تلوار کو بے نیام کیا اور شیر کی طرح گرجتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے، دشمنانِ اسلام سے لڑتے رہے، بالآخر جامِ شہادت نوش کر لیا۔

Scanned with CamScanner

اس نیک بخت خاتون حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو بیٹے حضرت عوف کے سگے بھائی حضرت معاذ اور معوذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں، جنہوں نے امتِ محمدیہ کے فرعون ابوجہل کو واصلِ جہنم کیا۔ (سیرۃ حلبیہ ص۴۲۹، مدارج النبوۃ ص۸۷ ج۲)

تو معلوم ہوا کہ حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیہ ہیں۔

حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتوں بیٹے صحابیٔ رسول ہیں۔

حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتوں بیٹے جنگِ بدر میں حضور نبیٔ رحمت شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بیٹے جنگِ بدر میں حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں شہید ہوئے۔

حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو بیٹوں حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امتِ محمدیہ کے فرعون کو قتل کیا۔

اس سعادت مند ماں کے دونوں بیٹوں حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسلام کے دشمن ابوجہل لعین پر پے در پے وار کیے اور اس وقت تک لگاتار وار کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ (محمد رسول اللہ ج ۳، ص۴۲۵)
(مدارج النبوۃ ج ۲، ص۸۸، مختصر سیرت رسول عربی ص۲۱۲)

بالآخر اک جواں نے پا لیا دامن شہادت کا
فرشتوں نے کیا نظارہ اس یُمن و سعادت کا

حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پورا خاندان

عاشقِ رسول خاندان

مرد و زن، پیر و جوان، خورد و کلاں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار تھے۔ حضرت عوف اور معوذ ابن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید

ہو چکے تھے۔ حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیٹی حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ذرا اُن کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:۔

ایک دفعہ اُن کے چچا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کو کھجور کا ایک طشت دیا کہ یہ لے جاؤ اور بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش کرو۔ حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ طشت سر پر اٹھایا اور بارگاہِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش کیا۔ حضور نبی مکرم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ہدیہ قبول فرمایا اور جب حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا واپس ہونے لگیں، تو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحرین کے والی کا بھیجا ہوا سونے کا تحفہ اپنے عاشق حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا، "اس زیور کو پہنا کرو"۔ (محمد رسول اللہ ج ۳، ص۴۲۵)

- ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شریک ہوئے۔
- ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیعتِ رضوان میں شریک ہوئیں۔
- ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ جاتیں۔
- ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زخمی مجاہدوں کی مرہم پٹی کرتیں۔
- ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لاشوں کو مدینہ طیبہ پہنچانے کا انتظام کرتیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے لوگوں سے سنا کہ ابوجہل کے بارے میں سبھی کہتے ہیں کہ ابوجہل لعین تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ میں نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ اس دشمنِ خدا اور رسول کو واصلِ جہنم کر کے رہوں گا۔ آج بدر میں جو مجھے موقع ملا تو میں اپنی تلوار لہراتا ہوا اس پر اس زور سے ٹوٹ پڑا کہ میرے پہلے ہی وار سے اس بدبخت کی ٹانگ پنڈلی سے کٹ کر دور جا گری۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے میری گردن پر وار کیا، جس سے میرا ایک بازو کٹ گیا صرف

جلد کے ایک تسمہ سے وہ میرے کندھے سے پیوست رہا اور لٹکنے لگا۔ اس لٹکتے ہوئے بازو سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی اور تلوار چلانے میں رکاوٹ بن رہا تھا۔ میں نے اسے پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچ لیا۔ وہ جلد کا تسمہ ٹوٹ گیا اور آزاد ہو کر میں مصروفِ جہاد ہو گیا اور جب جنگ ختم ہو گئی، تو میں اپنا کٹا ہوا بازو لے کر حضور نبی رحمت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا، رحمۃ للعالمین سرورِ دُنیا و دیں صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم نے اپنا لعابِ دہن اس بازو پر لگا دیا، تو کٹا ہوا بازو جڑ گیا اور زخم ٹھیک ہو گیا۔"

حضرت معاذ، حضرت سیدنا عثمانِ غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے دَورِ خلافت تک زندہ رہے۔ (سبل الہدیٰ ج ۴، ص ۶۷)

ے جو بازو کٹ چکا تھا اب وہ رہ رہ کر لٹکتا تھا — کہ اک تسمہ ابھی باقی تھا شانے سے لٹکتا تھا
ے دبا کر زور سے کھینچا تو ٹوٹا نا تھ کا رشتہ — نہ تھا درکار وحدت کو دُوئی کے ساتھ کا رشتہ
ے معاذ اب تیغ زن تھے ایک ہی بازو سے میداں میں — مگر اس طرح جیسے شیر انبوہِ غزالاں میں
ے وہ غازی تھے، مئے حُبِّ نبی کا جوش تھا اُن کو
لبِ کوثر پہنچ کر شوقِ نوشا نوش تھا اُن کو

ابوجہل کے قتل کا منظر

اس سے قبل حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاندان کا ضمناً مختصر سا تذکرہ کیا تھا۔

اب آگے چلتے ہیں:- ابوجہل کا جسم لہولہان تھا اور زمین پر بے حس و حرکت پڑا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چکر کاٹتے ہوئے ابوجہل لعین کو سسکتے ہوئے پہچان لیا۔ آپ فرماتے ہیں: میں قریب گیا تو ابوجہل نے پوچھا:

لِمَنِ الدَّبْرَةُ۔ "فتح کس کی ہوئی؟" میں نے کہا،

لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ "اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کی"

اب میں نے اُسے داڑھی سے پکڑ کر زور سے جھنجھوڑا اور کہا،

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْزَاکَ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ۔

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے، جس نے اللہ تعالیٰ کے دُشمن (ابوجہل) تجھے ذلیل و رُسوا کیا۔" اب میں نے مغفر (گردن بچانے کا آلہ) اُس کی گردن سے ہٹایا اور تلوار چلائی، گردن کٹ کر دُور جا گری۔ میں اُس کی گردن اُٹھا کر حضور نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، یارسول اللہ (صلّی اللہ تعالیٰ علیک وسلّم) یہ اسلام کے دشمن ابوجہل کا سر ہے۔ حضورِ انور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم نے تین بار ارشاد فرمایا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَاَهْلَهٗ۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسلام کو اور اہلِ اسلام کو عزت عطا فرمائی۔"

پھر حضور نبی کریم رسولِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو گئے۔ سجدے سے فارغ ہوتے ہی ارشاد فرمایا، "ہر اُمت کا ایک فرعون ہوتا ہے — اُمتِ مسلمہ کا فرعون ابوجہل تھا۔"

(سُبل الہدیٰ ص ۶۸ ج ۴، سیرتِ حلبیہ ص ۴۵ ج ۱، مدارج النبوۃ ص ۸۸ ج ۲)

حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بے مثال کارنامے کی ترجمانی جنابِ حفیظ جالندھری مرحوم اس طرح کرتے ہیں ے

ے ہٹا وہ دیکھ کر ان کو اور یہ اُس کے قریں پہنچے — جہاں بوجہل تھا دونوں لڑکے بھی وہاں پہنچے
ے وہ پختہ کار، یہ کمسن، یہ پیدل اور وہ گھوڑے پر — لگا مرکب گرانے خشمگیں شیروں کے جوڑے پر
ے وہ ہڈی اور خوں جس پر ہمیشہ ناز رہتا تھا — وہی ہڈی شکستہ تھی، وہیں اب خون بہتا تھا
ے سسکتا چھوڑ کر بدبخت کو جس وقت رُخ پھیرا — تو ہر جانب سے قرشی فوج نے دونوں کو آ گھیرا

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں

حضرت عکاشہ الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار سے جہاد کر رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی، تو دوڑے دوڑے بارگاہِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوئے،

Scanned with CamScanner

اور عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میری تلوار ٹوٹ گئی ہے، اب میں کیسے لڑوں؟ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک لکڑی پڑی تھی آپ نے فرمایا: اے عکاشہ! اس لکڑی سے لڑو۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لکڑی کو پکڑ کر لہرایا، تو وہ لکڑی تلوار بن گئی، جو لمبی، تیز اور خوبصورت تھی۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے لڑتے رہے، یہاں تک "فتح مُبین" ہو گئی۔ یہ تلوار "العون" کے نام سے مشہور ہوئی اور تمام جنگوں میں اس سے ہی لڑتے رہے۔ نبوت کے جھوٹے مُدعی دجّال طلیحہ اسدی کے دور تک یہ تلوار پاس رہی۔ طلیحہ اسدی دجّال کذّاب نے انہیں شہید کر دیا۔ (سیرت ابن کثیر ج ۲ ص ۴۴۶)

بشر جب رشتۂ اُلفت خدا سے جوڑ لیتے ہیں — تو اپنے دل جہانِ ماسوا سے توڑ لیتے ہیں،
شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی — وہ خوش قسمت ہیں جنہیں مل جائے دولت شہادت کی

شہید اس دارِ فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

کھجور کی ٹہنی تلوار بن گئی

اسی جنگ بدر میں اسلام کے ایک اور نامور مجاہد حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی تلوار ٹوٹ گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تو آپ نے کھجور کی ایک ٹہنی دے دی اور ارشاد فرمایا: اس سے دشمن پر وار کرو۔ جب انہوں نے ٹہنی کو ہاتھ میں لیا، تو وہ شمشیر بن گئی۔ یہ تلوار لے کر میدان میں لڑتے رہے۔ یہ تلوار اُن کی شہادت تک اُن کے پاس رہی۔ (سیرت ابن کثیر ج ۲، ص ۴۴۷)

کمانیں کیا تھیں، لکڑیاں لے کر جھکا لی تھیں — بندھی تھیں رسیاں اُن میں مگر چلّوں سے خالی تھیں،
بظاہر تیر بھی ایسے، ایسی ہی کمانیں تھیں — صلاحِ جنگ کیا بس دل ہی دل جانیں ہی جانیں تھیں
اِدھر تیر و کماں کی صورتوں میں تن گئے تنکے — زمیں پر غیرتِ سدِّ سکندر بن گئے تنکے

نُصرتِ خداوندی

قریش کے رؤسا کے مرنے کے بعد اُن کے دل پریشان ہو چکے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نہایت تیزی سے لڑ رہے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مکمل بھروسہ تھا۔ ایمان والوں پر سکون و اطمینان طاری تھا، ان کے دلوں میں نُصرتِ الٰہی کا یقین تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پُرسکون عریش میں جلوہ افروز تھے، اُن پر غنودگی طاری ہوئی، جب بیدار ہوئے تو ارشاد فرمایا: ابوبکر! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ارشاد فرما رہا ہے:۔

اِنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ "میں تمہاری مدد کو ہزار فرشتے بھیجوں گا"۔

پھر بارگاہِ ربّ العزّت جلّ شانہٗ سے ارشادِ گرامی ہوا:

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ ؕ بَلٰۤی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ ۝ (پ ۴ آل عمران: آیت ۱۲۴، ۱۲۵)

ترجمہ: "جب اے محبوب علیک الصلوٰۃ والسلام! تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتہ اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔"

اللہ ربّ العزّت نے پہلے ایک ہزار، پھر تین ہزار، پھر پانچ ہزار فرشتوں کو ایمان والوں کی مدد کے لئے بھیجا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کہتے ہیں کہ اقدم حیزوم حیزوم آگے بڑھو کی آوازیں آرہی تھیں۔ تیز ہوا تین مرتبہ چلی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ان کے جسموں پر سفید لباس تھا، سفید عمامے تھے، گھوڑوں پر سوار تھے۔"

Scanned with CamScanner

بادِ سحر تیز دم جبریل امین علیہ السلام کی سواری کا نام ہے صحابہ کرام کہتے ہیں:

اب ہم دیکھ رہے تھے کہ کافروں کے سر تن سے جدا ہو رہے ہیں۔ معرکہ بدر سترہ رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک وقوع پذیر ہوا۔ صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی سورج ڈھلنے سے پہلے فرشتوں کی مدد آ پہنچی اور جب سورج ڈھلنے لگا تو کفار کے قدم اکھڑ گئے، انہوں نے راہِ فرار اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دن میں اتنی شاندار کامیابی عطا فرمائی، جس کا تذکرہ قیامت تک ہوتا رہے گا ۔

(سیرتِ حلبیہ ص ۴۵۲ ج ۱، مدارج النبوۃ ص ۹۲ ج ۲، زرقانی شریف ص ۴۹ ج ۱)

اُتارا جا چکا تھا دستِ حق سے تاج باطل کا ۔۔۔ سرِ میداں تعاقب ہو رہا تھا آج باطل کا
وہی لشکر جو دھاوا کر کے آیا تھا ضعیفوں پر ۔۔۔ شرارت کا وہی طوفاں جو چھایا ضعیفوں پر
وہ بادل چھٹ گیا آخر وہ لشکر کٹ گیا آخر ۔۔۔ معین وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر
غرور و ناز تھا، جس قوتِ ناپاک کے اوپر
وہ قوت ہر طرف بکھری پڑی تھی خاک کے اُوپر

جنگِ بدر کے شہداء

اس جنگ میں صرف چودہ صحابہ کرام علیہم الرضوان شہید ہوئے۔ ان کے اسمائے مبارک اس لئے درج کئے جاتے ہیں کہ علامہ عسقلانی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں "ان کے ناموں کی برکت سے دُعا قبول ہوتی ہے"۔ اِن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصاری ہیں۔ ان خوش بخت شہیدوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حارث کے فرزند تھے۔ (۲) حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح ایران کے بھائی تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر سولہ سال کی تھی (۳) حضرت عمیر بن حمام (۴) حضرت سعد بن خیثمہ (۵) حضرت ذو الشمالین بن عبد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(۶) حضرت مبشر بن عبد المنذر (۷) حضرت عاقل بن بکیر (۸) حضرت مہجع (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت صفوان بن بیضاء الفہری (۱۰) حضرت یزید بن حارث (۱۱) حضرت رافع بن معلّیٰ (۱۲) حضرت حارث بن سراقہ (۱۳) حضرت عوف بن عفراء (۱۴) حضرت معوذ بن عفراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(سیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۲ ص ۱۰۱، طبقات ابن سعد ص ۱۷ ج ۲)

کفار لعین ستر قتل ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے، باقی گھبرا کر بھاگ گئے۔ شہدائے کرام علیہم الرضوان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور انہیں دفنایا گیا۔ آج شہداء بدر کی قبورِ انور مرجع زیارت ہیں۔ کفار کی لاشوں کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ ان کو ایک کنوئیں کے قریب جمع کیا جائے، جب سب اکٹھی ہو گئیں، تو انہیں کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ حضور نبی اکرم تین دن تک بدر میں ٹھہرے تیسرے دن حکم دیا کہ سواری پر پالان کسا جائے۔ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سوار ہوئے اور چل دیئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کنوئیں پر آئے، جہاں کفار کی لاشیں پڑی تھیں اور کنوئیں کے منڈیر کے پاس کھڑے ہو کر ندا دی:

"اے ابوجہل! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تو کیا آج تم خوش نہ ہوتے؟ جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے تم سے وعدہ کیا تم نے اس کو سچا پایا۔؟

فَاِنِّیْ قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِیْ رَبِّیْ حَقًّا ط

"میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا، میں نے اسے سچا پایا"۔

"تم اپنے نبی کے بُرے رشتہ دار تھے۔ تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے تصدیق و تائید کی۔ تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور لوگوں نے پناہ دی۔ تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی"۔

سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ان کو مرے ہوئے تین دن گزر چکے ہیں اور آپ ندا فرما رہے ہیں؟" حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ اِنْ ھُمْ اٰلَانَ یَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَھُمْ غَیْرَ اَنَّھُمْ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَّرُدُّوْا عَلَیْنَا شَیْئًا۔ (بخاری شریف)

"جو میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سُن رہے۔ اب وہ سُن رہے ہیں، جو میں کہہ رہا ہوں، لیکن وہ جواب دینے کی قوت سے محروم ہیں۔"

- تو معلوم ہوا کہ کافر مُردے سنتے ہیں، تو یقیناً مسلمان مُردے بھی سُنتے ہیں۔
- مسلمان اپنی قبروں میں سُنتے ہیں
- مسلمان قبر پر آنے والوں کو جانتے ہیں
- مسلمان قبر پر آنے والے سے مانوس ہو جاتے ہیں۔

(سیرتِ حلبیہ ج ۱ صـ۴۵۳، مدارج النبوۃ صـ۹۵ ج۲، زرقانی شریف صـ۵۰۲ ج۱)

کہا جن کو حضور آواز دیتے ہیں وہ مُردہ ہیں
بھلا کس کی سنتے ہیں اجل کے زخم خوردہ ہیں

ہوا ارشاد زندوں سے زیادہ سن رہے ہیں یہ
بُرائی کے بُرے انجام پر سر دُھن رہے ہیں یہ

مآلِ کار پر بے انتہائی اضطراب اُن کو
مگر حاصل نہیں ہے آج مقدورِ جواب اُن کو

اسیرانِ بدر

برادرانِ اسلام! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ستّر کافر قتل ہوئے اور ستّر قیدی ہوئے، جنگ کے دوسرے دن قیدیوں کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا، تو آپ نے اپنے صحابہ کرام سے مجلسِ مشاورت قائم فرمائی کہ جنگی قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے؟ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو اپنی اپنی رائے کے اظہار کی اجازت دی، تو سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ان قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیا جائے

اس فدیے سے مسلمانوں کو تقویت ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ ان میں سے کئی لوگ ایمان لے آئیں اور اپنی بہترین صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کی اُمت کے لئے تقویت کا باعث بنیں۔" اب اپنی رائے کے اظہار کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی، "بخدا! میں اس رائے کو پسند نہیں کرتا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہر قیدی کو اس کے مسلمان رشتہ دار کے حوالے کیا جائے اور پھر مسلمانوں کو حکم دیا جائے کہ ان کی گردنیں اُڑا دو، پھر ہم انہیں اپنی تلواروں سے اڑا دیں تاکہ آئندہ مسلمانوں کو ترقی بھی حاصل نہ ہو سکے۔" اب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تجویز کے مطابق اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی، "یا رسُول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) کسی وادی میں ایندھن جمع کیا جائے، پھر لکڑیوں کو جلا دیا جائے اور آگ کے شعلوں میں ان قیدیوں کو ڈال دیا جائے تاکہ یہ جل کر خاکستر ہو جائیں۔" حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا۔ اس رائے کی حکمت کی وجہ سے بہت سے قیدی، مُسلمان ہو گئے۔

قیدیوں کا فدیہ حسبِ استطاعت ایک ہزار سے چار ہزار درہم تک تھا اور وہ قیدی جو مفلس ہیں، فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے، اُن کا فدیہ عجیب اور انوکھا مقرر ہوا۔ مکہ مکرمہ کے لوگ پڑھنا لکھنا جانتے تھے، جبکہ انصارِ مدینہ میں لکھنے پڑھنے والے بہت ہی کم لوگ تھے، اس لئے محبوبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کو فضیلت دینے کے لئے حکم دیا کہ جو قیدی انصارِ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا اُسے آزاد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مفلس قیدیوں نے انصار کے بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا، جب دس بچے پڑھ جاتے تو اُس کو آزاد کر دیا جاتا۔ حضرت عباس نے آزاد ہونا چاہا تو حکم ہوا کہ "چار ہزار درہم ادا کر دو تو تم آزاد ہو۔" حضرت عبّاس کہنے لگے، "میرے پاس اتنا مال نہیں کہ میں چار ہزار درہم ادا کر سکوں۔" غیب دان نبی رسُولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، "چچا جان!

وہ مال کدھر گیا جو آپ نے میری چچی جان اُمّ الفضل کے ساتھ مل کر زمین میں دفن کیا تھا اور چچی جان سے کہا تھا: اگر میں جنگ میں مارا جاؤں، تو یہ مال میرے بچوں فضل، عبداللہ قثم کے حوالے کر دینا۔" یہ ارشاد سُن کر حضرت عباس کی حیرت سے آنکھیں کھُل گئیں، اور کہنے لگے: "اس مال کا پتہ میرے اور میری بیوی کے علاوہ کسی اور کو نہ تھا، تم نے یہاں بیٹھ کر بتا دیا۔" چنانچہ سوّا وقیہ سونا دے کر آزاد ہوئے۔ اگرچہ حضرت عباس دل سے حُبِ رسُول رکھتے تھے، مگر آپ کو زبردستی جنگ میں شریک کیا گیا۔ آج غیب دان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات سُن کر دل وجان سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

(سُبل الہدیٰ ص ۱۰۵ ج ۴، سیرتِ حلبیہ ص ۴۵۷ ج ۱، مدارج النبوۃ فارسی ص ۹۸ ج ۲)
(سیرۃ النبویہ لابن ہشام ص ۱۰۵ ج ۱، طبقاتِ ابنِ سعد ص ۶۲ ج ۲، زرقانی شریف ص ۵۱۱ ج ۱)

مسلمانوں نے کرلی باہمی تقسیم اسیروں کی
کہ ہو لطف اور نرمی سے حفاظت سخت گیروں کی

مسلمانوں نے اُن کو بال بچوں کی طرح رکھا
قلوبِ سخت نے لطف و کرم کا ذائقہ چکھا

کھُلیں آنکھیں نمونہ دیکھ کر خلقِ محمّد کا
سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا سبب الطافِ بیحد کا

ندامت سے ہوئے محجوب ان کے کینہ ور سینے
لگے کچھ صاف ہونے زنگ سے آلود آئینے

محمّد کا سخن اظہار ہے حق وعدالت کا
بہ دل اقرار کرتا ہوں میں توحید و رسالت کا

- ○ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں پر رحم وکرم فرمایا۔
- ○ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مفلس قیدیوں کو بغیر فدیہ آزاد کر دیا۔
- ○ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال بتا دیا۔
- ○ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خبرِ غیب سے حضرت عباس ایمان لے آئے
- ○ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کی وجہ سے کئی قیدی مسلمان ہو گئے

مکہ والوں کو جونہی عزیز واقارب اور سرداروں کے قتل ہونے کی خبر ملی تو گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ ہر طرف آہ وفغاں اور گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، عورتوں نے سر کے

بال منڈوا دیئے، سینہ کوبی کرنے لگیں، منہ پر طمانچے مارتی تھیں، گریبان پھاڑ ڈالتی تھیں، یہ نوحہ وماتم ایک ماہ تک جاری رہا۔ اپنے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں، جانور تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ مسلمان خوش ہو رہے تھے، تب انہیں ہوش آیا کہ ہماری ان بیہودہ حرکتوں سے مسلمان خوش ہو رہے ہیں۔ تو فیصلہ کیا کہ آج کے بعد کوئی نوحہ نہیں کرے گا، قیدیوں کو نہیں چھڑائے گا، اس لئے کہ مسلمان بہت زیادہ فدیہ مانگیں گے۔ آخر مسلمان قیدیوں کے خورد ونوش کے بوجھ سے تنگ آکر چھوڑ دیں گے۔ (سبل الہدیٰ ص ۱۳ ج ۱)
(سیرتِ حلبیہ ص ۴۶ ج ۱، مدارج النبوۃ ص ۱۰۷ ج ۲، طبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۱۹ ج ۲)
(زرقانی شریف ص ۵۱۲ ج ۱)

غرض اب شہرِ مکہ میں ہزیمت کی خبر پہنچی!
مصیبت کو بہ بجو خانہ بخانہ در بدر پہنچی

گھروں سے مرد وعورت بوڑھے بچے سب نکل آئے
عوام وخواص بچے اور کچے سب نکل آئے

اکٹھے ہو گئے ایک چوک میں سب چیخنے والے
پڑی پلٹیں اُٹھے فریاد آہ وزاریاں والے

مدینہ کی طرف واپسی

تین دن بدر میں ٹھہرنے کے بعد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، جنگی قیدی ہمراہ تھے مالِ غنیمت لدا ہوا تھا۔ جب یہ مقام اُثیل پر پہنچے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ آگے مدینہ طیبہ چلے جائیں اور اہلِ مدینہ کو خوشخبری دیں۔ (طبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۱۹ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محلہ عالیہ کی طرف گئے۔ آپ اونٹ پر سوار تھے، بلند آواز سے اعلان کیا "اے گروہِ انصار! رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سلامتی کی آپ کو خوشخبری ہو۔ بہت سے مشرک قتل کر دیئے گئے،

اور بہت سے جنگی قیدی بنا لیے گئے ہیں۔" لوگوں کے لیے بظاہر اس اعلان کو تسلیم کرنا مشکل تھا۔ عاصم بن عدی کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب گیا اور لوگوں سے الگ کر کے پوچھا: "اے رواحہ کے فرزند! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" آپ نے فرمایا: "بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں، کل صبح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں، تم ان کے ہمراہ جنگی قیدیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔" آپ نے گھر گھر جا کر یہ اعلان سُنایا، لوگ خوشی سے دیوانہ وار گلیوں میں دوڑ رہے تھے، ابوجہل فاسق قتل ہوگیا، دوسرے لوگ قیدی بنا لیے گئے ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کے سبھی محلّوں میں جا کر مژدہ جانفزا سُنانے لگے، مگر لوگوں کو یقین نہ آرہا تھا۔ یہودی اور منافق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کا مذاق اڑا رہے تھے۔

اگلے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم مجاہدینِ اسلام کے ہمراہ مدینہ طیبہ پہنچے، جنگی قیدی ہمراہ تھے۔ ہر مُسلمان خوشی سے مبارک باد پیش کر رہا تھا۔ معرکۂ حق و باطل میں باطل کے رجحانات کو تار تار کر دیا تھا۔ معبودانِ باطل سے اُن کا یقین اُٹھ گیا تھا کہ یہ مُٹھی بھر نہتے مسلمانوں سے اسلحہ کی فراوانی کے باوجود نہ بچا سکے، ان پر محمدی درویشوں کا رُعب طاری ہوگیا۔ مسلمانوں کے رعب و دبدبہ کی دھاک بیٹھ گئی اور قیامت تک اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق والوں کو ہی فتح عطا فرمائے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) (سیرت حلبیہ ص۴۶۴، مختصر سیرت رسُول ص۲۱۵)

؎ نمازِ عصر پڑھ کر ہوگئی چلنے کی تیاری
مدینے کو بڑھی ہے نویدِ نصرتِ باری

؎ ثنا کرتی ہوئی اللہ کے اکرام و احساں کی
سوادِ بدر سے پلٹی جماعت اہلِ ایماں کی

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

کتابیات

قرآنِ حکیم
غنیۃ الطالبین
نزہۃ المجالس
تفسیر عزیزی
مشکوٰۃ شریف
الترغیب والترہیب
جامع ترمذی
کنز العمال
دُرّۃ الناصحین
بخاری شریف
مُسلم شریف
المُستدرک
تفسیر کبیر
اسدُ اللہ الغالب
تفسیر دُرِّ منثور
تفسیر خازن
نورُ الابصار

کنوز الخصائص
البدایۃ والنہایۃ
مدارج النبوۃ
دُرّۃ الناصحین
احیاء العلوم
الاصابہ
الاستیعاب
روضۃ الشہداء
اشعۃ اللمعات
لمعات
الصواعق المحرقہ
ذخائر العقبیٰ
الکامل للمبرد
الاتقان
کیمیائے سعادت
السُنن للبیہقی
تفسیر رُوح المعانی

دُرِّ مختار
ابنِ ماجہ
زواجر
تنبیہُ الغافلین
نیل الاوطار
اُسدُ الغابہ
الشرف المؤبد
شواہد النبوۃ
حلیۃ الاولیاء
الدُرر المنظم
خصائص الکبریٰ
فتاویٰ رضویہ
خصائصِ نسائی
تاریخ طبری
معارج النبوۃ
طبقاتِ ابنِ سعد
شاہنامہ اسلام

خوشخبری

الحمد للہ! "کنز الخطیب" کو قارئین کرام نے بیحد پسند کیا؛ جس کی وجہ سے "کنز الخطیب" کے کئی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں۔ قارئین کرام کی اس حوصلہ افزائی کا میں شکر گزار ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کو زیارتِ حرمین شریفین نصیب فرمائے۔ آمین!

"کنز الخطیب" کی بے پناہ مقبولیت پر اس قدر حوصلہ بُلند ہوا کہ اب اس وقت گیارھواں اور بارھواں حصّہ زیرِ ترتیب ہے۔ "کنز الخطیب" کے ساتھ "انوارِ شاہِ ولایت" لکھی گئی، جو چھپ چکی ہے۔

سنہ ۱۴۲۰ھ ماہِ رجب میں بعض لوگوں نے احناف کی نماز پر طعن کیا اور اسے بے دلیل کہا تو غیرتِ ایمانی کی وجہ سے قلم اُٹھایا۔ الحمد للہ کتاب "کنز الصلوٰۃ" جو قرآن و احادیث کے حوالہ جات سے مزیّن و آراستہ ہے، تحریر کر دی۔

حکومتِ پاکستان نے سکولوں، کالجوں میں ترجمہ قرآن پاک لازمی قرار دیا۔ طلبا امتحان کی تیاری کے لیے لفظی معنی رٹ لیتے ہیں مگر جلد بھول جاتے ہیں اس طرح طلبا پریشان ہو جاتے ہیں۔ بعض اساتذہ کی استدعا پر فقیر نے قرآن پاک کا آسان ترجمہ کرنے پر غور کیا اور انتہائی قابل پروفیسر حضرات کے مشورہ سے ایک خاکہ تیار کیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کام شروع کر دیا اور نام "کنز العرفان فی ترجمۃ القرآن" رکھا۔ کافی کام ہو چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب یہ کتاب منظرِ عام پر آ کر طلباء کی ضرورت پوری کرے گی اور مختصر خاکہ پڑھنے سے قرآن کریم کا ترجمہ آ جائے گا (انشاء اللہ تعالیٰ!)

دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے شرفِ قبولیت عطا فرمائے آمین! (محمد دین چشتی گولڑوی)

Scanned with CamScanner